٥

از مولینا احمد علی صاحب

فلسفہ روزہ

قَوْلُہٗ تعالیٰ :-

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۖ وَمَن كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ط (سورہ بقرہ رکوع ۲۳)

ترجمہ:- مہینہ رمضان کا ہے جس میں نازل ہوا قرآن، ہدایت ہے واسطے لوگوں کے اور دلیلیں روشن راہ پانے کی اور حق کو باطل سے جدا کرنے کی پس جو کوئی پائے۔ تم میں سے اس مہینے کو تو ضرور روزے رکھے اس کے۔ اور جو کوئی ہو بیمار یا مسافر تو اس کو گنتی پوری کرنی چاہیئے اور دنوں سے۔ اللہ چاہتا ہے تم پر آسانی اور نہیں چاہتا تم پہ دشواری اور اس واسطے کہ تم پوری کرو گنتی اور تاکہ بڑائی کرو اللہ کی اس بات پر کہ تم کو ہدایت کی اور تاکہ تم احسان مانو۔

قرآنِ حکیم کی سالگرہ

لوحِ محفوظ سے قرآنِ حکیم کا نزول رمضان المبارک میں ہوا ہے۔ سارا قرآنِ حکیم ایک ہی مرتبہ آسمانِ دنیا پر نازل ہوا۔ اس کے بعد وقتاً فوقتاً تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا۔ ہر قوم میں یہ قاعدہ ہے کہ جس دن اس پر کوئی نعمت نازل ہو اس کی یاد تازہ کرنے کے لیے سالگرہ مناتے ہیں۔ مثلاً یہود میں عاشوراء کا روزہ۔ عیسائیوں میں نزول مائدہ آسمانی کا دن۔ مسلمانوں کے لیے قرآنِ حکیم ایک عظیم الشان نعمت ہے۔ اس لیے اس کی سالگرہ رمضان المبارک میں منائی جاتی ہے۔ چنانچہ سارے رمضان المبارک میں مسلمان رات کو قرآنِ حکیم سنتے ہیں۔ علاوہ اس کے اس نعمت عظمیٰ کے شکریہ میں دن کو روزہ رکھتے ہیں۔ کیونکہ شکر نعمت میں روزہ رکھنا بھی سابقہ اُمتوں میں رائج تھا۔ جس طرح یہود میں عاشوراء کا روزہ اسی لیے رائج تھا کہ اس دن فرعون غرق ہوا اور بنی اسرائیل نے نجات پائی تھی۔

تمام اُمتوں میں روزہ

قرآنِ حکیم میں ارشاد ہے :- كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ ہ (سورہ بقرہ رکوع ۲۳)

ترجمہ:- تم پر روزہ ایسا ہی فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلی اُمتوں پر فرض تھا۔

اس سے معلوم ہوا۔ کہ پہلے انبیاء علیہم السلام کی شریعت میں بھی روزہ اسی طرح رکھا جاتا تھا کہ روزہ کے دن کھانا پینا اور عورتوں سے صحبت کرنا حرام تھا۔ روزہ کا یہ طریقہ حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت تک یوں ہی رہا۔ چنانچہ ابتداء میں جب مسلمانوں پر روزہ فرض ہوا اور اس کی شرائط کا انھیں علم نہیں تھا تو اہلِ کتاب کی طرح روزہ رکھنا شروع کیا کہ افطار کے بعد سونے سے پہلے پہلے کھانے پینے وغیرہ سے فراغت پا لیتے۔ سونے کے بعد پھر دوسرا روزہ شروع ہو جاتا۔ کچھ عرصے کے بعد اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ والی آیت نے اس طرز کو منسوخ کر دیا۔

اوقات روزہ میں اختلاف

البتہ علم تاریخ کی ورق گردانی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ روزے کے اوقات ہر امت میں علیحدہ علیحدہ تھے۔ مثلاً حضرت آدم علیہ السلام پر ہر مہینے کی ۱۳-۱۴-۱۵ تاریخ کو روزہ فرض تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام ہمیشہ روزہ دار ہوتے تھے اور حضرت

داؤد علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار فرماتے اور یہود پر عاشوراء اور ہر سنیچر کے علاوہ چند دن اور بھی فرض تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔ نصاریٰ پر دراصل رمضان کے روزے فرض تھے۔ لیکن جب انھیں سخت گرمی اور سردی کے روزے میں دقت محسوس ہوئی۔ تو یہ فیصلہ کیا کہ موسم ربیع میں بجائے تیس کے پچاس رکھا کریں گے۔

روزے کی صورت بغیر روح بیکار ہے

ہر عقلمند کا قاعدہ ہے کہ جب کوئی کام کرتا ہے اس کا فائدہ پہلے سوچ لیتا ہے۔ وہ فائدہ اس کی رُوح اور جان ہوتا ہے اس طرح روزے کی بھی ایک صورت ہے اور دوسری اس کی رُوح صورت تو یہ ہے کہ صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کھانا پینا ترک کر دیا جائے۔ عورت اور مرد آپس میں ملنے نہ پائیں۔ لیکن اگر مقصد روزہ اس صورت کے اندر نہ پایا جائے۔ تو وہ بیکار ہے۔ چنانچہ دربار نبوت سے ارشاد ہوا ہے:۔ مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِي اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ

ترجمہ:۔ جس شخص نے جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ کو اسکے کھانا پینا چھوڑنے کی کوئی پروا نہیں (یعنی روزے سے قرب الٰہی اور حصولِ رضا مولیٰ کا جو نتیجہ مرتب ہونا چاہیئے وہ نہیں ہوگا)

اور دوسری روایت میں مروی ہے:۔ اَلْغِيْبَةُ تُفَطِّرُ الصَّائِمَ

ترجمہ:۔ غیبت کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ انتہیٰ

اس سے معلوم ہوا کہ روزے کی حالت میں جس طرح مذکورہ بالا افعال ناجائز ہیں۔ اسی طرح کسی کی غیبت جو زبان کا جرم ہے وہ بھی ممنوع ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ روزے کا مقصد فقط کھانے پینے سے روکنا ہی نہیں بلکہ اس سے بہت اعلیٰ اور ارفع ہے

رُوحِ روزہ

تعلیم مذہب کا یہ خاصہ ہے کہ انسان کے اندر اخلاق حسنہ پیدا ہوں وہ صفاتِ حمیدہ سے آراستہ ہو۔ بداخلاقی سے اُسے نفرت ہو۔ خواہشاتِ نفسیاتی پر قابو پائے۔ ضبطِ نفس اور تحمّل کا خوگر ہو۔ فتنہ انگیزی سے باز آئے۔ شرارت نہ کرنے پائے۔ ان تمام خوبیوں کے پیدا کرنے کے لئے بہترین علاج یہی ہے کہ انسان کے حیوانی زہر کو نکال دیا جائے۔ اس زہر کے نکالنے کا بہترین تریاق روزہ ہے۔ قوت حیوانی کی شدّت سے تمام خرابیاں انسان کے اندر پیدا ہوتی ہیں۔ اگر قوتِ حیوانی کو کمزور کر دیا جائے۔ تو انسان یقیناً بہت سی برائیوں سے رُک جائے گا۔ چنانچہ اسی قاعدے سے اسلامی شریعت میں قوانین روزہ کو پرکھا جائے تو یقین ہو جاتا ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے روزے کے ذریعے سے اپنی امت کو اخلاق کے اعلیٰ معیار پر پہنچانے کی سعی فرمائی ہے

احادیث نبویہؐ اور اُن کی حکمتیں!

پہلی حدیث

قولہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ فَاِنْ سَابَّهٗ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهٗ فَلْيَقُلْ اِنِّيْ صَائِمٌ

ترجمہ:۔ روزہ دار نہ عورتوں سے میل جول کی باتیں کرے اور نہ شور وغل مچائے اگر اسے کوئی گالی بھی دے یا لڑائی کرے (تو خود اس کے مقابلے میں کچھ نہ کرے) اتنا کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔

شرح حدیث

ترکِ رفث میں اقوال و افعالِ شہوانی سے روکنا مراد ہے

ترکِ صخب۔ میں درندوں کی طرح شور وغل کرنے سے روکنا مطلوب ہے

ترکِ سب میں مطلق اقوالِ قبیحہ سے روک تھام ہے

ترکِ قتل سے مُراد مطلق افعال قبیحہ سے ممانعت ہے۔

اِنِّیْ صَائِمٌ

روزہ دار پر جب کسی بیہودہ گو۔ ظالم اور جاہل کی طرف سے حملہ ہو تو اتنا کہہ دے (بشرطیکہ اس کہنے سے اسکی طبیعت میں ریا نہ آجائے) کہ مجھے روزہ ہے اسلئے میں تمہارا مقابلہ کرنے سے معذور ہوں

بعض شارحین حدیث کا خیال ہے کہ زبان سے کہنا بھی ضروری نہیں بلکہ دل میں روزے کا خیال کر کے مقابلہ سے باز رہے۔

دوسری حدیث

قولہٗ صلے اللہ علیہ وسلم: "اَلصِّیَامُ جُنَّۃٌ"۔ ترجمہ:۔ روزہ ڈھال ہے ڈھال کے ذریعے سے انسان دشمن کے وار سے بچتا ہے

پہلی حدیث شریف میں جو بیان ہوا ہے کہ روزہ دار اقوال و افعال شہوانی اور درندگی سے اپنے آپ کو بچائے۔ فتنہ و فساد کی آگ کو بجھائے (کیونکہ اگر گالی اور لڑائی کا جواب اسی طرح دیا تو فتنہ بپا ہوتا۔ اب روزے کے سبب سے وہ آگ بجھ گئی۔ حاصل یہ نکلا۔ کہ اس نے گویا روزے کی ڈھال سے شیطان اور نفس کے وار کو روکا۔

روزے سے اخلاقی اور معاشرتی اصلاح

گزشتہ احادیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ روزہ دار کے اخلاق کا معیار اعلیٰ ہو جائے گا۔ ضبط نفس اور تحمل اس میں آئے گا۔ اپنے آپ کو شرارت اور فتنے سے بچائے گا۔ دُنیا میں اعلےٰ درجے کا امن پسند اور مرنجان مرنج شریف نظر آئے گا۔ ساتھ ہی اس کے معاشرتی اصلاح بھی ہو جائے گی۔ جب ہر ایک مسلمان اِن اوصافِ حمیدہ سے مزیّن ہو گا۔ تو معاشرتی تعلقات میں کبھی بگاڑ پیدا ہی نہیں ہو گا۔ کیونکہ ہر سال ماہ رمضان میں روزہ رکھانے کی غرض ہی یہی ہے کہ سال بھر کے بعد پھر اس نصاب کی یاد تازہ ہو جائے۔

سیاسی فائدہ

دُنیا میں ہمیشہ وہی قوم عزت سے زندہ رہ سکتی ہے جس کے پاس حیاتِ قومی کے اعلےٰ اُصول ہوں۔ اور وُہ ان کی پابندی کے لیے ہر مصیبت کو جھیلے۔ اور ہر مشقت کے سامنے سینہ سپر ہو روزے میں اس بات کی مشق کرائی جاتی ہے کہ بارہ یا چودہ بلکہ بعض اوقات چوبیس گھنٹے تک دانہ رہے۔ خواہ شدید گرمی کا موسم ہی کیوں نہ ہو۔ سحر کو آنکھ نہیں کھلتی مگر روزہ چھوڑ نہیں سکتے۔ دن کے کاروبار کا حرج بھی نہیں کر سکتے۔ لیکن کاشت کار ملازمت پیشہ اور مزدور غرضیکہ ہر ایک کام والا باوجود سحور نہ کھانے کے اپنے اپنے کام میں مصروف ہے اور پھر اتنا ہی نہیں بلکہ دن کو یہ مشقت اور رات کو بیدار رہنا اور کافی وقت کھڑا ہو کر نماز تراویح ادا کرنا ہے۔

الحاصل

حاصل یہ نکلا کہ ہر مسلمان ایک فوجی سپاہی ہے۔ بسکٹ اور کیک۔ سوڈا۔ اور لیمونیڈ تو بجائے خود رہے۔ پانی پیئے اور کھانا کھائے بغیر اگر ضرورت پیش آجائے۔ تو دن اور رات کے چوبیس گھنٹے مسلسل کام کر سکتا ہے اور اس بات کا بھی عادی ہے کہ ان مصیبتوں میں وہ کسی پر احسان نہیں کر رہا بلکہ اُسے محض اللہ تعالےٰ کی رضا مطلوب ہے۔ چنانچہ فتوحاتِ اسلامی میں اس قسم کے واقعات ملتے ہیں کہ مسلسل چوبیس گھنٹے لڑائی جاری رہی۔ دشمنانِ اسلام کے لشکر یکے بعد دیگرے آتے رہے اور مسلمان اس وقت تک پیچھے نہیں ہٹے جب تک میدان جیت نہیں لیا۔

پیغام فتح اسلام

جو قوم سطح زمین پر اپنے چالیس کروڑ افراد رکھتی ہو۔ اور وُہ اِن اصولوں کی پابند ہو جائے۔ جو ارکان اسلام کے اندر انھیں سکھائے گئے ہیں۔ اور پھر فیصلہ کرے۔ کہ یا تخت یا تختہ وُہ قوم کبھی مٹ نہیں سکتی۔ بلکہ دُنیا کی قوموں میں سردار ہو کر رہیگی۔ کیونکہ خدا تعالےٰ اسکی پشت پناہی فرمائے گا۔ ظاہر و باطن اور زمین و آسمان کی تمام خدائی طاقتیں اس کی خدمت کے لئے وقف ہو جائے گی۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ - الآیۃ

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

روزے کے اُخروی فائدے

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم۔ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ

مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ (متفق علیہ)

ترجمہ: ابوہریرہ سے روایت کی گئی ہے۔ انہوں نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس شخص نے روزہ رکھا دراں حالیکہ اس کے دل میں ایمان ہو۔ اور اللہ تعالےٰ نے اجر پانے کے خیال سے رکھا۔ اس کے سارے پہلے گناہ بخشے جائیں گے۔ اور جو شخص رمضان کی راتوں میں عبادت کرے۔ دراں حالیکہ ایماندار ہو۔ اور ثواب پانے کا ارادہ رکھے۔ اس کے بھی پہلے سارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور جس شخص نے لیلۃ القدر کو قیام کیا دراں حالیکہ ایماندار ہو اور اللہ تعالےٰ سے اجر پانے کا ارادہ رکھتا ہو۔ اس کے بھی پہلے سارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

حکمتِ مغفرت

روزے کے باعث سابقہ گناہ معاف ہونے کی حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ گویا روزہ دار زبانِ حال سے یہ کہہ رہا ہے، کہ اے اللہ میں نے کھانے پینے اور خواہشات نفسانی وغیرہ کے پورا کرنے میں جو تیری مرضی کے خلاف قدم اٹھایا ہے اس سے باز آتا ہوں اور تیری رضا حاصل کرنے کے لئے سب کو چھوڑتا ہوں اور مسلسل روزہ رکھنے سے یہ ثبوت دیتا ہوں کہ تیری رضا کی پابندی مسلسل کروں گا۔ تیری مرضی کے خلاف خواہشاتِ نفسانی کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دوں گا۔ اور رمضان شریف کے علاوہ شوال کے چھ روزے رکھ کر اس امر کا مزید ثبوت دیتا ہے کہ اے اللہ تو نے اپنی شفقت و رحمت سے اعلان کیا ہوا ہے کہ میں ہر نیکی کا دس گنا کم از کم اجر دوں گا۔ لہٰذا رمضان المبارک کے علاوہ چھ روزے شوال کے اس حساب سے کم از کم ۳۶۰ روزوں کا اجر پائیں گے۔ اور سال کے ۳۶۰ دن ہوتے ہیں۔ تو گویا میں تیری رضا حاصل کرنے کے لئے سارا سال ہی روزہ دار رہا۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا وَاعْفُ عَنَّا۔ علیٰ ہذا القیاس رمضان المبارک کی راتوں کے قیام کی بھی یہی غرض ہے۔ کہ اے اللہ میں نے تیرے قرآن حکیم سے جو اعراض کیا ہے۔ اس سے تائب ہو کر تمسک بالقرآن کرنے کا عملی ثبوت دیتا ہوں (گویا نمازی اپنے عمل سے یہ ثابت کر رہا ہے) اور مسلسل قیام کرنے سے عملاً یہ ثابت کر رہا ہے کہ میرا تمسک بالقرآن آئندہ ہمیشہ کے لئے رہے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں سے انسان کے ہر نیک عمل کا کئی گنا زیادہ اجر ملتا ہے۔ ہر نیکی کم از کم دس درجے پاتی ہے اور سات سو درجوں تک بھی اللہ تعالیٰ عمل کا اجر بڑھا کر دیتے ہیں۔ غرضیکہ ہر عمل کا اخلاص و للہیت اور اسکے منافع اور نتائج کے لحاظ سے اجر ملتا ہے۔) اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ سوائے روزے کے کیونکہ وہ میرا ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا (بروایت دیگر میں ہی اس کا بدلہ ہوں) روزہ دار اپنی خواہشات نفسانی اور کھانا میرے لئے چھوڑتا ہے۔ روزہ دار کیلئے دو خوشیاں ہیں ایک روزہ افطار کرتے وقت حاصل ہوتی ہے اور دوسری اپنے ربّ کی ملاقات کے وقت حاصل ہوگی اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے ہاں مشک سے بھی بہتر ہے۔ اور روزہ (شیطان کا وار روکنے کیلئے) ڈھال ہے جس دن کسی کو روزہ ہو۔ عورتوں سے میل جول کی باتیں نہ کرے اور بیہودہ شور و غل نہ مچائے۔ اگر اسے کوئی گالی دے یا لڑائی کرے۔ تو کہدے کہ میں روزہ دار ہوں (لیکن لڑائی نہ کرے)

حکمت اَنَا اَجْزِیْ بِہٖ

ہر عمل صالح کی ایک جزائے خیر ہے اور روزے کی جزاء ذات حق جل وعلےٰ خود دیتا ہے۔ (یا بنتا ہے) کیونکہ جب روزہ دار نے ان چیزوں کو رضائے الٰہی کے لیے چھوڑ دیا۔ جن پر اسکی زندگی کا دارومدار تھا۔ تو گویا اس نے زندگی کو تج کر خدائے قدوس وحدہٗ لا شریک لہٗ کا وصال پیدا کیا۔ بارگاہِ الٰہی میں ہر عمل کی جزا اس کے

(باقی صفحہ ۷ پر)

بقیہ نہیں مل سکا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کی خصوصیات

خطبہ جمعۃ المبارک مولانا احمد علی صاحب خطیب مسجد شیرانوالہ دروازہ و امیر انجمن خدام الدین لاہور

خصوصیات سے مراد وہ چیزیں ہیں جو سوائے مسلمانوں کے اور کسی قوم میں نہیں پائی جاتیں۔

پہلی

تمام انبیاء علیہم السلام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

پر ایمان لانے اور آپ کی مدد کا وعدہ لیا گیا

قولہ تعالےٰ (واذ اخذ اللّٰہ میثاق النبیین لما اٰتیتکم من کتٰب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ قال ءاقررتم واخذتم علی ذٰلکم اصری قالوا اقررنا قال فاشہدوا وانا معکم من الشّٰہدین

ترجمہ:۔ اور جب اللہ نے نبیوں سے عہد لیا۔ البتہ جو کچھ میں تمہیں کتاب اور علم سے دوں۔ پھر تمہارے پاس پیغمبر آئے۔ جو اس چیز کی تصدیق کرنے والا ہو جو تمہارے پاس ہے۔ البتہ اس پر ایمان لے آنا۔ اور البتہ اس کی مدد کرنا۔ فرمایا۔ کیا تم نے اقرار کیا۔ اور اس شرط پر میرا عہد قبول کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے اقرار کیا۔ اللہ نے فرمایا تو اب تم گواہ رہو۔ میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔

سورۃ آل عمران رکوع ۹ پارہ ۳

اس آیت شریف کا حاصل یہ نکلا کہ اللہ تعالےٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام سے رسول اللہ صلی اللہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ کی امداد کرنے کا وعدہ لیا۔

شیخ الاسلام کی تائید

شیخ الاسلام پاکستان حضرت مولانا شبیر احمد رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے حاشیہ میں فرماتے ہیں۔ حق تعالےٰ نے خود پیغمبروں سے بھی یہ پختہ عہد لے چھوڑا ہے کہ جب تم میں سے کسی نبی کے بعد دوسرا نبی آئے (جو یقیناً پہلے انبیاء اور ان کی کتابوں کی اجمالاً یا تفصیلاً تصدیق کرتا ہوا آئے گا) تو ضرور ہے کہ پہلا نبی پچھلے کی صداقت پر ایمان لائے اور اس کی مدد کرے۔ اگر ــــــــ اس کا زمانہ پائے تو بذات خود بھی، اور نہ پائے، تو اپنی اُمت کو پوری طرح ہدایت و تاکید کر جائے کہ بعد میں آنے والے پیغمبر پر ایمان لا کر اس کی اعانت و نصرت کرنا۔ کہ یہ وصیت کر جانا بھی اس کی مدد میں داخل ہے۔ اس عام قاعدہ سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور ان کی مدد کرنے کا عہد بلا استثناء تمام سابقین سے لیا گیا ہوگا۔ اور انہوں نے اپنی اپنی اُمتوں سے یہ ہی قول و قرار لئے ہوں گے۔ کیونکہ ایک آپ ہی کی مخزن الکمال ہستی تھی جو عالم غیب میں سب سے پہلے اور عالم شہادت میں سب انبیاء کے بعد جلوہ افروز ہونے والی تھی۔ اور جس کے بعد کوئی نبی آنے والا نہ تھا۔ اور آپ ہی کا وجود مسعود تمام انبیاء سابقین اور کتب سماویہ کی حقانیت پر مہر تصدیق ثبت کرنے والا تھا۔ چنانچہ حضرت علیؓ اور ابن عباسؓ وغیرہ سے منقول ہے کہ اس قسم کا عہد انبیاء سے لیا گیا۔ اور خود آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ کہ اگر آج موسےٰؑ زندہ ہوتے تو ان کو میری اتباع کے بدون چارہ نہ تھا۔ اور فرمایا کہ عیسےٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے۔ تو کتاب اللہ (قرآن کریم) اور تمہارے نبی کی سنت پر فیصلے کریں گے۔ محشر میں شفاعت کرنے کے لئے پیش قدمی کرنا اور تمام بنی آدم کا آپ کے جھنڈے تلے جمع ہونا۔ اور شب معراج میں بیت المقدس کے اندر تمام انبیاء کی امامت کرانا حضورؐ کی اسی سیادت عامہ اور امامت عظمیٰ کے آثار میں سے ہے۔

دوسری

ہمارے رحمۃ العالمین کی بعثت تمام اقوام عالم کیلئے ہے

قولہ تعالےٰ:۔ (قل یایھا الناس انی رسول اللّٰہ الیکم جمیعاً الذی لہ ملک السمٰوات والارض لا الٰہ الا ھو یحیی ویمیت) الآیۃ سورۃ الاعراف رکوع ۲۰ پارہ ۹۔ ترجمہ:۔ کہہ دو۔ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں جس کی حکومت آسمانوں اور زمین میں ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے۔

حاصل

یہ ہے کہ سیّد المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام اقوام کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔ بخلاف انبیاء سابقین علیہم السلام کے۔ ان کی دعوت کا دائرہ فقط اپنی اُمت تک ہی محدود ہوتا تھا۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام فقط بنی اسرائیل کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔ سورۃ صف کے رکوع ۱ پارہ ۲۸ میں فرماتے ہیں۔ اے میری قوم مجھے کیوں ستاتے ہو حالانکہ تم اس بات کو بھی مانتے ہو کہ مجھے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا فرمان بھی سورۃ صف رکوع ۱ پارہ ۲۸ میں مذکور ہے۔ جب عیسےٰ بیٹے مریم نے کہا۔ اے بنی اسرائیل بیشک میں تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ دونوں پیغمبروں کے اعلانات سے صاف ظاہر ہے کہ ان کی بعثت فقط اپنی امت کے لئے ہے۔

تیسری

سیّد المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسّلام تمام اقوام کیلئے رحمت ہیں

قولہ تعالےٰ (وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین) سورۃ الانبیاء رکوع ۷ پارہ ۱۷۔ ترجمہ:۔ اور ہم نے تو تمہیں تمام جہان کے لوگوں کے حق میں رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

بخلاف دوسرے انبیاء علیہم السلام کے کہ وہ فقط اپنی اپنی اُمتوں کے حق میں رحمت تھے۔

چوتھی

اُمت محمدیہ کے پیغمبر نے آئندہ پیغمبروں کی آمد کو بند کر دیا ہے

قولہ تعالےٰ (ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولٰکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین وکان اللّٰہ بکل شیءٍ علیماً) سورۃ الاحزاب رکوع ۵ پارہ ۲۲

ترجمہ:۔ محمدؐ تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں۔ لیکن وہ اللہ کے رسول اور سب نبیوں کے خاتمے پر ہیں۔ اور اللہ ہر بات جانتا ہے۔

پانچویں

قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ

قولہ تعالےٰ (انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون) سورۃ الحجر رکوع ۱ پارہ ۱۴۔ ترجمہ:۔ ہم نے یہ نصیحت اتاری ہے اور بیشک ہم اس کے نگہبان ہیں۔

اللہ تعالےٰ نے سوائے قرآن مجید کے اور کسی آسمانی کتاب کی حفاظت کا ذمہ نہیں لیا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ توراۃ یا انجیل یا کوئی آسمانی کتاب صفحہ ہستی پر نظر نہیں آتی۔ مسلمانوں پر اللہ تعالےٰ کا یہ خاص انعام ہے۔

قرآن مجید کی محافظ تین جماعتیں

۱۔ علماء کرام

وہ علماء کرام جو عربی زبان کے فاضل اور مہارت تامہ رکھنے والے تھے۔ انہوں نے بحیثیت عالم دین ہونے کے قرآن مجید کے معانی اور مطالب خلق خدا کو سمجھائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کے مطالب علمی اور عملی طور پر صحابہ کرام کو سمجھائے۔ صحابہ کرام نے وہی مطالب اپنے شاگردوں تابعین کو سمجھائے۔ تابعین نے اپنے شاگردوں تبع تابعین کو سمجھائے۔ علیٰ ہذا القیاس قرآن مجید کا یہ علمی ذخیرہ مع اپنے معانی اور مطالب کے چودھویں صدی

ہیں ان بزرگانِ دین کی محنتوں اور جانفشانیوں کی برکت سے ہمیں نصیب ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

دنیاداروں کی حالت

آج کل دنیاداروں کی جو حالت آپ دیکھتے ہیں۔ گذشتہ زمانوں میں بھی یقیناً یہی ہوگی۔ مثلاً زمیندار زمینداری کے کام کاج میں مصروف ہے۔ تجارت پیشہ دکانداری میں مصروف ہے۔ ملازمت پیشہ دفتر کے کاروبار میں مصروف ہے۔ ان دنیاداروں کو کب فرصت ہوسکتی ہے کہ دینِ الٰہی کی حفاظت کے لئے اپنی زندگیاں وقف کریں۔ اور دن رات قرآن مجید کی اشاعت کے لئے مسجدوں یا اسلامی مدارس کی درسگاہوں میں بیٹھے رہیں۔ کسی نے سچ کہا ہے۔ ہرکہ یک کرد۔ ہرکہ دو کرد۔ چیزے کرد و دو چیزے نکرد۔ ہرکہ سہ کرد ہیچ نکرد۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ ــــ جن اللہ کے بندوں نے دین کی حفاظت اور اشاعت کو اپنی زندگی کا نصب العین قرار دیا۔ ان مسکینوں نے پہلے مسجد میں سوکھے اور روکھے ٹکڑے کھا کر علماء دین سے قرآن مجید اور اس کے متعلقہ علوم پڑھے۔ اور پڑھنے کے بعد اللہ کے گھروں یعنی مسجدوں میں بیٹھ کر قرآن مجید اور اس کے متعلقہ علوم مسلمانوں کو پڑھائے۔ انہیں علمائے کرام کی برکت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ سے لیکر آج تک دین محفوظ رہا ہے۔ اللّٰھم اغفرلھم و ارحمھم۔

ب
صوفیائے کرام

علم دین کی نشر و اشاعت کا سہرا تو علماء کرام کے سر پر بندھا ہوا ہے۔ البتہ صحیح علم حاصل ہونے کے بعد جب تک انسان میں عملی رنگ نظر نہ آئے تو وہ علم علم کے درجہ پر ہی رہ جاتا ہے۔ اس کے صحیح نتائج اور ثمرات سے انسان بہرہ مند نہیں ہوسکتا۔ مثلاً کسی کالج میں طلبہ کو سائنس تو پڑھائی جائے۔ مگر کالج میں لیبارٹری نہ ہو جس میں طلبہ کو تجربہ کرکے دکھایا جائے تو وہ تعلیم بے نتیجہ سی ہوگی۔ علیٰ ہذا القیاس علمائے دین قرآن مجید اور حدیث نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مطلب خوب سمجھا دیتے ہیں۔ مگر باایں ہمہ طلبہ پر دین کا جو عملی رنگ چڑھنا چاہئے۔ وہ نہیں چڑھتا۔ اس کام کیلئے صوفیائے کرام کی مقدس جماعت علماء دین کو (جو ان میں سے آجاتا ہیں) اپنی تحویل میں لے لیتی ہے۔ اور اپنی صحبت میں بٹھا کر خاص طریقوں سے ان پر اسی حاصل کردہ دین کا رنگ چڑھا دیتی ہے۔

ایک لطیفہ

میں کہا کرتا ہوں۔ رنگ ہے قرآن۔ رنگ فروش ہیں علماء کرام۔ رنگ ساز ہیں صوفیائے عظام مثلاً تہجد کا لفظ قرآن مجید میں آیا ہے۔ علماء کرام کی صحبت میں بیٹھ کر طالب علم میں یہ کمال پیدا ہوجاتا ہے کہ ایک لفظ تہجد پر تقریباً تین گھنٹے بول سکتا ہے۔ کہ یہ لفظ سہ اقسام میں کیا ہے ششں اقسام میں کیا ہے۔ ہفت اقسام کسے کہتے ہیں وغیرہ وغیرہ ــــ مگر کیا اتنی تفصیل علمی معلوم ہونے کے بعد طالب العلم تہجد پڑھنے کا پابند ہوجاتا ہے؟ اگر طالب العلم سے کہا جائے تو تہجد کے فضائل بیان کر تو کم از کم ایک گھنٹہ تک بیان کرسکتا ہے۔ مگر کیا اس تبحر علمی کے باوجود وہ طالب العلم تہجد پڑھنے کا عادی ہوجاتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ جب کسی کامل کے پاس جائے گا تو وہاں تہجد پابندی سے پڑھنے کی عادت پیدا ہو جائے گی۔

جامعیت

سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام میں جامعیت تھی۔ آپ کتاب اللہ کے معلم بھی تھے اور آپ کی مبارک صحبت میں صحابہ کرام کی عملی قوتیں بھی حرکت میں آجاتی تھیں۔ انہیں نہ اپنی جان کی پرواہ تھی۔ نہ بیوی بچوں کا خیال ان پر غلبہ پاتا تھا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے رسولؐ کا اتباع ان کی زندگی کا نصب العین تھا۔ حاصل یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ظاہری اور باطنی دونوں نعمتیں ہوجاتی تھیں۔

اب عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ علمی تربیت علماء کرام کرتے ہیں۔ اور باطن کی تربیت صوفیائے عظام فرماتے ہیں۔ ہاں اللہ تعالیٰ کے بعض بندے جامع بھی ہوتے ہیں کہ وہ بحیثیت عالم ہونے کے خلق خدا کو کتاب و سنت پڑھاتے ہیں۔ اور بحیثیت باطن کے کامل ہونے کے مخلوق خدا کے باطن کو امراض روحانی سے پاک کر دیتے ہیں جامعیت کی مثالیں دارالعلوم دیوبند کے اسلاف اور اخلاف میں بفضلہ تعالیٰ پائی جاتی ہیں۔ حضرت مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم سے لیکر آج تک جتنے حضرات اس کے سرپرست بنے ہیں۔ سب ہی ظاہر کے فاضل اجل اور باطن کے کامل اور مکمل تھے۔

ج

قرآن مجید کی حفاظت میں بعض نیک دل، خداپرست، حامی اسلام دولت مندوں کا بھی حصہ ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے دین کی خدمت کی توفیق دی۔ اگرچہ دنیادار عام طور پر بے دین ہوتے ہیں۔ مگر جس طرح گودڑیوں میں لعل کی مثال ہے اسی طرح ان دولت مندوں میں بھی بعض اسلام کے شیدائی اور فدائی پیدا ہوجاتے ہیں۔

حاصل

یہ ہے کہ مسلمانوں کی آسمانی کتاب (قرآن مجید) کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس وعدہ کے پورا کرنے کا ذریعہ علماء کرام، صوفیائے عظام اور بعض دولت مندوں کو بنایا۔ ذالک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء۔

بقیہ سلسلہ قادریہ صلا سے آگے

سلب ہوجاتی ہے۔ حرام کی تمیز عام لوگوں کو نہیں ہے۔ حرام دو قسم کا ہے۔ ظاہری اور باطنی۔ عوام تو صرف ظاہری حرام حلال کی تمیز کرسکتے ہیں۔ باطنی حرام کی تمیز فقط خواص کو ہوتی ہے۔ بکری حلال ہے لیکن چوری کی ہو تو حرام ہوجاتی ہے یہ باطنی حرام ہے۔ خواص کو اس کی بھی تمیز ہوتی ہے۔ اور سنیئے۔ اگر ایک بازاری عورت کسی دکاندار کو اپنی حرام کی کمائی کا پانچ روپے کا نوٹ دے کر کچھ سودا خرید لے۔ اس کے بعد دوسرا گاہک دس روپے کا نوٹ دے کر کچھ سودا لے۔ اور باقی رقم میں اگر دکاندار اس کو اس بازاری عورت والا پانچ روپیہ کا نوٹ دیدے۔ تو خواص اس نوٹ کو دیکھ کر بتلا دیں گے کہ یہ حرام کی کمائی ہے۔ یہ وہ اصل تزکیہ نفس ہی کی برکت ہے۔ جسے تصوف کہا جاتا ہے۔

ہمارے خاندان قادریہ کے بزرگوں کے ہاں یہ دستور تھا کہ دنیاداروں کے نذرانے علیحدہ جمع رہتے تھے ان سے دنیاداروں ہی کی دعوت کا کھانا تیار ہوتا تھا۔ اللہ اللہ کرنے والی جماعت کو ان کے استعمال کی اجازت نہ تھی۔ اگر کسی فقیر نے کسی دنیادار کی کسی چیز میں کھانا ڈال کر دی اور کچھ ہاتھ میں لگ رہی تو حکم تھا کہ ہاتھ کو چاٹا نہ جائے بلکہ دھو ڈالا جائے۔ جماعت کو نیک لوگوں کے نذرانے کھلائے جاتے تھے۔ پھر جماعت میں جو رنگ پیدا ہوتا تھا اس کا نمونہ ملاحظہ ہو۔ حضرت حافظ محمد صدیق صاحب کا نابینا خادم تھا۔ اس نے کسی سے کچھ پیسے لینے تھے۔ ایک بینا شخص کو ساتھ لیکر مقروض کے پاس گیا۔ سارا دن سفر کرکے شام کو اس کے ہاں پہنچے۔ اس گاؤں میں کسی کے ہاں شادی تھی۔ وہاں باجے کی آواز آنے لگی تو ساتھی سے کہنے لگے کہ چلو یہاں سے نکل چلیں۔ اس نے جب کہا کہ سارا دن سفر کرکے تھکے ماندے ہیں اب یہاں آرام کریں تو جواب دیا کہ اگر کسی کو پتہ چل گیا کہ فلاں بزرگ کا خادم اس گاؤں میں موجود تھا جہاں باجے بج رہے تھے تو میرے پیر کی بدنامی ہوگی۔ یہ ہے تصوف جو اس کے منکر ہیں وہ بے سمجھ ہیں۔

• حاصل یہ نکلا کہ اللہ کے پاک نام میں بے شمار خاصیتیں ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے انسان ماسوا اللہ سے کٹ کر اللہ سے جڑ جاتا ہے۔ اس کیلئے علاج یہ ہے کہ ذکر کثرت کیا جائے اور پرہیز یہ ہے کہ مشتبہ اور حرام سے بچا جائے۔

خرگوش کھانے کا حکم

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ہم نے مرالظہران کے جنگل میں ایک خرگوش دوڑا کر پکڑ لیا اور اس کی دونوں رانیں اور کولہا رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں (بطور تحفہ کے) بھیجا تو آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اس کو قبول فرمالیا۔ صحیح بخاری

خدام الدین لاہور (۳) ۱۷ جون ۱۹۵۵ء

مجلسِ ذکر

مرتبہ: چوہدری عبدالرحمٰن

آج مورخہ ۱۷ شوال ۱۳۷۴ھ مطابق ۹ جون ۱۹۵۵ء ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے جو تقریر فرمائی وہ درج ذیل ہے:۔

ذکرِ الٰہی کی تاثیر

آجکل ذکرِ الٰہی میں اگر لذت نہیں آتی تو اس کا سب سے بڑا سبب اکل و شرب حرام و مشتبہ مال ہے۔ اکل حلال کے ساتھ صدق مقال بھی ہو تو اللہ کے ذکر کا فوراً اثر ہوتا ہے۔ اور طبیعت میں فرحت۔ راحت اور سرور پیدا ہوتا ہے۔ لیکن اگر دل مسخ ہوجائے تو پھر اثر نہیں ہوتا۔ جس طرح ننگے پاؤں پھریں اور ابتداء میں کانٹا ہی چبھ جائے تو فوراً احساس ہوتا ہے۔ لیکن اگر ننگے پاؤں پھرتے پھرتے پاؤں کے تلووں کا گوشت سخت ہوجائے تو کانٹا تو بجائے خود رہا داغ بھی دیا جائے تو اثر نہیں ہوتا۔ عرب کی دھوپ اور پتھریلی زمین پر ننگے پاؤں چلنے والے بدویوں کے پاؤں اتنے سخت ہو جاتے ہیں کہ ان کو داغ دینے کا بھی احساس نہیں ہوتا۔ یہی حال دیہات کے زمینداروں کا ہے۔ اسی طرح دل میں اگر نورِ فطرۃ موجود ہو، تو ذکرِ الٰہی کا اثر فوراً ہوتا ہے۔ نیز چھری سے بکری ایک منٹ سے بھی پہلے ذبح ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اس کی گردن میں ہڈی نہیں ہوتی۔ لیکن سؤر اس چھری سے ذبح ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ اس کے گلے میں سخت ہڈی ہوتی ہے۔ کہتے ہیں کہ سؤر گردن کو موڑ نہیں سکتا۔ جو سؤر کا شکار کرتے ہیں وہ اس کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ جب سؤر ان پر تیزی سے دندناتا ہوا حملہ آور ہوتا ہے تو وہ ذرا سا دائیں یا بائیں ہٹ کر اس پر وار کرتے ہیں۔ گلے میں ہڈی ہونے کی وجہ سے سؤر کو کلہاڑی سے اس طرح ذبح کرتے ہیں جس طرح لکڑی کو کلہاڑے سے پھاڑتے ہیں۔ تب جا کر وہ ذبح ہوتا ہے۔

حرام کھانے سے دل اس قدر سخت ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے نام سے بھی متاثر نہیں ہوتا تاوقتیکہ اپنی اصلاح کے لئے ریاضت نہ کرے۔ اور شیخ کامل اس کے قلب پر توجہ نہ کرے۔

حرام کی دو قسمیں ہیں (۱) صورتاً حرام۔ مثلاً سؤر، کتا۔

(۲) حقیقتاً حرام۔ بکری کا گوشت بظاہر حلال ہے اگر چوری کی بکری ہو تو اس کا گوشت حقیقتاً حرام ہوگا۔ اللہ تعالےٰ ہم سب مسلمانوں کو دونوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

ہر مسلمان فقط اس چیز کا مکلّف ہے کہ جو چیزیں شریعت نے حرام کی ہیں ان سے پرہیز کرے۔ اور جو چیزیں بظاہر حلال اور حقیقت میں حرام ہیں۔ مثلاً چوری کی بکری کا گوشت یا چوری کی بھینس کا دودھ۔ اس قسم کی حرام چیزوں کی تمیز ہر مسلمان نہیں کر سکتا۔ سوائے ان اولیاء کرام کے جن کو اللہ نے نورِ باطن عطا فرمایا ہے اور نورِ باطن کی بینائی سے وہ حقیقتاً حرام یا حلال کی پہچان کر سکتے ہیں۔ اس لیے وہ اولیاء کرام بظاہر حلال اور حقیقت میں حرام چیزوں سے اپنے آپ کو بچا سکتے ہیں۔

جن مسلمانوں کو اس درجہ کا نورِ باطن حاصل نہیں ہے۔ وہ ایسی چیزوں کو استعمال کرنے سے اگرچہ شرعاً مجرم نہیں ہوں گے مگر وہ حرام چیز باطن میں اپنا اثر ضرور دکھلائے گی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ عبادت کی توفیق ہی سلب ہو جائے ورنہ عبادت کی باطنی لذت تو یقیناً حرام کھانے سے سلب ہو جاتی ہے۔

حرام خواہ دانستہ کھایا جائے خواہ نادانستہ دونوں صورتوں میں اپنا اثر دکھائے گا۔ سنکھیا اگر کونین سمجھ کر کھایا جائے یا زہر سمجھ کر کھایا جائے۔ دونوں صورتوں میں موت کا پیغام لائے گا فرق صرف اتنا ہوگا کہ پہلی صورت میں زہر کھانے والا خودکشی کا مجرم نہ ہوگا۔ دوسری صورت میں وہ مجرم قرار دیا جائے گا۔

بازار کی ہر چیز حلال نہیں۔ ان میں بکثرت حرام ہیں۔ اللہ کے پاک نام سے بعض اللہ کے بندوں کو یہ نعمت نصیب ہوتی ہے کہ ان کو حلال حرام کی تمیز ہو جاتی ہے۔ ضروری نہیں کہ ہر ذاکر کو یہ نعمت مل جائے۔ اللہ جس کو چاہے اپنے فضل سے عطا فرمائے۔ جیسے ہر آہو کے پیٹ میں نافہ نہیں ہوتا۔ اللہ تعالےٰ جس کے پیٹ میں چاہے پیدا کر دے۔

ایک نقشبندی بزرگ تھے میں ان کا بے حد

ادب کیا کرتا تھا۔ اگرچہ میرا خاندان قادری ہے۔ اس کا صلہ مجھے وہ یہ دیا کرتے تھے کہ جب لاہور سے گزرتے تو زیارت کرانے کے لیے آجاتے تھے۔ انھوں نے ایک دفعہ مجھ سے فرمایا کہ میں ایک گاؤں میں گیا۔ وہاں کے لوگوں نے شکایت کی کہ ان کو کچھ دنوں سے ذکرِ الٰہی میں لذت نہیں آتی۔ صوفیائے کرام کی اصطلاح میں اس کو قبض کہتے ہیں کہ اللہ اللہ کرنے میں جو لذت حاصل ہوتی ہے وہ بند ہو جاتی ہے وہ فرماتے تھے کہ جب اللہ تعالےٰ سے اس کے متعلق دریافت کیا تو مجھے بتلایا گیا کہ گاؤں والوں نے ایک دن چوری کی گائے کا گوشت کھایا تھا۔ جس کی وجہ سے اللہ تعالےٰ ناراض ہو گئے۔ اور ذکر کی لذت سلب ہو گئی۔

دیوبند میں ایک بزرگ صاحب تھے جب کبھی حرام ان کے پیٹ میں چلا جاتا تو فوراً قے ہو جاتی۔ ایک دفعہ ایک شخص نے ان کی دعوت کی اور ہر ممکن احتیاط کی کہ کوئی حرام یا مشتبہ چیز نہ پکنے پائے اس شخص نے دعوت میں کھیر بھی پکائی۔ کہتے ہیں کہ جب اس بزرگ نے کھائی تو فوراً قے ہو گئی۔ تحقیق حال کی گئی تو معلوم ہوا کہ جس بھینس کا دودھ کھیر میں استعمال ہوا تھا جب اس کا دودھ دوہ رہے تھے تو اس نے پاس والی بھینس کے چارہ میں سے تھوڑا سا کھا لیا تھا۔

نماز اور ذکرِ الٰہی میں مزا نہ آنے کا ایک سبب حرام اور مشتبہ مال کا کھانا ہے۔ ان سے وہی بچ سکتا ہے جو یا تو خود باطن کے لحاظ سے بینا ہو یا اس کا ہاتھ بینا کے ہاتھ میں ہو۔

حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ اللہ اللہ کرنے والی جماعت کو پھیکا بھات دیتے تھے جس میں نمک اور نہ میٹھا ہوتا تھا۔ اس میں حلال کے چاول اور پانی ہی ہوتا تھا۔ یہ اس لیے کرتے تھے کہ اللہ اللہ کرنے والی جماعت کے پیٹ میں حرام کا لقمہ نہ جانے پائے۔ حضرتؒ خود بینا تھے۔ ان کی وجہ سے ساری جماعت حرام سے بچ جاتی تھی۔ حضرتؒ نے یہ چیز اپنے مرشد سے لی تھی۔ حضرت حافظ محمد صدیق صاحبؒ کے ہاں بھی یہی دستور تھا کہ اللہ اللہ کرنے والوں کے لیے بھات پکتا تھا۔

مسلمانوں کی موجودہ بے دینی کا ۸۰ فیصدی سبب اکل و شرب حرام و مشتبہ مال ہے۔ دس فیصدی بے نمازوں کے ہاتھ کی پکی ہوئی چیزوں کا کھانا ہے۔ اور باقی دس فیصدی بے دینوں اور نااہلوں کی صحبت ہے۔

ذاکر کی طبیعت چھوئی موئی بوٹی کی سی ہوتی ہے۔ بے دین اس کے سامنے آکر بیٹھ جائے تو اس کی طبیعت مکدر ہو جاتی ہے۔ اگر حلال طیب کھایا جائے تو قرآن کی تین آیتیں ختم نہ ہونے پائیں گی۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں گے۔ وَاِذَا سَمِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَی الرَّسُوْلِ (الآیۃ)

بکری کے گلے میں جونہی چھری پھیری جاتی ہے تو خون کا فوارہ جاری ہو جاتا ہے۔ یہی حال حلال طیب کھانے والے ذاکر کی طبیعت کا ہوتا ہے۔ بعض بے سمجھ تصوف کے مخالف ہیں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ ان کو اس کا مزا چکھائے۔

صحابہ کرامؓ کو قرآن مجید سمجھنے کے لیے صرف و نحو کی ضرورت نہ تھی۔ وہ نبی کریمؐ کی صحبت میں حاضر ہوتے ایمان لاتے اور وہیں ان کو سب کچھ حاصل ہو جاتا تھا۔ ہم چونکہ عجمی ہیں اس لیے ہم کو صرف و نحو پڑھنے کی ضرورت ہے اور قربِ الٰہی کے مدارج کیا حاصل کرنے پڑتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ چھوٹے سے چھوٹے صحابی کے درجے کو بعد کا بڑے سے بڑا ولی بھی نہیں پہنچ سکتا۔

بعض لوگ میرے پاس آکر شکایت کرتے ہیں کہ ہم نماز بھی پڑھتے ہیں۔ ذکر بھی کرتے ہیں لیکن لذت نصیب نہیں ہوتی۔ اس کی وجہ اکل و شرب حرام و مشتبہ مال ہے۔ اگرچہ عوام اس کے مکلف نہیں یا تو اللہ آنکھیں عطا فرمائے۔ اور یا پھر آنکھوں والے کے سایہ تلے رہے۔ ان دو صورتوں کے سوا حقیقی حرام سے بچنے کی کوئی صورت نہیں

اللہ تعالےٰ اگر باطن کی آنکھیں عطا فرمائیں۔ تو دیکھتے ہی پتہ چل جاتا ہے کہ یہ چیز حرام ہے اور یہ حلال

گورخر کھانے کا حکم

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک سفر میں) ایک گورخران کو دکھائی دیا (وہ اچھے ماہر شکاری تھے) انہوں نے اس کو زخمی کر کے شکار کر لیا (پھر جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس کے بارے میں دریافت کیا کہ وہ حلال ہے یا نہیں؟) آپ ﷺ نے فرمایا کہ: اس کے گوشت میں سے کچھ بچا ہوا تمھارے پاس ہے؟ ابو قتادہؓ نے عرض کیا کہ ہاں اس کا ایک پاؤں ہے (اور وہ پیش کر دیا) آپ ﷺ نے اس کو قبول فرما لیا اور تناول فرمایا۔ (یعنی عمل سے اس کا حلال ہونا بیان فرمایا۔) صحیح بخاری

مجلسِ ذکر

مرتبہ: چوہدری عبدالرحمن

آج مورخہ ۲۴ شوال ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۶ جون ۱۹۵۵ء ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولینا احمد علی صاحب دامت برکاتہم نے جو تقریر فرمائی ہم وہ قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

مکمّل صحت یافتہ انسان

صبح کا درس اور جمعہ کا خطبہ ہر ایک کے لیے ہیں۔ عوام و خواص سب اس سے مستفید ہوتے ہیں جمعرات کی مجلس ذکر دراصل خاص احباب کے لیے ہے جن کا مجھ سے بیعت کا تعلق ہے۔ اور احباب بھی آتے ہیں۔ چشم ما روشن دل ما شاد۔

میں کسی کو منع نہیں کرتا میرا فرض ہے کہ اپنے خاص احباب کی رہنمائی کروں۔ تاکہ مرنے کے بعد ان کی قبر بہشت کا باغ بن جائے۔ شیخ اس راستہ کی طرف رہنمائی کرنے کا ذمہ دار ہے۔ بشرطیکہ اس کے حکم کی تعمیل کی جائے قبر آخرۃ کی ڈیوڑھی ہے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق کسی کی قبر بہشت کا باغ اور کسی کی جہنم کا گڑھا بن جاتی ہے۔ شیخ کامل اس کو بہشت کا باغ بنانے والے راستہ کی طرف رہنمائی کرنے کا ذمہ دار ہے۔ میں اگرچہ بہت گنہگار ہوں۔ اس کے باوجود بھی میری کچھ ذمہ داری ہے جس کو میں محسوس کرتا ہوں۔ میں جب اپنے احباب کی اصلاح کرنے کی طرف توجہ دلاتا ہوں تو اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ آپ گنہگار ہیں۔ اور میں پاکباز ہوں۔ میری پوزیشن سرکاری وکیل کی سی ہے۔ جو ملزم پر پوری طرح تنقید کرتا ہے۔ میں اللہ تعالے کی رضاء حاصل کرنے کے لیے آپ کی خدمت میں اصلاحی چیزیں عرض کیا کرتا ہوں۔ مکمل انسان وہ ہے جس کا ہر عضو سلامت ہے۔ اگر کسی کا کوئی عضو ماؤف ہے۔ تو اسے ہم مکمل انسان نہیں کہہ سکتے۔ مثلاً اگر کسی کی ایک آنکھ یا ایک ہاتھ یا ایک ٹانگ نہیں ہے تو اس کو کانا۔ ٹنڈا یا لنگڑا کہیں گے۔ اسی طرح مکمل صحت یافتہ انسان وہ ہے جس کی روحانی اور جسمانی دونوں صحتیں بحال ہوں۔ اس کا علم صرف ان لوگوں کو ہو سکتا ہے۔ جو اللہ والوں کی صحبت سے فیض یافتہ ہیں۔ ورنہ عام مسلمانوں کو تو فقط جسمانی صحت کا علم ہے۔ یہ صحت تو لنگا سنگھ اور مادھو رام کو بھی حاصل ہے۔ مسلمان کی دونوں صحتیں بحال ہونی چاہئیں انگریز نے ہمیں سکھلایا ہے کہ جسمانی صحت کے لیے پانچ دفعہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے تربیت یافتہ صبح سویرے ہاتھ منہ دھونے سے پہلے بیڈ ٹی (بستر کی چائے) پیتے ہیں۔ تاکہ رات بھر منہ میں جو گندگی جمع ہو گئی ہے وہ گھول گھال کر اندر ڈال لیں۔ اس کے بعد صبح کا ناشتہ ہوتا ہے پھر دوپہر کا کھانا ہوتا ہے۔ شام کو پھر چائے اور رات کو پھر کھانا ہوتا ہے۔

یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس شخص کی جسمانی صحت بحال ہے۔

یہی حال روحانی صحت کا ہے۔ اگر روح کو کم از کم پانچ دفعہ ذکر الٰہی کی اشتہا محسوس ہوتی ہے تو کہا جائیگا کہ اس شخص کی روحانی صحت بحال ہے۔ ایسے شخص کی اگر ایک دن کی صبح کی نماز باجماعت قضا ہو جائے تو وہ محسوس کرتا ہے کہ اس نے آج کچھ کھویا ہے۔ روح کی غذا ذکر اللہ ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب جس طرح جسمانی صحت کے لیے طرح طرح کی غذائیں کھاتے ہیں اسی طرح روحانی صحت کے لئے بھی روح کو غذا مہیا کرنی ضروری ہے۔ انگریز نے نہ مسلمان کو مسلمان نہ ہندو کو ہندو اور نہ سکھ کو سکھ رہنے دیا ہے پہلے ہندوؤں اور سکھوں میں اس درجہ کی چھوت چھات تھی کہ مسلمان کا ہاتھ لگ جاتا تو ان کی کھانے پینے کی چیزیں بھرشٹ ہو جاتی تھیں یا اب یہ حالت بھی دیکھی کہ ہندو اور سکھ مسلمانوں کے گھروں میں آ کر سب کچھ کھا گیا۔

ہندو۔ سکھ۔ عیسائی بلکہ دہریوں کو بھی اپنی جسمانی صحت کا خیال ہے۔ مگر مسلمان کے سوا کسی کو روحانی صحت کا خیال نہیں مسلمانوں میں بھی فقط ان کو اس کا خیال ہے جو اللہ کے دروازے پر آتے ہیں مسلمانوں کے سوا کسی کے پاس آسمانی مذہب زندہ نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے سوا کسی کے پاس بھی انسانیت کا پروگرام نہیں ہے انگریز کھانے کا مشتاق تھا۔ روحانیت کے لحاظ سے بالکل بے بہرہ تھا۔ اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کی آسمانی کتاب یعنی قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ خود لے لیا۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔

اس ذمہ داری کو سنبھالنے کے لئے اس نے قرآن کو مسلمانوں کے دماغوں میں محفوظ کر دیا۔ دُنیا میں اناجیل اربعہ۔ توریت۔ وید۔ گرنتھ وغیرہ کسی کتاب کا ایک بھی حافظ آپ کو نہ ملے گا۔ مگر قرآن کے حافظ ہر جگہ ہوں گے حصّہ بقدر جثہ۔ جتنی بڑی آبادی ہوگی اتنے زیادہ حافظ ہوں گے۔

کھانا۔ پینا۔ کمانا۔ بچے جننا۔ ان کو پالنا۔ یہ تو کافر بھی کرتے ہیں۔ یہ تو انسانیت نہیں۔ انسان بندگی کے لیے آیا ہے ؏ بندہ آمد از برائے بندگی۔ زندگی بے بندگی شرمندگی

اگر انسان بندگی نہ کرے تو یہ فقط بول و براز کی مشین رہ جاتا ہے۔ اس صورت میں یہ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم کے مقام سے گر کر ثم رددنٰہ اسفل سافلین کا مصداق رہ جاتا ہے۔ انسانیت کا یہ منشاء نہیں کہ انسان ہر چیز میں مالکانہ تصرف کرے۔ کسی پر سواری کرے۔ کسی کو بغیر ذبح کئے چاقو سے کاٹ کر کھا جائے اور آپ بول و براز کی مشین ہی بنا رہے ہیں۔ اگر بندگی کا حق ادا نہ کیا تو یاد رکھو اے انسان تو کتے۔ سؤر اور گدھے سے بدتر ہے۔ وہ مالک حقیقی اور مالک مجازی دونوں کے وفادار ہیں۔ اور تو مالک حقیقی کا غدار ہے۔

یہ درست ہے کہ جسمانی صحت بھی بحال رہنی چاہئے اور اس کے لیے غذا کی ضرورت ہے۔

کھانا۔ پینا چھوڑ دینا تصوّف نہیں ہے

قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبٰت من الرزق (سورۃ الاعراف رکوع ۴)

حرام مت کھایئے۔ چوری کر کے مت کھایئے

بیشک پانچ کی بجائے دن میں دس دفعہ کھایئے۔ مگر حلال کھایئے۔

جس طرح دن میں پانچ دفعہ بھوک کا لگنا صحت جسمانی کی بحالی کی علامت ہے۔ اسی طرح صحت روحانی کی بحالی کی یہ علامت ہے کہ انسان کو ذکر الٰہی کی اشتہاء ہو۔

اگر خدانخواستہ صحت جسمانی بگڑ جائے تو زبان کا ذائقہ بگڑ جاتا ہے۔ بعض اوقات صحت جسمانی اس حد تک بگڑ جاتی ہے کہ ایسے شخص کو لذیذ کھانا دیکھ کر قے آنے لگتی ہے۔ اسی طرح اگر صحت روحانی بگڑ جائے تو نہ صرف ذکر الٰہی کی اشتہا نہیں رہتی۔ بلکہ اگر توجہ دلائی جائے تو بگڑتا ہے۔

اللہ والے طبیب روحانی ہوتے ہیں وہ روحانی صحت درست کرتے ہیں۔ پہلے مسجد کی طرف آنے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ کامل کی صحبت نصیب ہونے کے بعد مسجد سے نکلنے کو دل نہیں چاہتا۔ پہلے فرض نماز کی بھی عادت نہ تھی پھر تہجد گذار ہو جاتے ہیں۔ قرآن طب روحانی کے نسخہ جات کا مجموعہ ہے۔ قرآن کا علم علماء کرام کی صحبت میں نصیب

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

خدام الدین لاہور (۱۴) ۲۴ جون ۱۹۵۵ء

بقیہ مجلس ذکر

(صفحہ ۶ سے آگے)

ہوتا ہے۔ اور اس کا رنگ صوفیائے عظام چڑھاتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص شیخ کے پاس آکر کہتا ہے کہ اللہ اللہ کرنے اور نماز پڑھنے کو میرا دل نہیں چاہتا میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنی چاہتا ہوں۔

بیعت کے بعد شیخ پوچھیگا کہ بیٹا تمہارا ذریعہ معاش کیا ہے۔ وہ عرض کرتا ہے کہ میں پولیس کا سپاہی ہوں۔ اس کے بعد شیخ دریافت فرمائیگا کہ تنخواہ کیا ملتی ہے اور بالائی آمدنی کتنی ہے۔ وہ عرض کرتا ہے کہ تنخواہ معہ الاؤنس مبلغ -/75 روپیہ ہے اور بالائی آمدنی مبلغ -/150 روپیہ ہے۔ شیخ ایک طرف استغفار پڑھوائے گا۔ اور دوسری طرف حرام چھڑوا دیگا اسکے علاوہ بارگاہ الٰہی میں دعا کرے گا۔ کہ اے اللہ تیرے ایک بھولے بھٹکے بندے کو میں نے تیرے دروازے پر لا کھڑا کیا۔ تو اس کو اپنی رحمت سے نوازنا۔ انشاء اللہ بیڑا پار ہو جائے گا۔ پہلے حرام کھاتا تھا۔ تو اللہ تعالےٰ کو بو آتی تھی۔ اب حرام چھوڑ کر استغفار پڑھنے لگا ہے تو اللہ تعالےٰ نے قبول فرما لیا ہے۔ اور اس کے فضل وکرم سے اللہ کے دروازہ پر آنے کی توفیق مل گئی ہے۔ اب شیخ کے دریافت فرمانے پر عرض کرتا ہے کہ حضرت اب تو مسجد سے نکلنے کو دل ہی نہیں چاہتا۔

مسلمان نے دو پروگرام نبھانے ہیں ایک کے ذریعہ دنیا میں عزت حاصل کرنی ہے اور دوسرے پر عمل کر کے اپنے آپ کو آخرۃ میں نجات کا مستحق بنانا ہے۔ اے مسلمان تیرا ہندو سکھ۔ انگریز والا پروگرام نہیں ہے تو اگر حلال کا رزق کھائے گا تو تیری صحت روحانی بحال رہے گی۔

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز
کبوتر با کبوتر باز با باز

بعض بدنصیب شیر انوالہ دروازہ سے چل کر سینما جاتے ہیں۔ بعض اللہ کے بندے چار پانچ میل سے ذکر کے لیے آتے ہیں۔ المرء مع من احب یہ اللہ کا فضل ہے۔ جس کو چاہتا ہے اپنے دروازہ پر بلاتا ہے۔ جس کو چاہے دور ہٹا دیتا ہے۔ یہ نہ کہو کہ چوہدری مسجد میں نہیں آتا۔ بلکہ یہ کہو کہ اللہ ان کو نہیں بلاتا۔ اللہ والوں کو گناہوں کی بو آتی ہے۔ مولینا حبیب الرحمٰن صاحب لودھیانوی کے پیر کسی زمانہ میں حضرت خواجہ احرار غزنوی تھے۔ وہ ایک دفعہ لودھیانہ تشریف لائے۔ مغرب کی نماز کے بعد مسجد میں تشریف فرما تھے۔ بہت سے لوگ موجود تھے کہ اچانک فرمانے لگے سب کو نکال دو۔ زنا کی بو آتی ہے۔ وہ اس مرض کے مریض کی تعین بھی کر سکتے تھے۔ مگر وہ اللہ کی صفت ستاری سے متصف ہوتے ہیں۔ اس لیے کسی کا راز فاش نہیں کرتے۔ اللہ تعالےٰ اللہ والوں کو یہ کمال عطا فرماتا ہے۔ اگر پیشاب کے قطرے سے پیدا شدہ انسانوں کو گناہوں کی بو آتی ہے تو اللہ تعالےٰ کو کس طرح حرام خوروں سے بو نہ آتی ہوگی۔ اس لیے وہ ان کو اپنے دروازے سے ہٹا دیتا ہے جس طرح جسمانی صحت بگڑ جائے تو علاج کرنے والے موجود ہیں۔ اسی طرح روحانی صحت کے معالج بھی موجود ہیں ان کی صحبت میں صحت روحانی بحال ہو جاتی ہے وہ علاج کرتے ہیں وہ جو نسخہ بتلائیں بہت اچھا کہتا جائے اور کام کرتا جائے۔ انشاء اللہ صحت روحانی بحال ہو جائیگی اللہ تعالےٰ نے گھر گھر قرآن پہنچا دیا ہے مسلمان سے وہ قیامت کے دن پوچھے گا کہ اس کو پڑھ کر دیکھا تھا۔ اگر نہیں پڑھا تو قصور کس کا ہے؟

مچھلی، ٹڈی، کلیجی اور تلی کے کھانے کا حکم

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: ہمارے لئے دو مردہ چیزیں اور خون کی دو قسمیں حلال قرار دی گئی ہیں۔ دو مردہ چیزیں ہیں مچھلی اور ٹڈی اور خون کی دو قسمیں ہیں کلیجی اور تلی (دونوں جمے ہوئے خون ہیں۔) مسند احمد

ٹڈیاں کھانے کا حکم

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی معیت میں سات غزوے کئے ہیں۔ (یعنی سات غزووں میں ہمیں آپ کی معیت اور رفاقت نصیب ہوئی ہے) ہم ان غزووں میں آپ کے ساتھ رہ کر ٹڈیاں بھی کھاتے تھے۔ صحیح بخاری

مجلسِ ذکر

مرتبہ چوہدری عبدالرحمٰن خاں

آج مورخہ یکم ذیقعدہ ۱۳۷۴ھ مطابق ۲۳ جون ۱۹۵۵ء کو ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی :-

تعلیم صحیح اور صحبت

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفے۔ اما بعد جس کام کے لیے اللہ تعالے نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ اس کی تکمیل کے لیے دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ جس کو یہ دو چیزیں میسر آگئیں وہ مقصد حیات کو پہنچ گیا۔ مقصد زندگی اللہ تعالے کی بندگی ہے اس مقصد کے حصول کے لیے انسان کو جن دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ وہ صحیح تعلیم اور صحبت اولیاء اللہ ہیں۔ اسی لیے حضور نے فرمایا :-

ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللہ و سنت رسولہ

علم قال اللہ و قال الرسول کا ہو اور اس علم کے حامل کی صحبت اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔

یہ یاد رکھیے کہ شیخ کامل کی صحبت کے بغیر مستحکم بھی ہو ہی نہیں سکتا۔ کسی نے ٹھیک کہا ہے کہ

بے میوہ ز میوہ رنگ گیرد

بعض اللہ کے بندے جامع بھی ہوتے ہیں وہ قال اللہ و قال الرسول۔ فاضل اور باطن کے کامل اکمل ہوتے ہیں۔ جیسے ہمارے سلسلہ عالیہ دیوبندیہ میں آج تک چلا آرہا ہے۔ شیخ الحدیث حضرت مولینا حسین احمد صاحب مدنی مدظلہ العالی ظاہر کے فاضل اجل اور باطن کے کامل ہیں۔ ان سے پہلے شیخ الحدیث حضرت مولینا انور شاہ صاحب کشمیری ظاہر کے فاضل اجل اور باطن کے کامل تھے۔ ان دونوں سے پہلے حضرت شیخ الہند مولینا محمود الحسن صاحب۔ اور ان سے پہلے بانی دار العلوم دیوبند حضرت مولنا محمد قاسم صاحب نانوتوی حضرت مولنا رشید احمد صاحب گنگوہی جامع تھے۔ جس کے اندر کتاب و سنت کا رنگ چڑھا ہوا ہوگا۔ وہی دوسروں پر ان کا رنگ چڑھا سکتا ہے۔ انگریزی خوانوں کو تو جانے دیجئے۔ ان کے نصاب تعلیم میں کتاب سنت کا نام ہی نہیں ہے۔ اب یہ کچھ ان دونوں کا نام لینے لگے ہیں مگر قرآن سے ڈرتے معلوم ہوتے ہیں۔ مدارس عربیہ کے فارغ التحصیل حضرات کی تعداد بہت تھوڑی ہے۔ ان میں سے بھی بعض کو علم ہوتا ہے۔ مگر صحبت نصیب نہیں ہوتی۔ اسی وجہ سے ان کے اندر روحانی بیماریاں موجود ہوتی ہیں۔ حسد۔ کبر عجب۔ حب جاہ طلبی وغیرہ روحانی بیماریاں ہیں جو شیخ کامل کی صحبت میں دور ہوتی ہیں۔

ایک دفعہ دورہ تفسیر کے بعض علمائے کرام کو بچا ہوا سالن ملا تو انہوں نے دوسروں کے حصہ کا سالن چھین کر کھا لیا۔ یہ ڈاکہ نہیں تو اور کیا ہے۔ اس میں ان میں تو تو میں میں سے بڑھ کر ہاتھا پائی تک نوبت پہنچی۔ مجھے کوئی پتہ نہیں۔ اگلے دن مستری رحیم بخش مرحوم نے مجھ سے اس کا ذکر کیا تو تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ واقعی جھگڑا ہوا ہے۔ میں نے علمائے کرام کو بلا کر سمجھایا کہ آپ نے یہ نہ سوچا کہ اس لڑائی میں بے عزتی کس کی ہوتی ؟

باورچیوں کی نہیں بلکہ آپ کی بے عزتی ہوتی ہے۔

ایک دن بعض علمائے کرام نے باسی روٹی میرے سامنے لاکر پیش کی کہ ہمیں یہ کھانے کو ملتی ہے۔ میں نے بتایا کہ ایک دفعہ میری بیوی بیمار تھی۔ لڑکی نے باسی ٹکڑے لاکر میرے سامنے رکھ دی۔ جو کئی دنوں کے جمع شدہ تھے۔ اور ان میں تعفن پیدا ہو گیا تھا۔ اور طبیعت قے کی طرف مائل ہو رہی تھی۔ لیکن میں نے نفس کو ڈانٹا کہ روز تازہ روٹی کھاتے تھے آج اللہ نے باسی بھجوائی ہے یہی کھانی پڑے گی۔ میرے دادا پیر کے ہاں ایک دن کڑوا خربوزہ آیا۔ سارا خود کھا گئے۔ ایک پھانک خادم کو دے کر فرمایا کہ تو بھائی تم بھی چکھ لو۔ یہ نہ کہنا کہ آج مجھے حصہ نہیں ملا۔ اس نے زبان پر رکھا تو تھو تھو کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ روزانہ جو میٹھے بھجواتا تھا اس نے آج کڑوا بھجوا دیا تو تھوک دیا۔ میں نے دادا پیر رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ سنا ہوا تھا۔ اس لیے نفس کو زبردستی باسی روٹی کھلائی اللہ والوں کی تو یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ حقیقت حال بھی کسی سے نہیں کہتے کہ اس میں اللہ کی شکایت ہو جاتی ہے۔ حکایت الحال شکایت فیہ الجلال

ایک دفعہ علمائے کرام نے شکایت کی کہ ہمیں جو سبزی کھلائی جاتی ہے وہ تو بیل بھی نہیں کھاتے۔ میں نے آئندہ کے لیے سبزی بند کر دی اور دال یا خالی گوشت پکانے کے متعلق ہدایات دیدیں۔

ایک دن میری بیوی نے بانہک تری کا سالن میرے آگے لاکر رکھ دیا۔ میں چپکے سے کھا گیا۔ ایک دفعہ غلطی سے رات کے اندھیرے میں بیوی نے اس برتن میں شوربا ڈال دیا۔ جس میں نمک کی ڈبی تھی نمک زیادہ ہو گیا لیکن میں کھا گیا۔ آج کا تازہ واقعہ ہے ایک بچی نے میٹھی کھچڑی پکائی۔ وہ کہیں پھیکی اور کہیں میٹھی تھی۔ میں نے کھالی اور کسی سے کچھ نہیں کہا۔

میری شادی کو چالیس سال سے زیادہ ہو گئے ہیں۔ مگر میں کبھی اپنی بیوی سے نہیں لڑا۔ رسول اللہ کا حکم ہے کہ کھانا پسند آئے تو کھاؤ ورنہ آئے تو مت کھائیے۔ نقص نہ نکالئے۔ یہ میرے حضرت کا کمال ہے کہ انہوں نے انانیت کا کانٹا نکال کر رکھ دیا ہے۔ میں جب دہلی میں رہتا تھا تو ایک دن گھر میں مجھے ایک خیال فاسد آیا۔ میں نے اللہ کے فضل سے اس کو رد کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد بیوی نے بازار سے کچھ سودا لانے کی فرمائش کی۔ میں سودا لینے بازار گیا۔ دکان پر بڑی بھیڑ تھی۔ میں ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک کتا آیا اس نے مجھے پنڈلی پر کاٹنا چاہا۔ مگر اللہ تعالٰی نے مجھے بچا لیا۔ یہ اس خیال فاسد کی تصویر تھی چونکہ میں نے اللہ کے فضل سے اس کو رد کر دیا تھا اس لئے میں کتے کے حملے سے محفوظ رہا۔

ملتان سنٹرل جیل میں بعض علمائے کرام باورچی کو ڈانٹتے کہ سالن میں یہ نقص ہے۔ میں نے ان کو حضور کا ایک حکم سنایا تو وہ کہنے لگے کہ گھر میں لڑکیوں کو بھی ڈانٹتے ہیں

بندہ جس کام کے لیے آیا ہے اس کی تکمیل کے لیے دو چیزوں کی ضرورت ہے علم اور صحبت۔ دونوں کا شجرہ علیحدہ علیحدہ ہے علم کا شجرہ اور ہے اور صحبت کا اور ہے۔ صحبت کے شجرہ میں ایک میں ہی گنہگار آ گیا ہوں۔ باقی سب اولیاء کرام ہیں۔

یہ واقعات میں نے خودستائی کے لیے عرض نہیں کئے اپنی تعریف مقصود نہیں بلکہ آپ کی تربیت کے لیے بیان کئے ہیں۔ میرے حضرت کی قبر پہ کروڑوں رحمتیں نازل ہوں کہ انہوں نے انانیت کا کانٹا نکال کر رکھ دیا ہے۔

مکمل انسان وہ ہے جس کو صحیح علم اور اللہ والوں کی صحبت

مچھلی کی تمام اقسام حلال ہیں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں جیش الخبط کے جہاد میں شریک تھا اور ابو عبیدہ اس لشکر کے امیر بنائے گئے تھے (غذا کا کچھ سامان نہ ہونے کی وجہ سے اس سفر جہاد میں) ہم سخت بھوک میں گرفتار ہو گئے۔ تو سمندر نے ایک مچھلی پھینکی یہ مرچکی تھی ہم نے ایسی (یعنی اتنی بڑی) مچھلی کبھی نہیں دیکھی تھی، اس کا نام عنبر بتلایا جاتا تھا، ہم سب نے (یعنی پورے لشکر نے) اس کو آدھے مہینہ تک کھایا، پھر ابو عبیدہ نے اس کی ہڈیوں میں سے ایک ہڈی (غالباً پسلی) اٹھا کے کھڑی کی تو اونٹ کا سوار اس کے نیچے سے نکل گیا، پھر جب ہم سفر سے مدینہ واپس آئے آئے تو ہم نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے اس کا ذکر کیا (اور پوچھا کہ ہمارا اس کو کھانا درست تھا یا نہیں) تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کھاؤ، اللہ تعالیٰ کا عطیہ (اور تحفہ) جو اللہ نے تمھارے واسطے نکالا تھا، اور اگر اس میں سے کچھ تمھارے ساتھ ہو تو ہمیں بھی کھلاؤ (جابر کہتے ہیں کہ) ہم نے اس میں سے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے لئے بھی بھیجا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اس کو تناول فرمایا۔ صحیح بخاری

مجلس ذکر

مرتبہ چوہدری عبدالرحمٰن

آج مورخہ ۸ر ذیقعدہ ۱۳۷۴ھ مطابق ۳۰ر جون ۱۹۵۵ء ذکر کے بعد حضرت شیخنا و مرشدنا مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے جو تقریر فرمائی وہ درج ذیل ہے

اطمینان قلب کا قرآنی نسخہ

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ۔ اما بعد

غرض یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کا منشاء یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان اس کی رضا کے ماتحت زندگی بسر کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو تھوڑا سا اختیار دے رکھا ہے اور وہ چاہتے یہ ہیں کہ میں نے اس کو جو اختیار دیا ہے وہ انسان پھر میرے سپرد کر دے۔ انسان مٹی سے پیدا ہونے کے باعث غیر مآل اندیش ہے۔ اس لئے اگر یہ اس اختیار کو اپنے ہی پاس رکھے گا تو اس کو غلط طریقہ سے استعمال کرے گا۔ جس کا لازمی نتیجہ بربادی ہوگا۔ اس لئے اللہ تعالےٰ چاہتے ہیں کہ یہ اس اختیار کو جبر سے نہیں بلکہ خوشی سے پھر میرے سپرد کر دے۔ لا اکراہ فی الدین دین کے معاملہ میں جبر نہیں ہے۔ ایک مثال سے یہ مضمون زیادہ واضح ہو جائے گا۔ ایک شخص کا ایک بچہ ہے جو تیسری جماعت میں پڑھتا ہے۔ وہ جب تیسری جماعت کا امتحان پاس کر لیتا ہے تو باپ بڑا خوش ہوتا ہے اور اس کو پانچ روپے انعام دیتا ہے۔ بچہ اگر یہ روپیہ اپنے پاس رکھے گا تو ایک ہی دن میں ضائع کر دے گا۔ اس لئے باپ اس سے کہتا ہے کہ یہ روپیہ میرے پاس یا اپنی والدہ کے پاس جمع کروا دو اور روزانہ اس میں سے دو چار پیسے خرچ کے لئے لے لیا کرنا۔ اگر بچہ ایسا کرے گا تو یہ روپے کئی ماہ تک چلیں گے۔ اس صورت میں وہ ماں یا باپ سے پوچھ کر خرچ کرے گا۔ مثلاً گرمی کا موسم ہے اور بچہ ماں سے پوچھتا ہے کہ کیا لوں۔ ماں کہے گی کہ ایک آنہ کی دہی لا کر لسی کر لو۔ اگر بچہ والدین کا کہا نہیں مانے گا۔ تو بازار میں پانچ روپے کا نوٹ لے کر جائے گا۔ آگے کوئی ٹھگ مل گیا تو وہ پانچ روپے لے کر ردی کاغذ سے اس کی جیب بھر دے گا۔ یہ جیب بھری ہوئی دیکھ کر خوش ہوگا۔ مگر نقصان کو محسوس نہ کرے گا۔ بعینہٖ اسی طرح انسان کے پیچھے نفس اور شیطان ٹھگ لگے ہوئے ہیں۔ اگر یہ اللہ کے دیئے ہوئے اختیار کو اسی کے سپرد کر دے گا۔ تو اس کی منشاء کے مطابق زندگی بسر کرے گا۔ اس صورت میں اس کا ہر کام عبادت تصور ہوگا۔ اگر اپنی مرضی سے اس اختیار کو استعمال کرے گا۔ تو پھر یہ اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ (کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا۔ جس نے اپنی خواہشات نفسانی کو خدا بنا رکھا ہے) خدا کا بندہ کہلانے کا حقدار نہ ہوگا۔ بلکہ نفس کا بندہ کہلائے گا۔ اللہ تعالےٰ آپ سب کو استقامت عطا فرمائے۔ آمین۔ آپ رات کو عشاء کی نماز پڑھ کر سوتے ہیں صبح اُٹھتے ہیں۔ رفع حاجت کے بعد مسواک کرکے وضو کرتے ہیں۔ اس کے بعد نماز کے لئے مسجد میں آجاتے ہیں۔ مسواک کرنے سے نماز کی قیمت ستر گنا زیادہ ہو جاتی ہے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر مجھے اپنی اُمت پر مشقت کا ڈر نہ ہوتا تو میں ہر نماز میں مسواک لازم قرار دے دیتا۔ وضو سے ناک اور منہ کا تعفن دُور ہو گیا۔ منہ دھویا کسل دور ہو گئی اور ہوش آ

عیسائیوں کے ہاں کھانا جائز ہے

قبیصہ بن ہلب اپنے والد ہلب طائی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نصاریٰ کا کھانا کھانے کے بارے میں سوال کیا (کہ جائز ہے یا ناجائز؟) تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: اس کے کھانے کے بارے میں تمھارے دل میں کوئی خلجان نہیں ہونا چاہیئے۔ تم اس (تنگ نظری اور بیجا شدت پسندی میں) طریقہ نصرانیت سے مشابہ ہوگئے۔ جامع ترمذی

گئی۔ اس صفائی اور پاکیزگی کی حالت کا نام طہارت ہے۔ اس سے طبیعت میں لطافت پیدا ہوتی ہے اور وہ یاد الٰہی کے لئے آمادہ نظر آتی ہے۔ اس کے مقابلے میں ناپاکی کی حالت کا نام حدث ہے۔ یہ طبیعت کو یاد الٰہی کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیتی۔

اگر ہم نے نفس کے ارادے کو اللہ کے سپرد کر دیا تو ہم اس سے کہیں گے کہ اے اللہ تو سلائیگا تو سوئینگے تو جگائیگا تو جاگیں گے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی مراد کے شارح ہیں۔ آپ عشاء کی نماز سے پہلے سونے اور بعد میں باتیں کرنے کو ناپسند فرماتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا یہی مطلب ہے یَکْرَہُ النَّوْمَ قَبْلَھَا وَالْحَدِیْثَ بَعْدَھَا۔ یہ ہے اللہ کا دیا ہوا اختیار اللہ ہی کے لئے سپرد کر دینا۔ کسب معاش کے لئے آپ جو کام چاہیں کریں۔ اللہ تعالیٰ صرف اتنا چاہتے ہیں کہ اے میرے بندے اگر تو جسم کو غذا کھلاتا ہے تو روح کو بھی غذا بہم پہنچا۔ یعنی نماز بھی پڑھ لے۔ پہلے لوگ شام کو دانے بھنا کر کھاتے تھے۔ اب اس وقت چائے پیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سے نہیں روکتے۔ صرف یہ چاہتے ہیں کہ ذکر الٰہی کا پانچ وقتہ پروگرام بھی ساتھ ساتھ نبھتا جائے۔ جب مغرب کے وقت دکان کا دروازہ بند کیا تو پاس ہی مسجد میں جا کر اگر نماز ادا کر لی تو اللہ تعالیٰ خوش ہو جائیں گے رات کو سونا ہے۔ لیکن ممکن ہے کہ صبح کی نماز سے پہلے ہی موت آجائے۔ اس لئے رات کو نماز پڑھ کر سوئیں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ سے معاملہ صاف رہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کا پروگرام ہے

میری ان معروضات کا حاصل یہ نکلا۔ کہ انسان دو قسم کے ہیں۔ پہلی قسم کے وہ لوگ ہیں۔ جنھوں نے اللہ کے دیئے ہوئے اختیار اسی کو سونپ دیئے۔ اللہ تعالےٰ ان کو دن اور رات کی برائیوں سے بچنے کی توفیق دیتے ہیں ان کی زندگی بڑی سوہنی ہے۔ دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے اختیار کو اپنے پاس رکھا اور اس کا غلط استعمال کیا۔ وہ اپنی مرضی سے قدم اٹھائیں گے۔ ان کی زندگی ناکام و نامراد ہے۔ اوّل قسم کے لوگوں کو فرحت و سرور نصیب ہوگا۔ ان کی تمام ضروریات زندگی اللہ اپنے فضل سے پوری کرے گا۔ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (خبردار۔ اللہ ہی کے ذکر سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دین میں اپنے سے اعلیٰ درجہ والے مسلمان کو دیکھو اور دنیا میں اپنے سے ادنےٰ درجے والے کو دیکھو۔

اللہ کے ذکر کی برکت سے ذاکر کو فرحت چین اور سرور حاصل ہوگا۔ یہ اللہ کی طرف سے قبولیت کی علامت ہے۔ وہ روح اور جسم دونوں کے پروگرام پر عمل کرے گا۔ اس لائن پر چلنے والے بڑے خوش نظر آتے ہیں۔ اگر ان سے پوچھا جائے تو وہ کہتے ہیں کہ اللہ کا بڑا فضل ہے۔ دال روٹی مل رہی ہے۔ اس کے مقابلہ میں وہ لوگ ہیں۔ جن کے پیٹ کا دوزخ بھرتا ہی نہیں ان سے پوچھا جائے تو جواب دیں گے ھَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ پیٹ کا دوزخ اللہ کے نام سے بھرتا ہے۔ اگر اللہ کا نام نہ ہو تو پھر پیٹ کسی چیز سے نہیں بھرتا اور ھَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ کی صدا دیتا رہتا ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ دوزخ پر اللہ تعالیٰ اپنا قدم مبارک رکھیں گے تو پھر یہ کہے گی قط قط (بس بس) اگر اللہ کا نام لینے کی توفیق نہ ہو تو چین نہ دولت سے نہ تنخواہ کے بڑھنے سے اور نہ زیادہ سے زیادہ زمین کے رقبہ پر قبضہ جمانے سے حاصل ہوگا۔ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیْشَۃً ضَنْکًا۔ (جو شخص میرے ذکر (قرآن) سے منہ موڑے گا اس کے لئے زندگی تنگ ہوگی۔ ان چیزوں سے چین نہیں ملتا۔ چین فقط اللہ کے نام سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اطمینان اور چین کی زندگی حاصل کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اس قسم کے اللہ کے بندوں کی صحبت اختیار کی جائے اسی لئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ (پابند رکھ اپنے آپ کو (نشست و برخاست میں) ان لوگوں کے ساتھ جو صبح شام اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں (اور) اس کی رضا کے طالب ہیں۔

شراب کی بتدریج حرمت نازل ہونے کا واقعہ

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ شراب کی ممانعت (تدریجاً) تین دفعہ میں کی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو اس زمانہ میں اہل مدینہ شراب پیا کرتے تھے اور جوئے سے حاصل کیا ہوا مال کھایا کرتے تھے، ان دونوں چیزوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا۔ ان کے اس سوال کے جواب میں سورہ بقرہ کی آیت نازل ہوئی: اے پیغمبر! لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں سوال کرتے ہیں، انہیں بتا دیجئے کہ ان دونوں چیزوں میں بہت گناہ ہے اور لوگوں کیلئے کچھ فائدے بھی ہیں اور ان کا گناہ ان کے فائدے سے بڑا ہے۔ (البقرہ: ۲۱۹) تو کچھ لوگوں نے کہا کہ شراب اور جوئے کو مکمل حرام نہیں کیا گیا، وہ اس کے بعد بھی پیتے رہے، یہاں تک کہ ایک دن مہاجرین میں سے ایک صاحب اپنے کچھ ساتھیوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ انہوں نے قرأت میں کچھ غلطی کردی تو شراب کی ممانعت کے سلسلہ میں دوسری آیت نازل ہوئی جو پہلی آیت کے مقابلہ میں سخت تھی: اے ایمان والو! ایسی حالت میں نماز کے پاس بھی نہ جاؤ جب کہ تم نشہ میں ہو تا یہاں تک کہ تمہیں معلوم ہو کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ (النساء: ۴۳) مگر کچھ لوگ اس کے بعد بھی پیتے رہے۔ پھر سورہ مائدہ کی آیتیں نازل ہوئیں جو پہلی آیتوں کے مقابلہ میں زیادہ سخت تھیں: اے ایمان والو! بلاشبہ یہ شراب اور جوا اور بت پانسے (خاص قسم کا جوا) گندی اور ناپاک چیزیں اور شیطانی اعمال میں سے ہیں لہٰذا ان سے پرہیز کرو، تاکہ کامیاب ہو جاؤ، شیطان تو بس یہ چاہتا ہے کہ تمہیں شراب اور جوئے میں پھنسا کر تمہارے درمیان عداوت پیدا کردے اور اللہ کی یاد اور نماز سے تم کو روک دے۔ تو کیا تم باز آؤ گے؟ (المائدۃ: ۹۱،۹۰) جب یہ آیتیں نازل ہوئیں تو ان لوگوں نے کہا اے ہمارے پروردگار! ہم باز آگئے۔

مجلس ذکر

مرتبہ چوہدری عبدالرحمن صاحب

آج مورخہ ۵ ذیقعدہ ۱۳۷۴ھ مطابق ۷ جولائی ۱۹۵۵ء مجلس ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے جو تقریر فرمائی وہ درج ذیل ہے۔

اچھی اور بُری صحبت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد عرض یہ ہے کہ ذکر جمعرات کو ایک ہی دفعہ ہوتا ہے۔ احباب دور دور سے تشریف لاتے ہیں۔ میرے ذمے اللہ تعالیٰ نے ان کی تربیت کا فرض عائد کر دیا ہے۔ اس سلسلے میں میں جو کچھ ان کی تربیت کے لئے عرض کرتا ہوں اس کو میں اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ میرا کام ہے آپ کی رہنمائی کرنا اور آپ کے ذمے ہے کہ جو کچھ میں عرض کروں اس کو غور سے سننا دل پر لکھ کر لے جانا اور عمل کرنا۔ انشاء اللہ نجات ہو جائے گی۔

صحبت دو قسم کی ہوتی ہے ایک اچھی اور دوسری بری۔ اچھی صحبت اچھے نتائج پیدا کرتی ہے اس سے اخلاق سنور جاتے ہیں اور مستقبل درست ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو ایسی صحبت نصیب کرے جس سے یہ نتائج پیدا ہوں۔ بری صحبت میں عاقبت برباد ہو جاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مثال میں اچھی اور بری صحبت کے نتائج کو واضح فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اچھی صحبت کی مثال ایسی ہے۔ جیسے عطر فروش کی دکان ہو جو شخص اس دکان میں جائے گا تو وہ اگر عطر نہ بھی خریدے گا تو کم از کم اس کی خوشبو تو ضرور سونگھے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بری صحبت کو لوہار کی بھٹی سے تشبیہ دی ہے۔ ایسی دکان میں جانے والا اگر کچھ لے گا نہیں تو کپڑے ضرور جلا کر آئے گا۔

خواجہ معین الدین چشتیؒ فرماتے ہیں کہ صحبت نیکاں بے حد نیکی و صحبت بداں بد از بدی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نیکوں کی صحبت میں پہنچائے۔ اولیاء کرام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مسند نشین ہوتے ہیں۔ ان کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) علمائے کرام (۲) صوفیائے عظام، علمائے کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلیم کتاب کا فرض ادا کرتے ہیں۔ وہ بھی حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مسند نشین ہیں۔ صوفیائے عظام تزکیہ کا فرض ادا کرتے ہیں۔ وہ قرآن کا رنگ چڑھاتے ہیں۔ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مسند نشین ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خیار عباد اللہ اذا رأوا ذکر اللہ خدا کے نیک بندے وہ ہیں کہ جب انھیں دیکھا جائے تو خدا یاد آ جائے۔ اس قسم کے اللہ کے بندوں کے کمالات کا عکس پڑتا ہے۔ ان کی صحبت میں جانے سے دل چاہتا ہے کہ اللہ اللہ کریں۔ دل دنیا سے برگشتہ ہو جاتا ہے۔ اس چیز کو ساڑھے تیرہ سو سال پیچھے لے جایئے۔ اور اندازہ کیجئے کہ حضورؐ کی صحبت با برکت میں کتنا اثر پڑتا ہوگا۔ آپ کی صحبت میں سب کچھ وہبی طور پر حاصل ہو جاتا تھا۔ اب سب کچھ کسباً حاصل کرنا پڑتا ہے۔ اس کے لئے نیکوں کی صحبت بے حد ضروری ہے۔ بدوں کی صحبت میں جا کر اور نہیں تو بری باتیں ہی سنے گا۔ نیکی اور بدی کی سمجھ بھی سیکھے بغیر نہیں آتی۔ ہمارے ہاں عام طور پر نیک کی تعریف یہ ہے کہ لٹیں بڑھی ہوئی ہوں، اور گیروے رنگ کے کپڑے زیب تن ہوں ایسے شخص کو نیک کہا جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ سرتا پا شیطان ہو۔ میاں محمد عیسیٰ صاحب کریم میاں علی جو اس مجلس میں موجود ہیں۔ وہ تبلیغ کے سلسلے میں ایک گاؤں گئے۔ جس شخص کے گھر میں مہمان تھے۔ اس کے ہمسایوں میں ایک پیر آیا ہوا تھا۔ اس ہمسائے نے ان کو بتلایا کہ میرا پیر اناج نہیں کھاتا۔ صبح سے دو مرغ پکوا کر کھا بیٹھا ہے۔ زبردستی حلوہ بھی پکوا کر کھا چکا ہے اور ساتھ یہ بھی کہتا ہے کہ بارہ روپے نذرانہ دو گی تو جاؤں گا۔ میں ایک دفعہ سندھ گیا تو ایک دوست نے وہاں کے پیر کا قصہ سنایا۔ پیر صاحب کے مریدوں میں عام طور پر یہ مشہور تھا کہ ہمارے پیر صاحب کی کرامت یہ ہے کہ پاخانہ نہیں

کرتے۔ اس شخص کا بیان ہے کہ میں نے پیر صاحب کو رات کو پلاؤ کھلایا اور سوتے وقت خوب کڑھا ہوا دودھ پلا دیا اور اُن کو ایک کمرے میں سُلا کر دروازہ مقفل کر دیا۔ اُسے جب حاجت ہوئی تو بہت کوشش کی مگر باہر نہ نکل سکا۔ اینٹیں بھی اکھاڑنے کی کوشش کی آخرکار باورچی خانے میں جا کر پاخانہ کر دیا۔ میں نے سب کو بلا کر اُن کے مریدوں کے غلط پراپیگنڈے کا راز فاش کر دیا۔

نیکی کے لئے سب سے پہلی شرط اتباعِ شریعت ہے۔ جو متبع شریعت نہیں اُسے ہم نیک نہیں کہہ سکتے اور وہ شخص کم از کم مسلمانوں کا مذہبی مقتدا نہیں ہو سکتا۔

اتباعِ شریعت کا مطلب یہ ہے کہ ارکانِ خمسہ اسلام کا پابند ہو۔ یعنی کم از کم نماز روزہ وغیرہ کا پابند ہو اور محرمات سے اجتناب کرتا ہو۔ مثلاً سود نہ لیتا ہو۔ شراب نہ پیتا ہو۔ یہ اتباعِ شریعت کی بسم اللہ ہے۔ اس کے اوپر اور مدارج بھی ہیں جن کی صحبت میں جانیکا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ ان کا ذکر قرآن پاک میں آتا ہے۔ واصبر نفسك مع الذين يدعون ربهم..... الآیہ

یہ وہ لوگ ہیں جو صبح و شام اللہ کی یاد میں شاغل رہتے ہیں اور ان کی زندگی کا مقصد فقط رضائے الٰہی ہے۔

انسان دو قسم کے ہیں بعض کو رضائے الٰہی مقصود ہوتی ہے۔ اس قسم کے حضرات فرماتے ہیں کہ عامۃ الناس کی مجلس میں بیٹھنے سے تنہا بیٹھنا بہتر ہے اور تنہا بیٹھنے سے اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھنا بہتر ہے۔ دہلی کے ایک مجذوب کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ ان کی طبیعت پر قبض طاری ہو گئی۔ دیوبند چلے گئے اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ کے پاس بیٹھ کر ان کے پاؤں دبانے لگے۔ زبان سے کچھ نہیں بولے۔ صرف پاؤں دبانے سے قبض رفع ہو گئی اور ہنستے ہنستے واپس آ گئے۔ اپنے اندر فطرۃ کا نور سلامت ہو تو کامل کی صحبت میں بیٹھنے سے ادھر سے کرنٹ آتی ہے۔ موجودہ زمانے میں اس قسم کے حضرات میں حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی ہیں۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ سب کو بری صحبت سے بچنے اور اچھی صحبت سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

مسلمان کے ذبح کیے ہوئے گوشت میں وہم نہیں کرنا چاہیے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں عرض کیا کہ ہمارے ہاں کچھ ایسے لوگ ہیں کہ ان کا شرک کا زمانہ قریب ہی کا ہے (یعنی قریبی زمانہ کے نومسلم ہیں اور ابھی ان کی اسلامی تعلیم و تربیت نہیں ہو سکی ہے) وہ ہمارے پاس گوشت لاتے ہیں، ہم نہیں جانتے کہ ذبح کرتے وقت وہ اللہ کا نام لیتے ہیں یا نہیں (تو اس صورت میں وہ گوشت کھائیں یا نہیں؟) آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ تم اللہ کا نام لو اور کھالو۔ صحیح بخاری

خدام الدین لاہور (۶) ۲۲ر جولائی ۱۹۵۵ء

مجلس ذکر

مرتبہ چوہدری عبدالرحمن صاحب

آج مورخہ ۲۲ر ذیقعد ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۴ر جولائی ۱۹۵۵ء مجلس ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے جو تقریر فرمائی ۔ وہ درج ذیل ہے

عُجب (خودپسندی) اور اس کا علاج

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی ۔ اما بعد ۔ عرض یہ ہے کہ امراض دو قسم کے ہوتے ہیں ۔ ۱ ۔ جسمانی امراض ۲ ۔ روحانی امراض ۔ امراض جسمانی کا احساس تو مؤمن و کافر ۔ مواحد و مشرک ۔ نیک و بد ۔ اللہ کے محب اور عدو ہر ایک کو ہوتا ہے ۔ مثلاً بخار ۔ دردسر ۔ نزلہ زکام وغیرہ مواحد و مشرک سب کو ہوتا ہے ۔ لیکن روحانی امراض کا احساس ہر مسلمان کو بھی قرآن کی تعلیم اور اولیاء کرام کی صحبت کے بغیر نہیں ہوتا ۔ مدت مدید تک اولیاء کرام کی صحبت نصیب ہو ۔ تو روحانی امراض سے شفا ہوتی ہے اس لئے اللہ تعالٰے نے فرمایا ہے ۔ واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغدٰوۃ والعشی ۔ واصبر امر کا صیغہ ہے ۔ اور الامر للوجوب عندنا (اے عندالاحناف) یہ وہ حضرات ہیں جن کی زندگی کا مقصد نہ زیب و زینت کرنا ۔ نہ ڈگریاں حاصل کرنا ۔ نہ گریڈ بڑھانا ۔ نہ تجارت کو فروغ دینا اور نہ زمین کا رقبہ بڑھانا ہوتا ہے ۔ وہ صرف یاد الٰہی اور خلق خدا کی اصلاح میں صبح و شام مصروف رہتے ہیں ۔ یہ ان کی زندگی کا نصب العین ہوتا ہے ۔ جو شخص صبح و شام یاد الٰہی کرے گا ۔ وہ باقی اوقات میں بھی اس سے غافل نہ رہے گا ۔ اگر گنا دونوں طرف سے میٹھا ہوگا ۔ تو درمیان میں بھی ضرور میٹھا ہوگا ۔ وہ یہ نہیں کرتے کہ چونکہ فلاں شخص چیف انجینیر ہے ۔ اس لئے میں بھی چیف انجینیر بن جاؤں فرماتے ہیں ۔ تیری آنکھوں کی ٹکٹکی اسی قسم کے اللہ والوں پہ لگی رہے ۔

قرآن کی صحبت میں روحانی امراض کا علم ہو جاتا ہے ۔ جن کا قرآن حال ہو ۔ ان کی صحبت میں وہ دور ہو جاتے ہیں ۔ بعض صرف صاحب قال ہوتے ہیں ۔ ہر ایک صاحب حال نہیں ہوتا ۔ بعض حضرات جامع ہوتے ہیں ۔ ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

شیخ الاسلام حضرت مولینا سید حسین احمد صاحب مدنی جامع ہیں ۔ جب حدیث شریف کا سبق پڑھاتے ہیں ۔ تو بڑے بڑے عالم اور فاضل سبق میں شرکت کو اپنے لئے باعث سعادت خیال کرتے ہیں ۔ حضرت مولینا عبداللہ فاروقی فرماتے ہیں ۔ کہ میں جب حج کے لئے گیا ۔ تو حضرت شیخ الاسلام مدینہ منورہ میں پہلے ہی موجود تھے ۔ میں جب مدینہ منورہ گیا ۔ تو مجھے لینے کے لئے شہر سے باہر تشریف لائے ۔ میں نے عرض کی ۔ کہ حضرت کیسے تشریف لائے ۔ فرمانے لگے ۔ تمہیں کیوں بتلاؤں کہ کس لئے آیا ہوں ۔ تھوڑی دیر بعد فرمانے لگے "پان دان گم کر آئے ہو نا" میں نے جب عرض کی کہ حضرت ملیگا بھی تو فرمایا "ہاں ہاں مل جائے گا" وہ ماضی کا اور یہ حال کا کشف ہے ۔

کافر و مشرک تو بجائے خود رہے ۔ مسلمانوں کو بھی تعلیم قرآن کے بغیر امراض روحانی کا احساس نہیں ہوتا ۔ وہ بیمار ہوتے ہیں ۔ مگر بیماری کا احساس نہیں ہوتا ۔ مرنے کے بعد احساس ہوگا ۔

کبر ۔ عُجب ۔ حسد ۔ جاہ طلبی اور زرطلبی وغیرہ امراض روحانی ہیں ۔ جن کا احساس علم دین پڑھنے کے بعد بھی نہیں ہوتا جب تک کامل کی صحبت میسر نہ آئے ۔ کامل کی صحبت میں امراض روحانی سے انسان شفایاب ہو جاتا ہے ۔ اسی لئے کسی نے کہا ہے ؎

صدقے میں تیرے ساقی مشکل آسان کر دے
ہستی میری مٹا دے خاک بے جان کر دے

آج میں عُجب کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں عُجب کو فارسی میں خودپسندی کہتے ہیں ۔ اس کے یہ معنی ہیں ۔ کہ ہر کام کو اپنی محنت کا نتیجہ سمجھا جائے اللہ کے فضل کا نتیجہ نہ سمجھے ۔ مثال کے طور پر عرض کرتا ہوں ۔ کہ اگر کسی شخص کے بیٹے پر قتل کا مقدمہ بن جائے ۔ اور اللہ تعالٰے کے فضل سے وہ بری ہو جائے ۔ تو اس کے بے دین لواحقین یہ نہیں کہتے کہ مقدمہ تو بڑا سخت تھا ۔ مگر اللہ تعالٰے کے فضل سے لڑکا بری ہو گیا ۔ بلکہ وہ یہ کہتے ہیں ۔ کہ مقدمہ تو بڑا سخت تھا ۔ مگر ہم نے روپیہ پانی کی طرح بہا دیا ۔ وکیل جو مقدمہ کی پیروی کے لئے کھڑا کیا گیا ۔ سارے پنجاب بلکہ پاکستان میں بھی اس کا جواب نہیں ہے ۔ لائل پور اور لاہور کو ہم نے ایک کر دیا ۔ اگر صبح لائل پور تھے ۔ تو شام کو لاہور ۔ اگر دن لاہور میں گزارا ۔ تو رات لائل پور میں بسر کی اللہ کا نام درمیان میں کہیں نہیں آیا ۔ حالانکہ روپیہ جو پانی کی طرح بہایا گیا تھا ۔ وہ کہاں سے آیا ؟ یہ اللہ کے فضل سے ملا تھا ۔ صحت جسمانی جس کی بناء پہ لاہور اور لائل پور کو ایک کر دیا تھا ۔ وہ بھی تو اللہ کا فضل ہے ۔ عقل ۔ بینائی ۔ غرضیکہ جو کچھ بھی ہے ۔ سب اللہ کا فضل ہے ۔ ہمارا کچھ بھی نہیں ۔ حتّٰی کہ ہمارا وجود بھی اپنا نہیں ہے ۔

فضل کے معنی یہ ہیں ۔ کہ ہم نے اللہ کو کچھ نہیں دیا ۔ اور اس نے ہم کو سب کچھ دیا ۔ اور مفت دیا ۔ مندرجہ بالا مقدمہ قتل کے متعلق اللہ والے یہی کہیں گے ۔ کہ مقدمہ تو بڑا سخت بن گیا تھا ۔ مگر اللہ نے فضل کر دیا ۔

میری ذاتی رائے ہے ۔ کہ عُجب میں ایک طرح کی شرک کی بو آتی ہے ۔ اللہ کے فضل کو اپنی طرف منسوب کرنا شرک ہے ۔ ارشاد ہے ۔ ان یمسسک اللہ بضر فلا کاشف لہ الا ھو ۔ یعنی اللہ تعالٰے کے سوا کوئی تکلیف کو دور نہیں کر سکتا

آئندہ کے لئے احباب سے عرض کرتا ہوں ۔ کہ عُجب سے حتی الوسع بچنے کی کوشش کریں ۔ اللہ تعالٰے مجھے اور آپ کو عُجب سے بچائے ۔ عُجب کیوں ہو ؟ جب سب کچھ اللہ کا دیا ہوا ہے ۔ ہمارا درمیان میں کچھ نہیں ۔ اگر ہمیں تنخواہ ملتی ہے ۔ تو یہ اللہ کا فضل ہے ۔ اگر زمیندار گھر میں دانے لائے ۔ تو وہ یہی کہے کہ اے اللہ یہ تیرا فضل ہے ۔

عُجب عمل کو کھا جاتا ہے ۔ اسی قسم کے لوگوں کے متعلق اللہ کا ارشاد ہے ۔ قل ھل ننبئکم بالاخسرین اعمالا الذین ضل سعیھم فی الحیوۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا ○*

خدام الدین لاہور (۱۱) ۲۹ جولائی ۱۹۵۵ء

مجلسِ ذکر

مرتبہ :- چوہدری عبدالرحمن خاں صاحب

آج مورخہ ۲۹ ذیقعد ۱۳۷۴ھ مطابق ۲۱ جولائی ۱۹۵۵ء مجلس ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے جو تقریر فرمائی وہ درج ذیل ہے :-

الحمد للّٰہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ - اما بعد -

عرض یہ ہے کہ آپ کو معلوم ہے - میں ہمیشہ عرض کرتا رہتا ہوں - کہ انسان کے اندر دو چیزیں ہیں - روح اور جسم حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اصطلاح میں ان کا نام ملکیت اور بہیمیت ہے - حقیقت میں انسان روح کا نام ہے - انسان اگر جسم کا نام ہوتا - تو مرنے والے کا سارا جسم پاؤں کے ناخن سے سر کے بالوں تک موجود ہوتا ہے - مگر گھر والے اسکو جلدی قبر تک پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں - اس کے علاوہ ماں روتی ہے - کہ میرا بیٹا مر گیا - بیوی روتی ہے - کہ میرا خاوند مر گیا - بچے روتے ہیں - کہ ہمارا ابا مر گیا - مر کون سی چیز گئی - معلوم ہوتا ہے کہ اندر جو روح تھی - وہی انسان نظر آتی تھی - یہ انسان کی لاش ہے

جس طرح جسم کی تکمیل کے لئے مدارج ہیں - پہلے بچپن کا زمانہ ہوتا ہے - ۵ - ۶ سال کی عمر تک کا زمانہ ہے - اس کے بعد طفولیت کا زمانہ آتا ہے - یہ بالغ ہونے تک کی عمر ہے پھر جوانی اور آخر میں بڑھاپا - جوانی کا زمانہ ۱۶ - ۱۷ سال سے ۲۹ سال تک ہے - جب انسان مکمل جوان ہو جاتا ہے - ۲۵ سے ۴۰ تک جوانی کا دور رہتا ہے - ۴۰ کے بعد انحطاط شروع ہوتا ہے اس میں ابتداء - وسط اور انتہا سب دور آ گئے

اسی طرح روحانیت کے لئے بھی چار مدارج ہیں ٭ ۱ - خشیت الٰہی - ۲ - ایمان - ۳ - اسلام ۴ - احسان پہلے خشیت الٰہی پیدا ہوتا ہے - اس سے ایمان پیدا ہوتا ہے - ایمان اس لئے لاتا ہے - کہ اللہ ناراض ہو گا - اور مارے گا - اسی لئے اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں - فذکر بالقران من یخاف وعید (قرآن کے ذریعہ اس کو نصیحت کیجئے - جو عذاب سے ڈرتا ہے)

دوسری جگہ فرماتے ہیں - انما تنذر من اتبع الذکر وخشی الرحمن بالغیب - (سوائے اس کے نہیں - کہ آپ اس کو ڈرا سکتے ہیں - جو بن دیکھے خدا سے ڈرتا ہے)

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے - واما من خاف مقام ربہ ونھی النفس عن الھوی فان الجنۃ ھی الماوی - واما من طغی واثر الحیوۃ الدنیا فان الجحیم ھی الماوی (جو اللہ کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا اور اپنے نفس کو خواہشات نفسانی سے روکے رکھا - اس کے لئے بے شک جنت ٹھکانہ ہے - اور جس نے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کے پیچھے لگا رہا اس کا ٹھکانا جہنم ہو گا) بچے اس لئے سبق یاد کرتے ہیں - کہ اگر یاد نہ کیا - تو استاد مارے گا - خدا کا ڈر ہو - تو ایمان نصیب ہوتا ہے

خوف خدا قرآن کی تعلیم سے پیدا ہوتا ہے

اولیاء کرام فرماتے ہیں - طالب الدنیا مونث طالب العقبیٰ مخنث - وطالب المولیٰ مذکر زیب و زینت عورت کی فطرت ہے - انھوں میں مہندی لگی ہوئی ہو - ہونٹ سرخ ہوں - تیل لگا ہوا ہو کنگھی پٹی کی ہوئی ہو - زیورات سے لدی ہوئی ہو - عورت ان چیزوں کو پسند کرتی ہے - اسی لئے دنیا کے طالب کو اللہ والے عورت سے تشبیہ دیتے ہیں - کہ وہ بھی سوٹ - کنگھی پٹی - موٹر - کوٹھی وغیرہ وغیرہ میں پھنس کر مقصد زندگی بھول جاتے ہیں - ان کے نزدیک یہ چیزیں ضرور ہوں - خواہ اندر ایمان ہو یا نہ ہو - طالب عقبیٰ اللہ والوں کے نزدیک مخنث ہیں - وہ دودھ کی نہریں حوریں اور دوسری نعمتوں کے باعث خدا کو یاد کرتے ہیں -

حقیقت میں طالب مولیٰ ہونا ہی روحانیت کا کمال ہے - بہشت یا اس کی نعمتیں مقصود بالذات نہیں - یہ تو نزلاً من غفور الرحیم ہے - یعنی اللہ کی طرف سے اپنے نیک بندوں کے لئے مہمانی کے سامان ہیں - مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ ایک شخص حضور نظام حیدرآباد دکن سے ملنا چاہتا تھا - پہلے ان کے کسی مصاحب خاص کو لکھیگا - وہ نظام صاحب سے دریافت کر کے ان کو لکھدیگا - کہ آپ آ جائیے - یہ شخص جب حیدرآباد (دکن) کے اسٹیشن پر پہنچیگا - تو نظام صاحب خود اس کے استقبال کے لئے وہاں موجود نہ ہوں گے - بلکہ ان کا کوئی نمائندہ ان کو لے جا کر مہمان خانہ میں پہنچا دے گا - اس دن سے اس کا وظیفہ شروع ہو جائے گا - ملاقات تو ممکن ہے - کئی دن بعد ہو - اسی طرح اللہ اپنے معزز مہمانوں کو پہلے بہشت میں پہنچا دیتے ہیں مگر ملاقات فقط جمعہ کے دن ہوتی ہے

خشیۃ الٰہی کے بعد ایمان حاصل ہوتا ہے - اس سے احکام الٰہی کی تعمیل کا دل میں ارادہ پیدا ہوتا ہے - اسی ارادہ کا نام ایمان ہے - استاد کی مار کا ڈر ہو تو بچے سبق یاد کرتے ہیں - اول خوف خدا اور پھر ایمان پیدا ہوتا ہے - احکام الٰہی کی دو قسمیں ہیں - ۱ - قرآن یعنی وحی متلو یا جلی - ۲ - احادیث یعنی وحی غیر متلو یا خفی قرآن بھی اس کا - اور وما ینطق عن الھوی کے ماتحت احادیث کا مجموعہ بھی اسی کا القا کیا ہوا ہے -

ایمان کے بعد تیسرا درجہ اسلام کا ہے - اگر اسلام کی بنیاد ایمان پر نہ ہو - تو ایسا اسلام بارگاہ الٰہی میں مقبول نہیں - بلکہ مردود ہے -

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ (سورہ المنفقون ۶۳ پارہ ۲۸)

منافقین کے دل میں چونکہ ایمان نہیں ہے اس لئے وہ سچی بات بھی کہتے ہیں - تو اللہ تعالےٰ ان کو جھوٹا کہہ رہے ہیں - اس کی مثال یوں سمجھئے - بعض اوقات درخت کی جڑ خشک ہو جاتی ہے - مگر تنے پتے اور شاخیں سرسبز ہوتی ہیں - مالی ایسے درخت کو اکھاڑ کر پھینک دیتا ہے - اور اس کی جگہ ایک ٹہنی لگا دیتا ہے - جو کئی سال بعد درخت بنے گی - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے - اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَلَا اِلٰی اَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ (بے شک اللہ تعالیٰ نہ تمہاری صورتوں اور نہ تمہارے مالوں کو دیکھتا ہے - بلکہ وہ تو تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے) اگر دل میں ایمان نہیں تو عمل مقبول نہیں - منافقین کے دل میں انک لرسول اللہ نہیں ہے - اسلئے اللہ ان کو جھوٹا کہہ رہا ہے -

ایمان کا نتیجہ اسلام ہے - جڑ خشک ہو تو درخت ہرا بھرا رہ ہی نہیں سکتا - منافقین کے دلوں میں ایمان نہ تھا - اس لئے وہ کفار اور مشرکین کے برابر سمجھے جاتے تھے -

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

مسلمان کے لیے شراب رکھنا جائز نہیں

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے یہاں کچھ شراب تھی جو ایک یتیم بچہ کی ملکیت تھی تو جب سورہ مائدہ (کی آیت میں شراب کی حرمت) نازل ہوئی تو میں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے اس شراب کے بارے میں پوچھا کہ اب اس کا کیا کیا جائے؟ اور میں نے یہ (بھی) عرض کر دیا کہ وہ ایک یتیم بچہ کی ملکیت ہے، تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ: اس کو پھینک دیا جائے اور بہا دیا جائے۔ (یعنی آپ نے یہ گوارا نہیں فرمایا کہ کسی مسلمان کی ملکیت میں شراب موجود ہو، چاہے وہ یتیم ہی کیوں نہ ہو۔) جامع ترمذی

بقیہ مجلس ذکر

صحبت کا عکس پڑتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغداۃ والعشی الایۃ۔ صحبت میں بیٹھنے سے طبیعت پر اثر پڑتا ہے۔ ع

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

پہلے زمانہ میں عورتیں اپنے لڑکوں سے کہا کرتی تھیں۔ کہ بیٹا عمر رسیدہ لوگوں کے پاس بیٹھا کرو۔ تاکہ وہ جب اپنے تجربات بیان کریں تو ان کو سن کر تمہیں عقل آئے۔ ایمان پر اسلام کا ترتب ہوتا ہے اور اسلام کا نتیجہ احسان ہے احسان کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک (خدا کی عبادت اس طرح کر کہ گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے۔ کیونکہ اگر تو اس کو نہیں دیکھتا وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے) گویا احسان شرف حضوری ہے۔ اندھا اگر بیٹا سے باتیں کرے۔ اگر وہ اس کو دیکھتا نہیں یقین تو ہے کہ کوئی موجود ہے۔ ایاک نعبد وایاک نستعین۔ یہاں مخاطب کون ہے۔ اللہ کی ذات مخاطب ہے۔ اس طرح نماز میں جو لذت آتی ہے اس کی ترجمانی الفاظ میں نہیں ہو سکتی یہ کیف ہے۔ جہاں پانی مسلسل گرتا رہتا ہے۔ وہاں پہلے سبزہ اور پھر پیپل کا درخت اگ آتا ہے۔ اوپر کی منزل میں یا کنوئیں کے اندر کوئی پیپل بوتا نہیں۔ مگر وہاں پانی کے مسلسل گرتے رہنے سے اگ آتا ہے۔ اسی طرح نیکوں کی مسلسل صحبت اور ان کی باتیں سن کر انسان کی طبیعت نیکی کی طرف راغب ہو جاتی ہے۔ خوف خدا پیدا ہو جائے۔ تو طبیعت خود بخود اعمال صالحہ کے لئے آمادہ ہو جاتی ہے۔ اس کے لئے طریق کار یہی ہے کہ صحبت ہو۔ صحبت میں رنگ چڑھتا ہے۔

دنیا میں انسانوں کے مختلف نصب العین ہیں بعض کا نصب العین کوٹھی اور موٹر ہوتا ہے۔ بعض کا زمین۔ اور بعض کا گریڈ بڑھانا۔ اللہ کے بعض بندوں کا نصب العین فقط رضائے الٰہی ہوتا ہے۔ ان کی زندگی کا مقصد اللہ کے دین کی اشاعت ہوتا ہے۔ ان کی خواہش یہ ہوتی ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ ان کے ذریعہ سے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو ہدایت عطا فرمائے تاکہ الدال علی الخیر کفاعلہ کے ماتحت ان لوگوں کے اعمال صالحہ سے ان کو حصہ ملے۔ اور ان کی نجات کی صورت بن جائے۔ حضورؐ کا ارشاد ۱۴

۱۴ ہے۔ کہ میری اور تمہاری مثال اس طرح ہے۔ کہ تم زبردستی جہنم میں گرنا چاہتے ہو۔ اور میں تمہیں کمروں سے پکڑ کر پیچھے ہٹا رہا ہوں۔ ہم مطلق تصوف کے قائل نہیں۔ ہم تو اس تصوف کے حامی ہیں۔ جو اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ کا غلام ہو۔ جو صوفی یا عالم اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ کی طرف دوڑتا نظر آئے گا۔ ہم تو اس کے پیچھے دوڑیں گے۔ بعض مسلمانوں کو پیر ایسے ملتے ہیں جو پاؤں میں گھنگھرو باندھ کر اپنے مریدوں کو نچاتے ہیں۔ اس قسم کے پیروں کی صحبت میں عبادت کی توفیق بھی نہیں رہتی۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو استقامت عطا فرمائے۔ آمین

آخر میں اپنی ساری تقریر کا خلاصہ عرض کرتا ہوں۔ روحانیت کی تکمیل کے لئے ابتداء میں خوف خدا آخر میں شرف حضوری اور درمیان میں ایمان اور اسلام کی ضرورت ہے۔

مجلسِ ذکر

آج ۹ مورخہ ذی الحجہ ۱۳۷۴ھ مطابق ۲۸ جولائی ۱۹۵۵ء ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب دامت برکاتہم نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

★ مرتبہ چوہدری عبدالرحمٰن خان صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مرض تطفیف اور اُس کا علاج

الحمد للہ و کفٰی و سلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی۔ اما بعد

عرض یہ ہے کہ بیعت کا تعلق اصلاح باطن کے لئے ہوتا ہے۔ باطن کی اصلاح ہر جگہ نہیں ہو سکتی۔ لاہور میں بے شمار تعلیم گاہیں موجود ہیں لیکن وہاں اصلاح باطن نہیں ہوتی۔ اگر امراض روحانی سے شفا نہ ہوئی تو یہ امراض قبر کو جہنم کا گڑھا بنا دیں گی۔ قیامت کے دن تڑپائیں گی اور جہنم میں پہنچائیں گی۔ اس کے بعد اگر ایمان سلامت ہوگا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے نکل آئیں گے۔

سورۃ الجمعہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض اربعہ کا ذکر آتا ہے۔ اور جگہ بھی ان کا ذکر آتا ہے۔ سورۃ الجمعہ میں ارشاد ہوتا ہے۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ

(اللہ تعالٰی) وہ ہے جس نے ان پڑھوں میں انھیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کو اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو (امراض باطنی سے) پاک کرتا ہے۔ اور ان کو کتاب (قرآن) اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالٰی سے بذریعہ جبرائیل علیہ السلام قرآن کی آیات لے کر خلق خدا کو پہنچا دیتے ہیں۔ یہ تلاوت آیات ہے۔ صحابہ کرام کو آپ تعلیم قرآن بھی دیتے تھے۔ ان دونوں فرائض میں فرق ہے۔ تلاوت آیات تو یہ ہے کہ آیات امت کو پڑھ کر سنا دیں۔ تعلیم کتاب میں مطلب سمجھانا اور متعلم کے شکوک و شبہات کا دور کرنا شامل ہے چنانچہ قرآن مجید میں کئی جگہ صحابہ کرام کے سوالات کا ذکر آتا ہے کبھی بتامٰی کے متعلق سوال کرتے ہیں (یسئلونک عن الیتٰمٰی) کبھی راہ خدا میں خرچ کرنے کے متعلق پوچھتے ہیں (یسئلونک ماذا ینفقون)

اسی طرح روایات میں ان کے سوالات کا ذکر آتا ہے مثلاً ایک صحابی دربار نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں حاضر ہو کر نجات کے پروگرام کے متعلق پوچھتا ہے (ما النجاۃ) ان سوالات کے جوابات قرآن و حدیث میں محفوظ ہیں۔ یہ تعلیم کتاب کا فرض ادا ہو رہا ہے۔

اس کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دانش کی باتیں بھی سکھاتے اور تزکیہ نفس بھی فرماتے تھے۔ نبوت کے سوا آپ کے تمام کمالات منتقل ہوتے ہوئے آ رہے ہیں۔ اور ان کمالات کے حاملین اب تک رہے ہیں۔ اب بھی موجود ہیں اور قیامت تک رہیں گے۔ انھیں کی برکت سے آج تک اسلام زندہ اور تابندہ ہے۔ حفاظ مکاتب بچوں کو ناظرہ قرآن مجید پڑھاتے ہیں۔ یہ تلاوت آیات کا فرض انجام دیتے ہیں علمائے کرام تعلیم قرآن کا اور اولیا کرام تزکیہ نفس کا فرض ادا کر رہے ہیں۔ ان کی صحبت میں امراض باطنی دور ہو جاتے ہیں۔ بشرطیکہ شیخ کامل اور طالب صادق ہو اور عقیدت۔ ادب اور اطاعت میں فرق نہ آنے پائے ورنہ ؎

تہیدستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را

حضور کی صحبت میں رہ کر عبداللہ ابن ابی جہنم کا ایندھن اسی لئے بنا کہ اس کو آپ سے نہ عقیدت تھی۔ نہ ادب اور نہ اطاعت کرتا تھا۔

جسمانی ہو یا روحانی۔ بیماری اندر ہوتی ہے اور اس کے اثرات باہر ہوتے ہیں۔ صحابہ کرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہاتھ دیا اور آپ کی نظر کیمیا اثر کی برکت سے تمام امراض روحانی سے پاک ہو گئے۔ حضرت عمرؓ کے بے شمار مناقب ہیں۔ مثلاً حضور فرماتے ہیں۔ کہ اگر میرے بعد نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتے۔ مزید فرمایا کہ عمرؓ جس راستہ سے گذرتا ہے شیطان وہ راستہ چھوڑ دیتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پہنچ کر

ہستی فنا ہوگئی۔

اہلسنت والجماعت کا ایمان ہے کہ ساری امت میں صدیق اکبرؓ کے بعد عمرؓ کا درجہ ہے۔ آنحضرتؐ نے اسلام کا پودا لگایا۔ صدیق اکبرؓ نے اس کی آبپاشی کی۔ عمرؓ کے زمانہ میں اس کی تکمیل ہوئی۔ اس کے باوجود حضرت حذیفہ بن یمانؓ سے دریافت کرتے ہیں کہ میرا نام منافقین کی فہرست میں تو نہیں۔ ایک دفعہ ابوموسیٰ اشعریؓ سے باتیں فرما رہے تھے۔ دوران گفتگو میں فرمایا کہ ہم نے حضور کے زمانہ میں جو کام کئے آپؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس پر صاد کر دی۔ اگر اللہ تعالٰی ہم کو ان کاموں کا اجر دے اور آپؐ کے بعد جو کام کئے ان پر گرفت نہ کرے اور اس طرح پاڑ جھاڑ ہو جائے۔ تو میں سمجھوں گا کہ یہ سستا سودا ہے۔

آپؓ بادشاہ اسلام ہیں۔ اور بیت المقدس کا قبضہ حاصل کرنے کے لئے تشریف لے جا رہے ہیں مگر پیرہن مبارک میں تیرہ پیوند لگے ہوئے ہیں۔ غلام کے متعلق کہیں نہیں آتا کہ اس کے بھی کرتہ میں پیوند لگے ہوئے تھے۔ رات کو مدینہ منورہ میں پہرہ بھی خود ہی دیتے ہیں۔

ایک بڑھیا کی رات کو خدمت کیتے ہیں تو وہ کہتی ہے کہ خلیفہ تو تجھے ہونا چاہئے تھا۔ ایک دفعہ رات کو گشت فرماتے ہوئے ایک ایسے خیمہ کے پاس پہنچے جہاں سے بچوں کے رونے کی آواز آ رہی تھی۔ ان کی والدہ سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ بچے بھوک کے مارے رو رہے ہیں۔ گھر میں پکانے کے لیے کچھ موجود نہیں۔ مگر بچوں کی ماں نے پانی کی دیگچی آگ پر چڑھا رکھی ہے کہ شاید بچوں کا دل اس طرح بہل جائے۔ اور وہ کسی نہ کسی طرح سو جائیں۔ حضرت عمرؓ یہ سب ماجرا دیکھنے کے بعد واپس آ جاتے ہیں اور بیت المال سے ایک بوری آٹا اٹھا کر وہاں پہنچا دیتے ہیں۔

خدا کے فضل سے مجھے چالیس سال پڑھتے پڑھاتے ہو گئے ہیں میں بھی اسی ٹھیالی سے ہو کر نکلا ہوں اس سے مجھے معلوم ہوا۔ ہے کہ مدارس عربیہ میں تعلیم ہوتی ہے۔ مگر تربیت نہیں ہوتی۔ مثلاً ایک عالم لفظ تہجد پر دو گھنٹے بول سکتا ہے۔ مگر اس علمی شان کے باوجود وہ تہجد کا پابند نہ ہوگا اور ان کے اندر بخز مستثنیات کے عام طور پر حسد۔ کبر۔ عجب وغیرہ سب روحانی بیماریاں موجود ہوتی ہیں۔ مثلاً حضور کی عادت مبارک تھی کہ دستر خوان پر جو کچھ آ جاتا تناول فرما لیتے اگر پسند نہ ہوتا تو چپکے سے اٹھ کر تشریف لے جاتے اور زبان سے کچھ نہ فرماتے۔ مگر ہمارے علمائے کرام جیل میں باورچی کو ڈانٹیں اور کہ احمق قورمہ میں پانی کیوں باقی رہا ہے اور یہ تنبیہ الشرانے ہوتی ہستی تھی میں ایک دن ایک عالم کی کوٹھڑی میں چلا گیا۔ اور عرض کی کہ کیا آپ کو حضور کے اس ارشاد کا علم

(باقی صفحہ ۱۵ پر)

بقیہ مجلس ذکر — (صفحہ ۶ سے آگے)

نہیں کہ کھانے میں نقص نکالا جائے تو فرمانے لگے کہ کیا ہم گھر میں ڈیکیو کو نہیں ڈانٹتے۔

میں نے کہا سبحان اللہ! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ جیل کے باورچی قتل کے ملزم ہیں کوئی ایک، کوئی دو، کوئی تین اور کوئی اس سے بھی زیادہ قتلوں کا قاتل ہے۔ اگر وہ بگڑ گئے تو آپ کی بے عزتی کر دیں گے۔

یہ یاد رکھیے کہ علم اور چیز ہے اور تربیت اور چیز ہے امراض روحانی کا فقط ایک علاج ہے اور وہ ہے اللہ والوں کی صحبت۔ ان کی صحبت میں اللہ ہو کے پاک نام کی برکت سے اللہ کی رحمت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ میں عرض کیا کرتا ہوں کہ ان کے جوتوں کی خاک کے ذروں میں وہ موتی ملتے ہیں جو بادشاہوں کے تاجوں میں نہیں ہوتے بشرطیکہ عقیدت ادب اور اطاعت کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے۔

ان میں سے ایک موتی ہے حلال اور حرام کی تمیز۔ دوسرا موتی ہے کشف قبور۔ حضور کو یہ نعمت عطا شدہ تھی۔ ایک دفعہ آپ تشریف لے جا رہے تھے کہ راستہ میں دو قبریں آئیں۔ فرمایا دونوں کو عذاب ہو رہا ہے۔ وما یعذبان فی کبیر (دونوں کو کسی بڑے گناہ کے سبب سے عذاب نہیں ہو رہا) ایک چغل خور تھا اور دوسرا پیشاب سے پرہیز نہ کرتا تھا۔

جب میرے نوجوان ان باتوں کو نہیں مانتے ان سے کہا کرتا ہوں کہ چودہ سال کا خرچ میرے پاس لا کر جمع کرا دو۔ تو میں تمہیں ایسے اللہ والوں کی صحبت میں جا بٹھاؤں گا جو تمہاری تربیت کریں گے پھر ایک منٹ میں تم بتلا سکو گے کہ قبر ہذا المقبور روضۃ من ریاض الجنۃ (اس صاحب قبر کی قبر بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے) اور قبر ہذا المقبور حفرۃ من حفر النیران (اس قبر والے کی قبر جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے) یہ چیزیں جزو اسلام نہیں۔ کون کہتا ہے کہ جن کو کشف قبور حاصل نہیں وہ مسلمان نہیں۔

آج میں مرض تطفیف کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ تیسواں پارہ سورۃ المطففین میں فرماتے ہیں۔

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ۔ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَو وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ (ہلاکت ہے مطففین کے لئے جب لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا لیتے ہیں۔ اور جب ان کو ناپ یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں) یہ حکم تا قیامت ہمیشہ کے لئے ہے کہ اگر وہ کسی سے کوئی چیز لیں گے تو چالیس سیر کی بجائے ساڑھے چالیس سیر وصول کریں گے۔ لیکن اگر کسی گاہک کو دیں گے تو چالیس سیر کی بجائے ساڑھے انتالیس سیر ہی نکلے گی۔ مگر اس حکم کی علت عام ہے۔ اس کو ذرا وسیع کر دیجئے تو ہر دو شخصوں میں تطفیف ہو سکتی ہے۔ تطفیف کیا ہے؟ اپنا حق پورا لینا اور دوسرے کا حق ادا نہ کرنا۔ بیوی اور خاوند، باپ اور بیٹا، آقا اور نوکر وغیرہ میں تطفیف ہو سکتی ہے۔ عام طور پر بیوی کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ خاوند جو کچھ کما کر لائے وہ سب میری جھولی میں لا کر ڈال دے۔ اور والدین کو ایک کھوٹا دھیلہ بھی نہ دے۔ اس کے باوجود اگر وہ خاوند کو وقت پر روٹی بھی نہ دے تو وہ مطففہ ہے۔ اگر وہ پوچھے تو طرح طرح کے بہانے بنائے۔ بعض اوقات خاوند مطفف ہوتا ہے۔ اگر وہ خود ہوٹل سے دو وقت مرغن غذائیں کھا آئے اور بیوی بچوں کو دال کے لئے دو پیسے دیدے تو یہ خاوند مطفف ہے۔ درزی بھی مطفف ہو سکتا ہے۔ اگر اس نے کسی کا بچہ کام سکھانے کیلئے اپنے پاس بٹھلا رکھا ہے لیکن سارا دن اس سے حقے کی چلمیں بھرواتا ہے اور نہ کام نہیں سکھلاتا۔ استاد اور شاگرد میں بھی تطفیف ہو سکتی ہے۔ اگر استاد مطالعہ کر کے نہیں آتا اور شاگرد کوئی سوال پوچھیں تو الٹا ان کو ڈانٹنے لگے تو وہ مطفف ہے۔

یہ مرض تطفیف جہنم میں لے جائے گا۔ ویل للمطففین۔ ویل کے معنی ہلاکت بھی ہیں۔ اور جہنم میں ایک وادی کا نام بھی ویل ہے۔ دونوں معنوں میں مطفف سزا کا مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو اس مرض سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ اس کا فقط ایک ہی طریقہ ہے۔ قرآن کی تعلیم ہو اور اللہ والوں کی صحبت ہو تو باقی امراض روحانی کی طرح مرض تطفیف سے بھی آہستہ آہستہ شفا ہو جاتی ہے۔

آپ یہاں آتے ہیں کتاب و سنت کا پیغام سنتے ہیں۔ تھوڑی بہت اصلاح ہو جاتی ہے۔ آپ کے بیوی بچے یہاں نہیں آتے۔ ان کو عذاب الٰہی سے بچانا آپ کی ذمہ داری ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا (اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچا لو) اگر آپ نے اس ذمہ داری کو ادا نہ کیا۔ تو یاد رکھیے قیامت کے دن آپ گرفت سے نہ بچ سکیں گے۔ اس ذمہ داری سے سبکدوش ہونے کے لیے آٹھویں دن ایک چونی خرچ کر کے ہفت روزہ "خدام الدین" لے جایا کریں۔ کیونکہ میری جمعرات کی تقریر اس میں چھپتی ہے۔ اگر بیوی اور بچے پڑھے ہوئے ہیں۔ تو ان سے کہیئے کہ خود پڑھ لیں ورنہ ان کو پڑھ کر سنا دیا کریں۔

انجمن کا یہ مقصد نہیں کہ اس کا اخبار بکے اور نفع ہو بلکہ یہ تو دوزخ سے آپ کے اور آپ کے بیوی بچوں کو بچانے کا سامان ہے۔

انجمن ۴۴ سال سے قائم ہے مگر چندہ جمع کرنے کے لیے اس نے کبھی سفیر نہیں رکھا۔ میرا انجمن کا ایک نہ ایک سفیر ہوتا ہے۔ علماء دورۂ تفسیر کے لیے آتے ہیں۔ ملک کی تقسیم سے پہلے ۸۰-۹۰ تک آتے تھے۔ اب چالیس پچاس ہوتے ہیں مگر میں نے کبھی ان کے لیے چندہ کی اپیل نہیں کی۔ روزی رساں اللہ تعالیٰ ہیں۔ وہ خود ہی بھجوا دیتے ہیں۔ وہی ان کو پشاور اور سکھر سے لاتا ہے۔ اور وہی ان کا رزق بھی بھجوا دیتا ہے۔

ایک دفعہ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے بادشاہ ناراض ہو گیا۔ اور حکم دیدیا کہ ضروریات زندگی میں سے کوئی چیز ان کے ہاں نہ پہنچنے پائے پہرے بٹھا دیئے گئے۔ جو ان کے ہاں آتا اس کی تلاشی لے کر آنے دیتے۔ ایک دن وہ خادم کو ساتھ لے کر باہر تشریف لے گئے اور خادم سے فرمایا جو خریدنا ہو خرید لو۔ جب دیکھا کہ بازار لگا ہوا ہے۔ اور ہر چیز موجود ہے۔ تو عرض کی حضرت یہ کیا ماجرا ہے

فرمایا کہ ہمارے حصے کا جو رزق تھا اس کو ہمیں پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ملائکہ عظام کو حکم دے رکھا ہے کہ وہ یہاں جنگل میں بازار لگا کر بیٹھا کریں۔ یہ اعتماد علی اللہ ہے۔ یہ اللہ کا خاص فضل ہے۔ جس کو چاہے عطا فرمائے

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

میرے دو مربی ہیں۔ حضرت دین پوری اور حضرت امروٹی۔ حضرت امروٹی عالم بھی تھے۔ انہوں نے قرآن مجید کا سندھی زبان میں ترجمہ کیا ہے جو ابھی دفعہ چھپا ہے۔ میرے لیے اس میں سے ایک پیسہ بھی حرام ہے۔ صرف ان کی روح کو ثواب پہنچانے اور اشاعت دین کے لیے چھپایا جاتا ہے۔ میں نے ان کو خانقاہ بھیج پر قطب الاقطاب لکھا ہے۔ اولیائے کرام میں یہ بہت بڑا درجہ ہے۔ لیکن وہ جب کبھی خاص بات فرماتے تو فرماتے ان گنہگار آنکھوں نے یہ دیکھا۔ حضور کی دعا ہے:-

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ فِیْ عَیْنِیْ صَغِیْرًا وَّ فِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ کَبِیْرًا

(اے اللہ تو مجھے اپنی نظر میں ذلیل اور دوسرے لوگوں کی نظر میں معزز بنا)

اللہ والوں کا یہ حال ہوتا ہے۔ ان کے مرید بھی اسی رنگ میں رنگے ہوتے ہیں۔ ان کے سامنے بڑے سے بڑا گنہگار بھی آ جائے۔ تو وہ اس کو اپنے سے اچھا سمجھتے ہیں۔ حضور کا ارشاد ہے کہ بعض اوقات ایک شخص ساری عمر جنت

شراب کی تمام اقسام حرام ہیں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص یمن سے آیا اور رسول اللہ ﷺ سے ایک خاص قسم کی شراب کے بارے میں سوال کیا جو اس علاقہ میں پی جاتی تھی جس کو مزر کہا جاتا تھا اور وہ چینا (ایک قسم کا غلّہ) سے بنتی تھی۔ آپ ﷺ نے اس آدمی سے پوچھا کہ کیا وہ نشہ پیدا کرتی ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں اس سے نشہ ہوتا ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے (مزید آپ ﷺ نے فرمایا کہ سنو) نشہ پینے والے کے لئے اللہ کا یہ عہد ہے جس کو پورا کرنا اس نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے کہ وہ آخرت میں اس کو طِينَةُ الْخَبَالِ ضرور پلائے گا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! طِينَةُ الْخَبَالِ کیا چیز ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: دوزخیوں کے جسم سے نکلنے والا پسینہ، یا فرمایا کہ دوزخیوں کے جسم سے نکلنے والا لہو پیپ۔ صحیح مسلم

کے کام کرتا رہتا ہے۔ جب ایک ہاتھ جنت میں جانے سے باقی تھا کہ ایک کام اس سے ایسا ہو گیا کہ سیدھا جہنم میں چلا جاتا ہے۔ اسی طرح ایک شخص ساری عمر جہنم کے کام کرتا رہتا ہے۔ جب جہنم میں جانے سے ہاتھ باقی ہوتا ہے۔ اس سے ایک ایسا کام ہو جاتا ہے کہ وہ سیدھا جنت میں چلا جاتا ہے۔ اللہ والے یہ خیال کرتے ہیں کہ ممکن ہے کہ آخر وقت میں اس گنہگار سے ایک ایسا کام ہو جائے کہ جنت میں چلا جائے۔ اور ہم سے ایک ایسا کام ہو جائے جو ہمیں جہنم میں پہنچا دے۔ چونکہ نظام چلانا تھا۔ اس لئے حضرت عمر ہر وقت درہ ہاتھ میں رکھتے۔ مگر اس کے باوجود اپنی ہستی فنا ہو چکی تھی۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ سب کو بھی اپنی ہستی فنا کرنے اور مرض تطفیف سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

مجلسِ ذکر

★ — مرتبہ :- چوہدری عبدالرحمٰن خاں صاحب

آج مورخہ ۴ ذی الحجہ ۱۳۷۴ھ مطابق ۴ اگست ۱۹۵۵ء ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی :-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

موتِ محمود

میں ہمیشہ آپ سے عرض کیا کرتا ہوں کہ جمعرات کا یہ اجتماع اس خاص تعلق کی بناء پر ہے جو میرے اور آپ کے درمیان ہے۔ اگرچہ میں گنہگار ہوں اور اپنے آپ کو کسی سے بہتر نہیں سمجھتا۔ لیکن میں اپنی ذمہ داری کو سمجھتا ہوں۔ میرے دو مربی ہیں۔ شجرہ میں دائیں طرف حضرت دین پوری اور بائیں طرف حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہما ہیں۔ دونوں مجھ پر کچھ بوجھ ڈال گئے ہیں۔ میری عمر دس سال کی تھی۔ جب میں نے حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ وہ میری بیعت کے بعد چالیس سال زندہ رہے۔ حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے جوانی کے بعد بیعت کی تھی۔ دونوں نے مجھے اللہ کا نام بتلایا۔ اور دوسروں کو بتلانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اس لیے ان دوستوں کی رہنمائی میں اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ جن کا مجھ سے بیعت کا تعلق ہے۔ یہ اجتماع دراصل اسی غرض کے لئے ہوتا ہے اور حضرات بھی شامل ہو جاتے ہیں چشم ما روشن دل ما شاد۔ میں کسی کو منع نہیں کرتا۔ ہم اللہ کا نام لیتے ہیں جس کا دل چاہے شریک ہو جائے۔ میرے درس میں بعض میرے مخالف بھی آتے تھے۔ اب بھی آتے ہیں۔ میں خوش ہوتا ہوں کہ وہ میری ہی بات سن کر جائیں گے۔ مولوی حشمت علی اہلِ قرآن کے امام تھے۔ جب کبھی تشریف لاتے تو میں ان کو ادب سے بلا کر اپنے پاس بٹھلاتا۔ کیونکہ وہ میرے باپ سے بھی بڑے تھے۔ وہ مجھے اور ہمارے بزرگوں سب کو کافر کہتے تھے۔ میں نے ان کو الحمد کی الف سے لے کر والناس کی سین تک سارا قرآن درس میں سنایا۔ اخلاق اور چیز ہے اختلاف رائے اور چیز ہے۔ ہمیں تو حکم دیا گیا ہے کہ کافر سے بھی حسن سلوک کرو (سورہ ممتحنہ رکوع ۲ پارہ ۲۸) میں اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں :-

لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (جن لوگوں نے دین کے بارے میں تم سے جنگ نہیں کی اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا اللہ تعالےٰ تم کو ان کے ساتھ نیکی اور انصاف کرنے سے نہیں روکتے۔ بے شک اللہ تعالےٰ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں)

الحمدللہ آپ آجاتے ہیں تو میں اپنی ذمہ داری کو نبھا دیتا ہوں۔ ایسے موقعہ پر میرا خاموش رہنا میرے لیے گناہ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ اپنے بندے میرے پاس اسی لیے بھجواتا ہے کہ میں کتاب و سنت کی روشنی میں ان کی رہنمائی کروں۔ مجھے اپنے حضرات کے جوتوں کے صدقے یہ دولت نصیب ہوئی ہے کہ میں اپنے آپ کو کسی سے بہتر نہیں سمجھتا۔ ع

صدقے ہیں ترے ساقی مشکل آساں کر دے\
ہستی مری مٹا دے خاک بے جاں کر دے\
ہم چوں حنا سودہ نگردی بتہ سنگ\
ہرگز بکفِ پائے یار نہ رسی

یہی تصوف کی روح ہے — قرآن کی اصطلاح میں تصوف کو تزکیہ کہا گیا ہے اگر یہ نہ ہو تو کبر ہوتا ہے متکبر ہر ایک کو اپنے آپ سے گھٹیا تصور کرتا ہے اور سب کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ کبر جہنم میں پہنچائے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص کے دل میں ذرا سا بھی تکبر ہوگا۔ وہ بہشت میں نہیں جائے گا۔ اگر ہستی فنا ہو تو پھر انسان سمجھتا ہے کہ یہ بھی مجھ سے اچھا۔ وہ بھی مجھ سے اچھا۔

آج میں موتِ محمود کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں :-

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ نَحْنُ اَوْلِيٰۗؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝

(بے شک جن لوگوں نے (ایک دفعہ) کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اس پر استقامت اختیار کی۔ ان پر اللہ کی طرف سے موت کے وقت ملائکہ نازل ہوں گے (اور وہ ان کو یہ پیغام دیں گے) کہ خوف نہ کرو اور نہ غمگین ہو۔ اور تم کو اس جنت کی خوش خبری ہو جس کا تم کو وعدہ دیا گیا تھا۔ ہم دنیا کی زندگی اور آخرۃ میں تمہارے دوست تھے۔ اور اس (جنت میں) تمہارے لیے ہر وہ چیز موجود ہے۔ جس کی تمہارے نفس خواہش کریں گے۔ اور جس کو تم طلب کرو گے)

اس قسم کی موت محمود ہے۔ یہ ان لوگوں کی موت ہے۔ جو عسر اور یسر میں اللہ کے دروازہ پر ہی پڑے رہے۔ اور اس کا دروازہ چھوڑ کر کہیں نہیں گئے جس چیز کی ضرورت ہوئی اسی سے مانگی۔ بیٹا۔ روٹی۔ شفا غرضیکہ ہر ضرورت کے لیے اسی کا دروازہ کھٹکھٹایا اس کا دروازہ چھوڑ کر کسی کے دروازے پر نہیں گئے۔ ہاتھ پھیلایا تو اسی کے آگے۔ جل کر گئے تو اسی کے دروازہ پر۔ سر جھکایا تو اسی کے آگے۔ غرضیکہ ہر حال میں اسی کے ہو کر رہے۔ اس قسم کے اللہ کے بندوں کی موت محمود ہوتی ہے۔ ان کے پاس موت کے وقت ملائکہ عظام پیغام خوشخبری لے کر آتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ تم سے راضی ہے سکرات کی حالت میں انسان بین بین ہوتا ہے۔ اس جہان سے پوری طرح نہیں کٹا۔ اور عالم ملکوت میں پہنچا نہیں۔ اس وقت ملائکہ عظام آکر۔ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا ..... کا پیغام اس کو دیتے ہیں۔ خوف مستقبل اور حزن ماضی کے متعلق ہوتا ہے۔ ملائکہ عظام دنیا میں انسان کے ساتھ رہتے ہیں۔ مگر یہاں اس سے ملتے نہیں۔ مرنے کے بعد جب یہ ان کے وطن میں جاتا ہے تو پھر وہ اس سے مل کر اس کو مبارک باد دیتے ہیں کسی اللہ والے نے اس قسم کے حضرات کی موت کے متعلق کیا ہی خوب کہا ہے۔

اَنْتَ الَّذِیْ وَلَدَتْکَ اُمُّکَ بَاکِیًا\
وَالنَّاسُ حَوْلَکَ یَضْحَکُوْنَ سُرُوْرًا\
(اے شخص تو وہ ہے کہ جب (تیری ماں نے تجھ کو جنا تھا تو تو رو رہا تھا۔ اور تیرے گرد لوگ ہنس رہے اور خوش ہو رہے تھے)\
فَاحْرِصْ عَلٰی عَمَلٍ تَکُوْنُ اِذَا بَکَوْا — (بقیہ صفحہ ۱۸)

خدام الدین لاہور ۱۸ ۱۲ اگست ۱۹۵۵ء

ہر نشہ آور چیز استعمال کرنا حرام ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر نشہ آور چیز (یعنی ہر وہ مشروب جس کو پی کر نشہ آجائے) شراب کا مصداق ہے اور حرام ہے اور جو کوئی دنیا میں شراب پیے اور اس حال میں مرے کہ شراب پیتا ہو اور اس نے اس سے توبہ نہ کی ہو تو وہ آخرت میں جنت کی شراب طہور سے محروم رہے گا۔ صحیح مسلم

بقیہ مجلس ذکر

(۲ سے آگے)

مُسْتَبْشِرَۃٌ ضَاحِکَۃٌ مُسْتَبْشِرَۃٌ۔ (تو ایسے) عمل کی جرمیں کر کہ جب وہ رو رہے ہوں تو تو خوشخبری پانے والا ہنسنے والا اور خوش ہونے والا ہو) فارسی میں کسی اللہ کے بندے نے اس مضمون کو یوں بیان کیا ہے۔

(۱) یاد داری کہ وقت زادن تو ہمہ خندہ بودند و تو گریہ

(۲) آں چناں زی کہ وقت مردن تو ہمہ گریہ بودند و تو خندہ

اللہ تعالیٰ مجھ کو اور آپ کو یہ موت نصیب فرمائے اس کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے اکل حلال اور نیک بندوں کی صحبت۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ (پابند رکھ اپنے آپ کو ان کے ساتھ جو صبح اور شام اپنے رب کی یاد میں مصروف رہتے ہیں (اور وہ) اسی کی رضا کے طالب ہیں۔)

اس قسم کے اللہ بندوں کی زندگی کا مقصد صرف رضائے الٰہی ہوتا ہے۔ ان کو نہ جائدادیں بنانے نہ سیٹھ بننے اور نہ کریڈٹ بڑھانے کا شوق ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس قسم کے اولیاء کرام کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے ایسی موتی ملے ارزاں۔ مگر اللہ والے موتیوں سے بھی زیادہ گراں ہوتے ہیں۔ ان کے جوتوں کے تلے کی خاک کے ذروں سے وہ موتی ملتے ہیں جو بادشاہوں کے تاجوں میں بھی نہیں ہوتے انکی زندگی بھی محمود اور موت بھی محمود ان کی صحبت اور اکل حلال نصیب ہو تو موت محمود حاصل ہو جاتی ہے۔

حرام دو قسم کا ہے (۱) صورتاً حرام۔ مثلاً سوّر صورتاً حرام ہے (۲) حقیقتاً حرام مثلاً بکری حلال ہے اگر چوری کی ہو تو اس کا گوشت حقیقتاً حرام ہوگا۔ عام مسلمان اسکے مکلف نہیں کہ حقیقتاً حرام اشیاء استعمال نہ کریں مگر اس کا اثر ضرور ہوگا۔ اگر ایک شخص سنکھیا سمجھ کر سنکھیا کھائے تو بیشک وہ خودکشی کا مجرم تو نہ ہوگا مگر سنکھیا پیغام موت تو ضرور لائے گا۔ اسی طرح چوری کی بکری کا گوشت کھا لیا تو اس کا اثر تو ضرور ہوگا۔

میری عمر ۷۰ سال کی ہے غالباً آپ سب سے بڑی عمر میں بڑا ہوں۔ میں نے اپنے حضرات کے ہاں یہی دیکھا ہے وہ اللہ اللہ کرنے والی جماعت کو پھیکا بھات دیتے تھے تا اس کو مارے بلاؤ کہتے تھے۔ حضرت دین پوری اور دادا پیر کے ہاں یہی دستور تھا۔ پھیکا بھات کھانیوالوں کو یاد الٰہی میں لذت آتی تھی۔ یہ حلال کمائی والوں کے نذرانوں سے تیار ہوتا تھا۔ دنیاداروں کے نذرانے الگ رکھے جاتے تھے۔ وہ جب کبھی آتے تو ان کو ان نذرانوں میں سے کھانا کھلاتے تھے۔ دنیادار اللہ والوں کے دروازہ پر اپنی ضرورتوں کے لیے آتے ہیں۔

غرضیکہ اللہ ھو کی برکت سے حلال و حرام میں تمیز ہو جاتی ہے۔ بشرطیکہ اللہ کا فضل اور شیخ کامل کی دعا شامل حال ہو۔

سبزی حرام کی پھل حرام کے آٹا حرام کا ہوتا ہے اگرچہ مسلمان ان چیزوں سے بچنے کا مکلف نہیں لیکن اثر تو ضرور ہوگا یہی وجہ ہے کہ بے دینی عام ہے اور اس کا سب سے بڑا سبب اکل حلال کا نہ ہونا ہے فریب دھوکہ بازی۔ بددیانتی وغیرہ عام ہیں۔ اس کا فقط ایک علاج ہے کہ کسی اللہ والے کے ہاتھ میں ہاتھ دیا جائے پھر وہ جو کھلائیں کھائے اور جس سے منع کریں اس سے رک جائے۔

میں نے اپنے دونوں مربیوں اور دادا پیر کے ہاں یہی دیکھا کہ فاقہ ہوتا تو سب کیلئے۔ نہ اندرون خانہ کچھ کھانے کو کچھ ہوتا اور نہ باہر جماعت کے لئے جب کچھ آتا تو سب کو تھوڑا تھوڑا بانٹ دیتے پھر ہر ایک کے جذبات کا اثر ہوتا ہے۔ ع

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

جن کی موت محمود نہیں ہوتی وہ بیوی۔ اولاد۔ گھر کے ساز و سامان وغیرہ ہر ایک چیز کو دیکھ کر موت کے وقت روتے ہیں۔ ان کے متعلق حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ان کی جان [illegible] سے نکلتی ہے۔ اللہ والوں سے [illegible]

مجلسِ ذکر

مرتبہ: چوہدری عبدالرحمن خان صاحب

آج مورخہ ٢١ ذی الحجہ ١٣٧٤ھ مطابق ١١ اگست ١٩٥٥ء ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کبر اور اس کا علاج

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

امابعد:- میں عرض کیا کرتا ہوں۔ کہ امراض کی دو قسمیں ہیں۔ (١) جسمانی امراض (٢) روحانی امراض۔ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا تقاضا ہے کہ انسان کے امراض میں مبتلا ہونے سے پہلے ان کا علاج بہم پہنچائے۔ جسمانی امراض کے معالج اطباء اور ڈاکٹر ہیں روحانی امراض کے معالج حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آپ کے بعد اس فن کے ماہر اولیاء کرام ہوتے ہیں۔ ان امراض کا پتہ قرآن سے ملتا ہے قرآن محفوظ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا ذمہ لے رکھا ہے۔ فرماتے ہیں۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (ہم نے ہی اس ذکر (قرآن) کو نازل کیا ہے۔ اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں)

اس کی حفاظت میں کاتب، حفاظ، کاتب، علماء کرام سب کا حصہ ہے۔ کاتبوں کے ذریعے عربی رسم الخط محفوظ ہے۔ حفاظ کاتب ان نقوش کا صحیح تلفظ سکھاتے ہیں۔ ان کے ذریعہ تلفظ محفوظ ہے۔ اور علمائے کرام اس کے معنی اور مطالب سمجھاتے ہیں۔ صوفیائے کرام بھی اس کی حفاظت میں حصہ دار ہے۔ وہ اس کے عمل کا رنگ چڑھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ جنہوں نے قرآن کی حفاظت میں حصہ لیا۔

آج میں کبر کے متعلق عرض کرنا چاہتا ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبر کی تعریف میں فرمایا۔ (بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ) (حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو ذلیل سمجھنا) کیا اس حدیث کے پڑھنے کے بعد اہل علم حضرات کے اندر سے کبر نکل جاتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ کبر کے معنی سمجھ میں آجائیں گے لیکن کبر نکلتا نہیں۔ جب تک اللہ والوں کی صحبت میں رہ کر تزکیہ نفس نہ ہو۔ تزکیہ نفس کا دوسرا نام تصوف ہے۔ علمائے کرام قال کے محافظ ہوتے ہیں۔ اور صوفیائے کرام قال کا حال بنا دیتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ جس شخص کے دل میں ذرہ بھر بھی کبر ہوگا۔ وہ جنت میں نہیں جائیگا۔ گویا کہ کبر ایک مہلک روحانی بیماری ہے۔ جو جہنم میں پہنچائے گی۔

میرے دو سلسلے ہیں۔ ایک علم کا اور دوسرا عمل کا دوسرے یعنی عمل والے سلسلے کے حامل صوفیائے کرام ہوتے ہیں۔ روحانی بیماریوں سے شفا اُن کی صحبت میں ہوتی ہے۔ وہ خود شفا یافتہ ہوتے ہیں میرے دادا پیر حضرت حافظ محمد صدیق رح خود حافظ قرآن تھے۔ اور خود بھی نماز پڑھایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک عالم کو آپ نے نماز پڑھانے کے لئے اپنے مصلی پر کھڑا کر دیا۔ حضرت کا ایک فدائی خادم نہ رہ سکا۔ وہ مصلی لے کر بھاگ گیا۔ کہ میرے حضرت کے مصلی پر غیر آدمی کیوں کھڑا ہو۔ مگر حضرت رح نے اپنی پگڑی پھاڑ کر مصلی کی جگہ بچھا دی۔ اور فرمایا کہ اس پر کھڑے ہو کر نماز پڑھایئے۔ اس کو کہتے ہیں ہستی فنا ہونا۔

میں پہلے عرض کر چکا ہوں۔ کہ کبر مہلک روحانی بیماری ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو دنیا ہی میں اس سے شفایاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ جہنم سے بچ جائیں۔ اگر شفا نہ ہوئی۔ تو امراض روحانی کے لئے اللہ تعالیٰ کا ہسپتال جہنم ہے۔ وہاں جانا پڑے گا۔ ہر مرض کا وہاں علیحدہ وارڈ ہے ہسپتال میں بیمار کو ہی بھیجا جاتا ہے۔ تندرست کو بھیجنے کی کیا ضرورت ہے۔ اسی طرح جہنم میں بھی صرف روحانی مریض کو ہی بھیجا جائے گا۔

علم پڑھنے سے کبر نہیں نکلتا۔ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہر کافر فرنگ ملحد اور زندیق کو اپنے سے بدرجہا بہتر سمجھا جائے۔ یہ اُن کا حال ہے۔ ہم اُن کو مجدد وقت کہتے ہیں۔ اور ہمارے نزدیک اُن کی نظیر نہیں لیکن وہ اپنے آپ کو کافر فرنگ سے بدتر قرار دیتے ہیں۔ یہ اس لئے ہے۔ کہ اُن کے اندر سے کبر نکلا ہوا ہے۔ اُن کے مندرجہ بالا ارشاد کو سمجھنے کے لئے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ ایک ظاہر ہوتا ہے اور دوسرا مظہر۔ بجلی کی کرنٹ ظاہر ہے۔ اور بلب اسکا مظہر ہے۔ انسان کا وجود اللہ تعالیٰ کی صفات سبع کا مظہر ہے۔ وہ صفات سبع یہ ہیں۔ (١) بصیر (٢) کلیم (٣) سمیع (٤) حیّ (٥) قدیر (٦) مرید (٧) علیم۔ لا علیم الا اللہ۔ لا کلیم الا اللہ۔ لا بصیر الا اللہ۔ لا سمیع الا اللہ۔ لا حیّ الا اللہ۔ لا مرید الا اللہ۔ لا قدیر الا اللہ کلام اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے۔ اُس کا پرتو زبان پر پڑتا ہے۔ تو وہ گویا ہو جاتی ہے۔ کان مظہر ہیں۔ اُس کی صفت سمیع کے گویا کہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہی فضل ہے۔ وہی دل میں ڈالتا ہے۔ وہی کہلواتا ہے۔ اور وہی سننے اور سمجھنے کی توفیق دیتا ہے اگر یہ سات صفتیں انسان سے الگ کر لی جائیں تو پھر یہ زندہ نہیں بلکہ مردہ ہوگا۔ بینا نہیں بلکہ اندھا غرض یہ کہ یہ تمام برائیوں کا مظہر ہوگا کیونکہ اندھا بہرہ گونگا جاہل ہونا خوبی نہیں۔ یہ سب مکروہات ہیں۔ اللہ والوں کی نظر غیروں کے ظاہر پر اور اپنے مظہر پر پڑتی ہے۔ اسی لئے مجدد صاحب رح فرماتے ہیں۔ کہ ہر کافر فرنگ ملحد اور زندیق مجھ سے تو بہتر ہے اُن کے سامنے فرعون بھی آجائے تو وہ اُس کے ظاہر کو دیکھیں گے جس کا اللہ تعالیٰ کی صفات سبع سے تعلق ہے فرعون کا ظاہر نہیں بلکہ مظہر بولتا ہے۔ انا ربکم الاعلیٰ ما علمت غیری

اس لئے وہ مظہر کی ان باتوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ فرعون پر بھی اللہ تعالیٰ کی صفات کا عکس موسلا دھار بارش کی طرح آرہا ہے میری خواہش ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو امراض روحانی سے پاک فرمائے۔ اس کے لئے ضروری ہے۔ کہ اپنے مظہر کو اور دوسروں کے ظاہر کو دیکھا جائے۔ اس طرح کرنے سے اپنے گناہ ہر وقت سامنے رہیں گے۔ انبیاء علیہ السلام کا یہی دستور رہا ہے۔ باوجود یکہ وہ

(باقی صفحہ ١٧ پر)

14

بقیہ مجلس ذکر

(صلا سے آگے)

معصوم ہوتے ہیں لیکن وہ اپنی ذراسی لغزش کو بھی ہمیشہ یاد رکھتے ہیں اگرچہ اللہ کی طرف سے اُس کی معافی کا بھی اعلان ہو چکا ہو۔ آدم علیہ السلام اور حوّاؑ کو اللہ تعالےٰ نے حکم دیا۔ کہ لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ آدمؑ سے لغزش ہوئی۔ اور انہوں نے اسی درخت کو کھا لیا۔ اس کے بعد انہوں نے

اللہ تعالےٰ سے معافی مانگی۔ اللہ تعالےٰ نے معافی کے الفاظ خود ہی القاء فرمائے اور معافی کا اعلان بھی فرما دیا۔ لیکن آدم علیہ السلام قیامت کے دن بھی اس غلطی کو یاد کر کے مخلوق خدا کی یہ درخواست رد فرماویں گے۔ کہ بارگاہِ الٰہی میں جا کر عرض کریں کہ حساب کتاب شروع کیا جائے

آخر میں میں آپ سب کو مشورہ دیتا ہوں کہ آپ گناہوں کا ایک بورڈ بنا لیجئے۔ میں نے بھی بنایا ہوا ہے۔ جو گناہ بھی ہو۔ اس پر لکھ لیا جائے۔ اس سے ہم اپنے نفس کو ڈانٹ سکیں گے۔ کہ تو یہ ہے۔ اگر یہ تیرے گناہ لوگوں کو معلوم ہو جائیں۔ تو کوئی تیرے منہ پر تھوکنا بھی پسند نہ کرے گا۔

مرض کبر سے نجات پانا ضروری ہے۔ کسی شاعر نے مرض کبر میں مبتلا اور نجات پانے والے کے متعلق یوں اظہار خیال کیا ہے ؎

نہ تھی حال کی جب کہ اپنے خبر نظر آتے تھے سب کے عیب و ہنر
پڑی حال پہ جب کہ اپنے نظر کسی کا کوئی عیب بھی نہ رہا

کافر کو ہم اس لئے مبغوض سمجھیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ اُسے مبغوض کہتے ہیں۔ اس کے باوجود بھی ہم اُس کے ظاہر پر نظر رکھیں گے۔ تاکہ اپنے اندر کبر پیدا نہ ہو۔ یہ ایک سبق ہے۔ اگر آپ اس کو پکائیں گے۔ تو انشاء اللہ نجات ہو جائے گی

۲۶ اگست ۱۹۵۵ء ۵ خدام الدین لاہور

مجلسِ ذکر

مرتبہ چودھری عبدالرحمان خانصاحب

آج مورخہ ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۸ اگست ۱۹۵۵ء ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی:—

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی۔

اما بعد میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ میں ان احباب کی خدمت کروں، جن کی خدمت میرے ذمے ہے۔ دراصل یہ جمعرات کا ذکر انہی احباب کے لئے ہے دوسرے احباب آ بیٹھتے ہیں چشم ما روشن دل ما شاد خانہ خدا ہے۔ میں کسی کو نہیں روکتا۔ میرے آج کے مضمون کا عنوان ہے:

دِل کے چین کا نسخہ

ہر شخص غریب ہو یا امیر بادشاہ ہو یا فقیر دل کا چین چاہتا ہے چین کو عربی میں اطمینان کہتے ہیں۔ زمیندار سمجھتا ہے کہ زمین کے زیادہ سے زیادہ رقبہ پر قبضہ جانے میں دل کا چین ہے۔ بزاز سمجھتا ہے کہ وہ اپنی دکان میں زیادہ سے زیادہ مالیت کا کپڑا جمع کرنے میں چین ہے۔ ملازم پیشہ گریڈ بڑھانے کو چین کا ذریعہ خیال کرتا ہے۔ شادی شدہ شادی کے بعد اولاد کے ذریعے دل کا چین تلاش کرتے ہیں۔ یہ سب راستے غلط ہیں۔

مرض بڑھتا گیا جُوں جُوں دوا کی

جتنا قدم چین حاصل کرنے کے لئے بڑھایا اتنا ہی راہ راست سے دور ہوتے گئے اور بے چینی بڑھتی گئی مثلاً ایک زمیندار جس کے پاس زمین کے چار مربعے ہیں وہ پانچواں مربع لینا چاہتا ہے۔ اس کے لئے اس کو پٹواری سے لے کر ڈپٹی کمشنر تک سب کے پاس جانا پڑے گا۔ وقت خوشامد کے باعث عزت کی روپیہ وغیرہ بھی ضائع کرنا پڑے گا۔ پٹواری کی خوشامد اور اس کو سلام کرے گا۔ اگرچہ دل میں سمجھتا ہے کہ یہ ٹکے کا نوکر ہے میرے مقابلے میں اس کی کیا ہستی ہے کہ فرعون مزاج بنا بیٹھا ہے۔ ایک بڑے سے بڑے افسر کا کہنا ہے کہ ہمیں بھی پٹواری کو رشوت دینی پڑتی ہے۔ غرضیکہ اپنے مطلب کے لئے اس کو گدھے کو باپ بنانا پڑے گا۔ فرض کیجئے کہ اس کو پانچواں مربع زمین کا مل گیا اس کے بعد اس کو اس مربع کے لئے پانی حاصل کرنے کے لئے پھر خوشامد وغیرہ کی نیں بڑھنی پڑے گی۔ اس کے بعد مزارعین کی ضرورت ہوگی۔ ایک مزارعہ آتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے پاس ایک بیل ہے دوسرا لے دیجئے۔ تو میں کاشت شروع کر سکتا ہوں۔ اس کو اس زمیندار نے دو سو روپے دے دیئے دوسرا مزارعہ کہتا ہے کہ میرے پاس دو بیل ہیں دو اور لے دیجئے تو وہ جوڑی سے کاشت جلدی ہو جائے گی۔ دیکھا آپ نے چین حاصل کرنے کے لئے کس طرح بے چینی کے سامان اپنے ہاتھ سے پیدا کئے جا رہے ہیں۔

بزاز نے اگر دو لاکھ روپے کا کپڑا منگوایا ہے اس کو ہر دم یہی خطرہ رہے گا۔ کہ کپڑے کی قیمت نہ گر جائے اور ایک لاکھ کا ۶۰ ہزار نہ رہ جائے۔ صراف نے اگر ۶۰ ہزار کا سونا منگوایا ہے تو اسے ہر وقت یہی ڈر رہتا ہے کہ کہیں بھاؤ نہ گر جائے۔ غرضیکہ ہر وقت بے چینی ہی بے چینی ہے۔ ایک سیٹھ کی جتنی دکانیں ہوں گی۔ اتنے ہی اس کے دل کے ٹکڑے ہوں گے۔ اگر اس کی کلکتہ بمبئی، دہلی اور کراچی میں دکانیں ہیں تو اس کو ہر وقت یہی ڈر رہے گا کہ کہیں کسی دکان کو آگ نہ لگ جائے۔ ان سب کے مقابلے میں ایک پنواڑی خوش ہے وہ ایک روپیہ کا پان خریدتا ہے اور شام کو ایک روپیہ نفع کما لیتا ہے۔ اس کی پونجی بھی بچ گئی۔ اور روٹی بھی مل گئی۔ نہ اسے آگ کا ڈر ہے اور نہ پٹواری، قانونگو، نائب تحصیلدار یا تحصیل دار کی خوشامد کرنی پڑتی ہے۔

انسان چین چاہتا ہے

چین صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دامن گیری میں مل سکتا ہے باقی کسی کو چین نہیں۔ بادشاہ کو بھی چین نہیں ہو سکتا اگر ایک

باقی صفحہ ۱۵ پر

دنیاوی فوائد حاصل کرنے کی خاطر شراب پینا بھی گناہ ہے

حضرت دیلم حمیری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم لوگ سرد علاقہ میں رہتے ہیں اور وہاں بڑی سخت محنت کرتے ہیں، اور ہم گیہوں سے ایک شراب بنا کر استعمال کرتے ہیں اور اس سے قوت و طاقت حاصل کرتے ہیں جس کی وجہ سے ہم اپنے سخت محنت طلب کام بھی کر لیتے ہیں اور اپنے ملک کی سردی کا مقابلہ بھی کر لیتے ہیں۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دریافت فرمایا، کیا اس سے نشہ ہوتا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں وہ نشہ پیدا کرتی ہے، تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ: پھر اس سے بچو، بالکل استعمال نہ کرو۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت وہاں کے لوگ اس کو چھوڑنے والے نہیں ہیں، (یعنی مجھے اس کی امید نہیں ہے کہ وہ کہنے سننے سے اس کا استعمال چھوڑ دیں) آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ اگر نہ چھوڑیں تو ان سے جنگ کرو۔ سنن ابی داؤد

بقیہ مجلس ذکر صفحہ ۵ سے آگے :-

الٹی کر جائے تو افسوس ہوتا ہے۔ جس بادشاہ کا ایک جہاز مع فوج دشمن نے غرق کر دیا خیال کیجئے اسکو کتنی بے چینی ہوگی ۱۹۴۰ء کی لڑائی میں جرمنوں نے برطانیہ کے بیشمار جہاز غرق کئے۔ جرمنوں کا آبدوز جہاز ایمڈن ہر جگہ تباہی مچاتا پھرتا تھا۔ کیا اس وقت شاہ لندن کو چین ہو سکتا تھا جبکہ اس کے جہاز پے جہاز غرق ہو رہے تھے۔ حقیقت میں بادشاہ تو سب سے زیادہ متفکر ہوتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ بادشاہی حاصل کر کے چین پائیں گے لیکن ع این خیال است و محال است و جنوں۔ قرآن میں اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ چین ذکر الٰہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ خبردار دلوں کا اطمینان اللہ تعالےٰ کے ذکر ہی میں ہے۔ اس ارشاد باری کی تصدیق اس ذکر کی مجلس سے ہوتی ہے۔ ہم سب کو جتنا اطمینان یہاں نصیب ہے وہ سارے ہفتہ سے زیادہ ہے۔ ملازم پیشہ کو جو یہاں اطمینان ہے وہ اس کو دفتر میں حاصل ہونا ناممکن ہے۔ دکاندار کو جو یہاں چین ہے۔ وہ اس کو دکان میں بیٹھ کر نصیب ہو ہی نہیں سکتا۔ جو چین ہم سب کو یہاں حاصل ہے۔ کیا وہ وزیر اعظم کو حاصل ہے؟

نہیں۔ ہرگز نہیں۔ اس کو تو ہر وقت یہ ڈر رہتا ہے کہ کہیں میری پارٹی میرے خلاف عدم اعتماد کا ووٹ پاس نہ کر دے۔ وزارت چھن سکتی ہے۔ مگر اللہ کا نام کون چھین سکتا ہے؟

اللہ تعالےٰ ناراض ہو جائیں تو وہ اپنے دروازے سے ہٹا دیتے ہیں چنانچہ محمد علی۔ دولتانہ اور نون سے وزارت چھن گئی۔ لیکن ہم سب اسی طرح اللہ کے ذکر میں شامل ہیں۔ لیکن یاد رکھئے کہ اس مجلس میں جو سرور حاصل ہے وہ یہاں سے اُٹھنے کے بعد نہ رہے گا۔ طبیعت میں سرور عبادت کی قبولیت کی علامت ہے۔

فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ (تم مجھے یاد کرو۔ میں تمہیں یاد کرونگا) اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو استقامت عطا فرمائیں۔ کسی گناہ کے باعث اپنے دروازہ سے نہ ہٹا دیں۔ میں نے بعض اہل علم کو دیکھا ہے کہ کہتے ہیں کہ شیخ کامل کی صحبت میں بیٹھنے کے باوجود دل چاہتا ہے کہ اٹھ کر بھاگ جائیں اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ ان سے ناراض ہیں ورنہ ان کا دل اُچاٹ نہ ہوتا۔ بلکہ مسرور ہوتا۔ ہمارا دل چاہتا ہے کہ ہم اسی طرح رات کے ۱۲ بجے تک ذکر الٰہی کرتے رہیں۔

اللہ کا ذکر بھی سیکھنے سے آتا ہے۔ طالب کی حیثیت ایسی ہے۔ جیسے زمین پودے کی جڑوں کو اپنی چھاتی کے اندر کھینچ کر رکھتی ہے۔ اور شیخ کی توجہ ایسی ہے۔ جیسے مالی پودوں کو پانی دیتا ہے۔ دونوں چیزیں ہوں تو ترقی ہوتی ہے۔ اگر کسی سے اللہ کا نام سیکھا جائے کوٹھڑی میں جہاں ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دے ذکر الٰہی کیا جائے تو وہ لذت آتی ہے جو بادشاہ کو سر پر تاج شاہی رکھ کر اور لاکھوں فوج جو اس کے ابرو کے اشارہ پر کٹ مرنے کو تیار ہو رکھ کر بھی نصیب نہ ہوگی۔

نفی آسان اور اثبات مشکل ہے۔ ہر چیز کا چین اس کے جمع کرنے سے ہوتا ہے۔ لیکن اللہ کے ذکر میں نفی سے لطف آتا ہے۔ اللہ کا ذکر چاہتا ہے کہ کوئی نہ ہو۔ جس کمرہ میں بیوی بچے سوئے ہوئے ہوں۔ وہاں آدھی رات کو اٹھ کر ذکر کرنے میں وہ لطف نہیں آ سکتا جو تنہا کمرہ میں کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

اگر کسی شخص کا مکان عالیشان ہے اور اس میں صوفہ سیٹ اور ہر قسم کا سامان آسائش وغیرہ بھی موجود ہے۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ ان سب چیزوں کے حاصل کرنے کے لئے اس شخص کو کتنی تگ و دو کرنی پڑی ہوگی ع

درد سر کے واسطے صندل لگانا چاہیئے

اس کا گھسنا اور لگانا درد سر یہ بھی تو ہے

ہر ایک کا دل چاہتا ہے کہ کمرہ خوب [illegible] نصیب ہو۔ اس کے لئے کم از کم [illegible] روپیہ تب آئے گا جب کمائیں گے۔ اللہ تعالےٰ کے نام کی لذت اسباب دنیا سے علیحدگی میں [illegible] اللہ کے پاک نام میں کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ بلکہ اس کے نام کا [illegible] ہے کہ بے سروسامانی میں ہی اس کو یاد کیا جائے مثلاً ایک ایسا کمرہ جس میں نہ سورج چاند اور ستاروں کی روشنی حتیٰ کہ فانوس بھی روشن نہ ہو۔ وہاں ذکر الٰہی میں چین سب سے زیادہ ہوگا۔ معلوم ہوا کہ ذکر اللہ ماسوا اللہ سے انقطاع چاہتا ہے۔ اگر کسی کی بچی نے روٹی پکا دی جو آدھی کچی اور آدھی پکی تھی۔ تو وہ شخص کھا تو جائے گا۔ مگر اس کو وہ مزا نہ آئے گا۔ جو ایک تجربہ کار عورت کی پکائی ہوئی روٹی میں آئے گا۔ بعض احباب کہتے ہیں کہ پہلے اللہ اللہ کرتے تھے۔ مگر لطف نہ آتا تھا۔ آپ نے جس طرح [illegible] طرح کرنے سے اب لطف آنے لگا ہے۔ اللہ کے پاک نام میں ہر مرد و زن کا حصہ ہے۔ لیکن اس میں [illegible] سے آتی ہے۔ اطمینان قلب کے باقی سب نسخے غلط ہیں۔ صرف اللہ ہی کا بتلایا ہوا نسخہ ٹھیک ہے۔ مسلمان عام طور پر فرض عین سے غافل ہیں۔ سورہ تحریم پارہ ۲۸ میں اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَهْلِیْکُمْ نَارًا (اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو دوزخ سے بچاؤ) یہ فرض کفایہ نہیں بلکہ فرض عین ہے کہ مسلمان جہاں اپنی نجات کی فکر کرتا ہے۔ وہاں اپنے بیوی بچوں کی بھی فکر کرے۔ میرے پاس بعض مستورات بھی اللہ کا نام سیکھنے کے لئے آتی ہیں۔ وہ بچوں کو ساتھ نہیں لاتیں۔ کیونکہ اس سے ان کے دلوں میں تشویش پیدا ہوتی ہے اور ذکر میں خلل پڑتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان کو اولاد سے ذکر اللہ پیارا ہے۔ مستورات کو بھی دین سکھانے کی ضرورت ہے یا تو جو کچھ میں جمعہ درس اور ذکر کے بعد وعظ کرتا ہوں۔ ان کو گھر جا کر سنا دیا کریں۔ اگر آپ یہ نہیں کر سکتے تو ان کو جمعہ اور درس میں بھجوا دیجئے

کوشش گزشتہ اثرے دارد۔

یہ آپ کا فرض ہے کہ ان کو دین سکھائیں۔ میں نہیں کہتا کہ ضرور جمعہ اور درس میں لایئے۔ میری بیوی نہیں آتی۔ لیکن میں نے اس کو سارا قرآن پڑھایا ہے۔ پہلے ایک دوست کا مکان کرایہ پر لیا۔ وہاں کے جا کر ان کو پڑھایا کرتا تھا۔ پھر جب ان کو خود ضرورت ہوئی تو حبیب گنج کی مسجد کے حجرہ میں لے جا کر پڑھایا۔ کیونکہ گھر میں لوگ کام نہیں کرنے دیتے۔ بیوی اگر بیمار ہو تو اسکو حکیم یا ڈاکٹر کے پاس لے جاتے ہیں یا حکیم یا ڈاکٹر کو اس کے پاس لے جاتے ہیں اگر آپ یہ نہ کریں اور نہ وہ کریں تو یہی کہا جائیگا کہ آپ ظالم ہیں دین کے معاملہ میں بھی اسی عقل سے کام لیں اور نہیں تو ہفت روزہ خدام الدین ہی لے جا کر سنا دیا کریں۔ میرے رسالہ جات۔ خلاصۃ المشکوٰۃ خطبات ان سب کا مقصد ہے خدا کو راضی کرنا۔ وہ لے جا کر سنا دیا کریں۔ قیامت کے دن آپ یہ کہہ سکیں گے۔ کہ اے اللہ میں نے اس کو یہ نصاب تعلیم پڑھا دیا تھا۔ اب آپ ان سے پوچھ لیجئے کہ انہوں نے اس پر کہاں تک عمل کیا ہے۔ میرا تجربہ ہے کہ اگر عورت کو دین کی تعلیم دی جائے تو وہ اللہ اللہ کرنے میں مرد سے آگے بڑھ جاتی ہے۔ مجھے مساجد بنانے کا شوق ہے۔ اللہ تعالےٰ نے چار مساجد مجھ سے بنوائی ہیں ان میں سے دو میں صرف عورتوں کا ہی پیسہ لگا ہے۔ مردوں کا ایک پیسہ نہیں لگا۔ ان میں کنیزیں اور حجرے بھی ہیں دو میں عورتوں اور مردوں کا برابر کا حصہ ہے۔ اس مسجد کا جس میں ہم بیٹھے ہیں اوپر کا حصہ ایک عورت کے پیسے سے بنا ہے اللہ تعالےٰ مجھ کو اور آپکو خدا کے بتلائے ہوئے نسخے سے اطمینان قلب حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مجلسِ ذکر

آج مؤرخہ ۶ محرم الحرام ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۵ اگست ۱۹۵۵ء ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے جو تقریر فرمائی وہ درج ذیل ہے:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دشمنِ دین بیوی اور اولاد

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اما بعد! قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِکُمْ وَاَوْلَادِکُمْ عَدُوًّا لَّکُمْ فَاحْذَرُوْھُمْ (پارہ ۲۸، سورہ تغابن رکوع ۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! بے شک تمہاری بیویوں اور اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں۔ پس ان سے بچتے رہو)

یہ قاعدہ کلیہ نہیں کہ ہر بیوی اور اولاد دشمن ہوگی بعض بیویاں اور اولاد دشمن ہوں گی۔ اس آیت کا مطلب بیان کرنے سے پہلے تمہید کے طور پر ایک حدیث شریف عرض کرنی چاہتا ہوں:۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِیْھِمَا کَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ اَلصِّحَّۃُ وَالْفَرَاغُ (دو نعمتیں ہیں جن میں اکثر انسان نقصان اٹھانے والے ہیں (وہ دو نعمتیں ہیں) صحت اور فراغت۔ لوگ ان دونوں سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ اللہ تعالیٰ نے صحت دی ہے۔ مگر وہ صحت کی حالت میں خدا کو یاد نہیں کرتے۔ جب بیمار ہوگئے۔ تو پھر کیا یادِ الٰہی کریں گے؟ فراغت ہے مگر اس سے فائدہ اٹھا کر یادِ الٰہی نہیں کرتے۔ مصروفیت ہوگئی۔ تو دل چاہیگا بھی تو ذکرِ الٰہی ذکر نہ کر سکیں گے۔ مثلاً گھر میں کوئی بچہ یا بیوی بیمار ہوگئی۔ اب دن کو دفتر اور رات کو بیمار کی تیمارداری میں بسر ہونے لگے۔ یادِ الٰہی کے لئے وقت ہی نہیں ملتا۔ جب گھر میں تندرست تھے اس وقت خدا کو یاد نہ کیا۔ اب ذرا شوق پیدا ہوا تو کر نہیں سکتے۔ فرصت ہی نہیں ملتی۔ درس میں شمولیت کے لئے وقت نہیں ملتا۔ اللہ تعالیٰ نے ویسے

رہی خبردار نہیں کیا۔ اگر بارش ہو تو بیوی نماز کے لئے مسجد میں جانے سے روکتی ہے۔ اگر میاں نہ مانے تو پھر کہتی ہے۔ کہ دیکھنا باہر پھسلن ہوگی۔ سنبھل کر جانے لگا۔

بیوی اور اولاد دونوں مَزَلَّۃُ الْاَقْدَامِ ہیں۔ بہت سے مرد ان کے تعلقات کی بنا پر پھسل جاتے ہیں۔ اکثر اس دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ وہ اللہ کے ارشاد کے مطابق اس سے بچتے نہیں۔ ان کو بیویاں اور اولاد لے ڈوبتی ہیں مثلاً بیوی چاہتی ہے۔ کہ لڑکی مڈل سے میٹرک میں داخل ہو جائے۔ اور پھر ایف۔ اے اور بی اے ہو جائے۔ تاکہ کوئی اچھا رشتہ مل جائے وہ خاوند کو کسی نہ کسی طرح رضامند کر لیتی ہے۔ یہ فکر نہیں کہ اس کا ایمان بھی بچ جائے۔ یہی حال لڑکوں کا ہے۔ عورتیں یہ چاہتی ہیں کہ وہ بھی بی اے ہو جائیں۔ ان کے ایمان کو بچانے کی فکر نہیں کرتیں۔ خود لڑکے بھی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں اور تمام اخراجات والدین سے وصول کرنا چاہتے ہیں۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں۔ کہ کیا اسکولوں اور کالجوں میں دین سکھلایا جاتا ہے۔ پورا دین نہ سہی۔ کیا کلمہ ہی پڑھایا جاتا ہے۔ بیوی میسر ہوتی ہے۔ مگر اولاد کی محبت کے باعث دونوں گمراہ ہو جاتے ہیں۔

عربی کا مقولہ ہے۔ حدیث نہیں:۔

اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِھِمْ

(لوگ اپنے بادشاہوں کے راستے پر چلتے ہیں)

موجودہ نواب بہاولپور کے دادا اور پردادا ڈاڑھی رکھتے تھے تو ان کے وزراء کی بھی داڑھیاں تھیں مولوی رحیم بخش مرحوم وزیر تھے۔ مگر ان کی داڑھی تھی۔ اب نواب کے داڑھی نہیں۔ تو اب سب نے داڑھیاں منڈوا دیں۔ عوام حکمران طبقہ کے طور و اطوار کو اختیار کرتے ہیں جدھر حکمران طبقہ کا رخ ہوتا ہے۔ ادھر ہی قوم کا رخ ہوتا ہے۔ پاکستان بننے سے پہلے جدھر انگریز جاتا تھا۔ ہمارا نوجوان بھی ادھر ہی جاتا تھا۔ پاکستان بننے کے بعد بھی نوجوان کا رخ اسی طرف ہے۔ وہ کوٹ پتلون پہنتا تھا۔ یہ بھی کوٹ پتلون پہنتے ہیں۔ وہ کھڑے ہو کر پیشاب کرتا تھا۔ یہ بھی کھڑے ہو کر پیشاب کرتے ہیں۔ اس نے داڑھی منڈوانی شروع کی تو یہ بھی منڈوانے لگے۔ کرزن نے مونچھیں صاف کر دیں تو انہوں نے بھی منڈوا دیں۔ انگریز نے فیشن ایبل بال بنوائے تو ہمارے نوجوان نے بھی اس کی تقلید کی۔ اسلام یک رنگی چاہتا ہے۔ دو رنگی کو پسند نہیں کرتا۔

دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا
سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا

اسلام کہتا ہے۔ کہ سر کے بال برابر ہوں یعنی سارے رکھو یا سارے منڈوا کر لو۔ یہ نہیں کہ آگے بڑے اور پیچھے چھوٹے کروا لئے۔ گویا ہمارے نوجوان کو اتباع تو کرنا چاہیے تھا حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا مگر وہ انگریز کا اتباع کر رہے ہیں۔

لفظ ازواج جمع ہے زوج کی۔ اور یہ لفظ عام ہے۔ اگر مستورات مخاطب ہوں تو کہا جائے گا۔ کہ تمہارے خاوند تمہارے دشمن ہیں۔ قیامت کے دن بے دین اولاد والدین پر لعنت کی دعا کرے گی وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَکُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِیْلَا۔ رَبَّنَآ اٰتِھِمْ ضِعْفَیْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْھُمْ لَعْنًا کَبِیْرًا۔ (پارہ ۲۲ سورہ الاحزاب رکوع نمبر ۸)

(اور کہیں گے اے رب ہم نے کہا مانا اپنے سرداروں کا اور اپنے بڑوں کا۔ پھر انہوں نے ہمیں رستے سے بہکا دیا اے رب ہمارے ان کو دگنا عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت ڈال۔

وہ بارگاہ الٰہی میں عرض کریں گے۔ کہ اے اللہ! ہمارے ابا اور اماں پر بڑی لعنت بھیج انہوں نے ہمیں اسکول اور کالج کا دروازہ تو دکھلایا مگر مسجد کا دروازہ نہ دکھلایا۔ اولاد کو محض مغربی تعلیم دلانے کا یہ نتیجہ ہوگا چونکہ یہ مزلۃ الاقدام ہے۔ اس لئے اللہ نے اس سے پہلے متنبہ فرما دیا۔ مغربی تعلیم کے باعث علی گڑھ میں نماز کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ میں اس تعلیم کا مخالف نہیں ہوں۔ لیکن اس تعلیم کے زہریلے اثرات سے بچانے کے لئے ضروری ہے کہ لڑکوں اور لڑکیوں دونوں کو قرآن کی تعلیم دی جائے۔ اگر آپ استاد رکھ کر ان کو قرآن کی تعلیم نہیں دلا سکتے۔ تو ان کو

شراب کی تھوڑی سی مقدار بھی حرام ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ: جس شراب کی زیادہ مقدار نشہ پیدا کرے اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے۔ سنن ابوداؤد

شراب پینے کا عذاب

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام عالم کے لئے رحمت اور سب کے لئے وسیلہ ہدایت بنا کر بھیجا ہے اور میرے پروردگار عزوجل نے مجھے حکم دیا ہے معاز و مزامیر (یعنی ہر طرح کے باجوں) کے مٹا دینے کا اور بت پرستی اور صلیب پرستی کو مٹا دینے کا اور تمام رسوم جاہلیت کو ختم کر دینے کا، اور میرے رب عزوجل نے یہ قسم کھائی ہے کہ میری عزت وجلال کی قسم! میرے بندوں میں سے جو بندہ شراب کا ایک گھونٹ بھی پیے گا تو میں آخرت میں اس کو اتنا ہی لہو و پیپ ضرور پلاؤں گا۔ اور جو بندہ میرے خوف سے شراب کو چھوڑ دے گا اور اس سے باز رہے گا تو میں آخرت کے قدسی حوضوں کی شرابِ طہور اپنے اس بندہ کو ضرور نوش کراؤں گا۔ مسند احمد

بقیہ مجلس ذکر

(صلے سے آگے)

چھٹیوں میں ورس ہی میں لایئے۔ جمعہ میں بارہ ماہ برابر لایئے۔ لڑکوں کو جمعرات کے دن ذکر میں لایئے۔ لڑکوں اور لڑکیوں کو اسکولوں اور کالجوں میں ایمان نہیں سکھلایا جاتا۔ اب تو ان کو مغربی تعلیم دلاکر آپ خوش ہوتے ہیں۔ مگر قیامت کے دن آپ روئینگے۔ میں چونکہ اس تعلیم کا مخالف نہیں ہوں۔ اس لئے ۲۵ سال سے میں انجمن حمایت اسلام کی بہت سی کمیٹیوں کا ممبر ہوں۔ میں کالج کمیٹی کا بھی رکن ہوں۔ میں اتنی ترمیم چاہتا ہوں۔ کہ اس تعلیم کے ساتھ دین کی بھی تعلیم ہونی چاہیئے۔ انگریز کے زمانہ میں ہمیں شطرنج بساط پر کھیلنے کے لئے ہندو اور سکھ کے مقابلہ میں ایم اے پی۔ ایچ۔ ڈی۔ بیرسٹر۔ ڈاکٹر اور انجنیئر وغیرہ کی ضرورت تھی۔ اب وہ بے ایمان نہیں ہے۔ تو بھی ہم کو ان کی جگہ پر کرنے کے لئے ان ماہرین کی ضرورت پڑے گی۔ میری شکایت ان احباب کے متعلق ہے۔ جو اپنی اولاد کی دینی تعلیم و تربیت کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ اس لئے دینداروں کے گھروں میں بے دینی عام ہو رہی ہے۔ اس سے ما قبل تو اولاد کو قرآن کی تعلیم سے نا آشنا رکھنے کا جو نتیجہ آخرت میں نکلیگا۔ وہ میں نے عرض کیا۔ اب دنیا میں جو اس کا نتیجہ نکلتا ہے وہ بھی

(باقی ص)

مرتبہ :۔ چوہدری عبدالرحمٰن خاں

مجلس ذکر

آج مورخہ ۱۳ محرم الحرام ۱۳۷۵ھ یکم ستمبر ۱۹۵۵ء ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مکان نہیں مکین واجب العزت ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا۔ مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

اما بعد۔ میں عرض کیا کرتا ہوں کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے جتنی نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ میں ہرگز ہرگز اپنے آپ کو آپ میں سے کسی سے بہتر نہیں سمجھتا۔ ممکن ہے کہ میں آپ سب سے زیادہ گنہگار ہوں۔ یہ میرا حال ہے۔ اور یہ نعمت مجھے اللہ کے فضل اور اپنے بزرگوں کی برکت سے نصیب ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ میرے ان بزرگوں کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ میرے بزرگوں نے مجھے اجازت دے رکھی ہے کہ میں دوسروں کو اللہ کا نام لینا سکھاؤں۔ میں کسی کو نہیں بلاتا۔ جو پوچھتا ہے اسے بتلا دیتا ہوں۔ میں اپنے شیخ کی طرف سے وکالتاً اللہ کا نام بتلاتا ہوں۔ یہ میری ذمہ داری ہے کہ جن احباب کا مجھ سے تعلق ہے۔ ان کی رہنمائی کروں۔ تاکہ ہم سب اللہ کے سامنے سرخرو ہو کر جائیں۔ اللہ تعالیٰ کے دربار میں پہنچنے کے لیے دروازہ محمدی سے گذرنے کی ضرورت ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (سورہ آل عمران رکوع ۴) ترجمہ:۔ ان سے فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت (کا دعویٰ) کرتے ہو، پھر میری پیروی کرو گے۔ تو اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا۔ بہت سے دوسرے احباب بھی بیٹھے ہیں۔ چشم ما روشن دل ما شاد۔ اصل میں میری ذمہ داری انہی احباب کے متعلق ہے جن کا مجھ سے اللہ اللہ کرنے کا تعلق ہے میرے احباب تشریف لے آتے ہیں تو میں ان کی خدمت میں کچھ عرض کر دیتا ہوں۔ تاکہ میں قیامت کے دن بری الذمہ ہو جاؤں۔

میرا جمعہ کا خطبہ پہلے روزنامہ "نوائے پاکستان" لاہور اور پھر ہفت روزہ "خدام الدین" لاہور میں چھپتا ہے بعد ازاں یہ کتابی صورت میں بھی چھپتا ہے۔ یہ محض اللہ کا فضل ہے کہ یہ نعمت غالباً مغربی پاکستان میں میرے سوا کسی کو حاصل نہیں ہے انگریز مجھے دہلی سے لایا تھا۔ میں اس زمانے میں سوت کی عربی عبا پہنا کرتا تھا۔ اوپر میرے عربی عبا تھی اور اندر ہتھکڑی لگی ہوئی تھی۔ مجھے دہلی سے گرفتار کر کے پہلے شملہ کی حوالات میں رکھا گیا۔ پھر مجھے لاہور لائے تو خان بہادر عبدالعزیز سی آئی ڈی والوں کے حکم سے نولکھا کی حوالات میں رکھا گیا اس طرح کی بے سروسامانی کے باوجود میں اللہ سے خوش ہوں کہ اس نے مجھے دین کی بہت خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ میں اہالیان لاہور سے بھی خوش ہوں کہ ان کو اللہ نے میری آواز پر لبیک کہنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اگر میں آج مر جاؤں تو میری طبع شدہ چیزیں اتنی ہیں کہ جن کی برکت سے مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ میری بخشش فرما دیں گے۔

میری آج کی تقریر کا عنوان ہے کہ "مکان کا احترام نہیں ہوتا۔ مکین کے لحاظ سے اس کی عزت ہوتی ہے۔"

اسلام کے سوا سب مکان کی صفائی کرتے ہیں اسلام مکین کی صفائی کرتا ہے میں آپ سے پوچھتا ہوں۔ کہ اگر مکان صاف ہو اور اس میں اژدہا یا بازاری رنڈی ڈیرہ لگائے۔ تو کیا کسی کے نزدیک بھی اس مکان کی کوئی عزت ہوگی۔ ہرگز نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد نبوی پر کھجور کی چھڑیوں کی چھت تھی۔ اس کے باوجود اس کی کتنی عزت تھی اگر مسجد خواہ کچی ہو اس کے اندر کوئی اللہ کا بندہ ہے جس کی نظر کیمیا اثر ہے تو اس کی ایک نظر پڑ جانے سے بیڑا پار ہو جائے گا۔ اور اس کی جوتیوں میں بیٹھنا دنیا دار کے لئے باعث فخر ہے۔ حضور کا ارشاد ہے:۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمْ وَلَا اِلٰى اَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَّنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَاَعْمَالِكُمْ

ترجمہ:۔ بے شک اللہ تعالیٰ نہ تمہاری صورتوں اور نہ تمہارے مالوں کو دیکھتے ہیں۔ بلکہ وہ تو تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتے ہیں) اس کو زیادہ واضح کرنے کے لئے سندھی کے چند اشعار کا مطلب عرض کئے دیتا ہوں۔ لڑکیاں ایک جگہ سوت اکٹھی بیٹھی نہیں۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ سوت کات سکیں۔ سوداگر سوت خریدنے کے آئے جن کو ناز تھا کہ انہوں نے باریک کاتا ہے ان کو چھوڑ کر چلے گئے۔ جن کو یقین تھا کہ ہمارا کاتا ہوا کوئی بھی پسند نہ کرے گا۔ ان کا کاتا ہوا خرید لے گئے۔

جسم مکان ہے اور اس کے اندر روح مکین ہے۔ اسلام کہتا ہے کہ روح کی تہذیب کرو۔ دنیا جسم کی تہذیب کرتی ہے۔ اگر بال بکھرے ہوئے نہ ہوں۔ بلکہ کنگھی پٹی کی ہوئی ہو۔ کپڑے صاف ہوں۔ بوٹ پالش شدہ ہو۔ تو دنیا کی نظر میں ایسا شخص مہذب ہے۔ گویا ان کے نزدیک عزت کا معیار دولت ہے۔ بھنگی کے پاس دولت ہے تو وہ ان کی نظر میں معزز۔ کیونکہ وہ فرسٹ یا سیکنڈ کلاس کا ٹکٹ لے کر گاڑی میں سفر کرتا ہے۔ سید کے پاس اگر دولت نہیں۔ تو وہ تھرڈ کلاس میں سفر کرے گا۔ وہ ان کی اصطلاح میں جنٹلمین نہیں۔ اس مجلس ذکر کا بھی یہی مقصد ہے۔ کہ ہم جسم کی بجائے روح کی تہذیب کریں۔

اللہ والوں کی صحبت میں جاہل بھی مکین کی صفائی کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس سلسلہ میں حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خادم کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔ آپ کے لنگر میں کھجوروں کے درخت تھے وہ لنگر کے بچے کچی کھجوریں توڑ کر کھاتے تھے۔ ایک دن ایک شخص نے ان کی شکایت کی تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک خادم سے فرمایا۔ جاؤ ان بدمعاشوں کو پکڑ کر لاؤ تو میں ان کو سزا دوں۔ وہ جاہل مطلق تھا۔ مگر صحبت کا رنگ چڑھا ہوا تھا بے ساختہ اس کی زبان سے نکلا۔ کہ حضرت سب سے بڑا بدمعاش تو میں ہوں۔ اس طرح اس نے حضرت کی طبیعت کا رخ پھیر دیا۔ اور آپ خاموش ہو گئے۔ یہاں ایک معمولی کلرک کو دیکھئے تو اس کا طرہ سر سکندر حیات جتنا ہوتا

(باقی صفحہ ۷ پر)

خدام الدین لاہور ۱۷ ۱۹ ستمبر ۱۹۵۵ء

بقیہ مجلس ذکر (ص۱ سے آگے)

ہے۔ وہ مربع زمین کا مالک سمجھتا ہے کہ گاؤں کے سب لوگ میرے ماتحت ہیں جس کی بہو بیٹی کو چاہوں بلا لوں۔ یہ فرعونیت اور رعونت اس لئے ہے کہ مکین کی تہذیب نہیں کی اور مکان کی کرتے رہے۔ شیخ کامل مکین یعنی روح کو تعلیم یافتہ اور مہذب بنا دیتا ہے۔ تو اپنے عیوب نظر آنے لگتے ہیں۔ خوف خدا پیدا ہوجاتا ہے۔ کبر۔ حسد عجب۔ جاہ طلبی اور زرطلبی وغیرہ روحانی بیماریاں دور ہوجاتی ہیں۔ ساری دنیا چونکہ مکان کی صفائی کرتی ہے۔ اس لئے شیر۔ چیتے اور سانپ سے زیادہ درندگی پھیلی ہوئی ہے وہ ایٹم بموں سے ڈھائی لاکھ جاپانی اڑا دیئے ——— اسلام سکھلاتا ہے کہ ان سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں۔ اور لڑائی میں زیادتی نہ کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں سے محبت نہیں کرتے۔

دیکھا آپ نے دشمنی میں بھی حد بندی کر دی گئی۔ اسلام سینہ کرہ نہیں سکھلاتا۔ اگر کوئی لڑنے کے لئے آئے تو اسلام یہ نہیں کہتا کہ بیٹھ کر مار کھاؤ۔

حضور کا ارشاد ہے کہ جس شخص کے دل میں ذرا برابر بھی کبر ہوگا۔ وہ جنت میں نہ جائے گا۔ صحابہ کرام نے عرض کی۔ یا رسول اللہ ہر شخص کا دل چاہتا ہے کہ میرے کپڑے اچھے ہوں۔ آپ نے فرمایا یہ کبر نہیں ہے۔ کبر ہے بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ (ترجمہ) حق بات کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا) یعنی جس کے پھٹے پرانے کپڑے دیکھے اس کو ذلیل سمجھنے والا متکبر ہے۔ میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ انسان جسم کا نہیں بلکہ روح کا نام ہے۔ مرنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ اندر جو کچھ تھا وہ انسان تھا۔ اسلام اس انسان کو مہذب بنانا چاہتا ہے۔ روزانہ ہمارے سامنے کئی جنازے نکلتے ہیں۔ لیکن ہم پھر بھی نہیں سمجھتے کہ مکان کی صفائی ضروری نہیں مکین صاف ہونا چاہیئے۔ یعنی جسم غبار آلودہ اور کپڑے پھٹے پرانے ہوں۔ تو کوئی پرواہ نہیں۔ مگر روح مہذب ہونی چاہیئے۔ انسانوں کی اسی غفلت شعاری کی شکایت اللہ تعالیٰ سورہ یوسف کے آخر میں فرماتے ہیں:۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ

(ترجمہ) آسمانوں اور زمین میں کئی نشانیاں ہیں۔ جن پر یہ گزر جاتے ہیں اور ان سے منہ موڑنے والے ہوتے ہیں۔ یہ چیزیں جو میں نے عرض کی ہیں ان کا رنگ تب چڑھتا ہے۔ اگر شیخ کامل ہو اور طالب صادق

جو ہر شخص اپنے محبوب کی عزت کرتا ہے اور اسی کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتا ہے۔ حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِي وَيُصِمُّ (تمہیں محبت خواہ کسی چیز کی محبت ہو اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے) میں جب کبھی حضرت مولانا عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں جاتا تو ہم دونوں باہر چلے جاتے۔ اور گھنٹوں اپنے شیخ حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ کی باتیں کرتے رہتے۔ محبت کی بنا پر رنگ چڑھتا ہے۔ پھر حالت یہ ہوجاتی ہے جو سندھی کے ایک شعر میں کسی نے بیان کی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ جب انسان مرجاتا ہے تو پھر نہ سانپ نہ بھڑ کے کاٹنے کا اثر ہوتا ہے یعنی اگر انسان کی ہستی فنا ہوجائے۔ تو پھر کوئی برا بھلا بھی کہے تو یہ اس سے نہیں لڑتا بلکہ سوچتا ہے کہ آخر کچھ کیا ہوگا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے منہ سے یہ الفاظ کہلوا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اپنی ذمہ داری سنبھالنے اور اس کے بعد مجھے اور آپ کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

ٹھنڈا اور میٹھا پانی حضور ﷺ کا پسندیدہ مشروب

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کو پینے میں ٹھنڈا میٹھا پانی پسند تھا۔ جامع ترمذی حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے (مدینہ کے ایک مقام) بیوتِ سقیا سے میٹھا پانی لایا جاتا تھا۔ قتیبہ جو اس حدیث کے ایک راوی ہیں، ان کا بیان ہے کہ یہ مقام مدینہ سے دو دن کی مسافت پر تھا۔ سنن ابی داؤد

مجلس ذکر

مرتبہ:۔ چوہدری عبدالرحمٰن خاں صاحب

آج ۲۰ محرم الحرام ۱۳۷۵ھ مطابق ۸ ستمبر ۱۹۵۵ء مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی:۔

بزرگان سلف کا ادب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اما بعد

میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ یہ مجلس ذکر دراصل ان احباب کے لیے ہے۔ جن کا مجھ سے اللہ اللہ کرنے کا تعلق ہے۔ دوسرے احباب بھی آ بیٹھتے ہیں چشم ما روشن دل ما شاد۔ بڑی خوشی سے آئیں۔ ہم اللہ کا نام لیتے ہیں بعد از ذکر میں قرآن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں اپنے احباب کی رہنمائی کے لیے کچھ عرض کر دیتا ہوں۔ میرا نصب العین یہ ہے کہ ہم سب اللہ تعالےٰ اور حضور کو راضی کر لیں تاکہ ہماری قبریں بہشت کے باغ بن جائیں۔

بعض دنیادار خاندانوں میں کچھ رسمیں باپ دادا سے چلی آرہی ہیں۔ حالانکہ وہ سراسر غلط ہیں۔ اگر کوئی ان کے یہ رسمیں چھڑانا چاہے تو نہیں چھوڑتے۔ بلکہ ترک کرنے والوں پر الٹا طعن کرتے ہیں۔ گویا ان پر لفظ مصر ہیں۔ مثلاً شادی کے موقعہ پر باجا بجانا۔ دولہا کا سسرال کے گھر گھوڑی پر چڑھ کر جانا۔ سہرا باندھنا اور مہندی لگانا وغیرہ وغیرہ۔ بعینہٖ اسی طرح بعض دیندار خاندانوں میں بھی ایسی رسمیں چلی آرہی ہیں۔ جو خلاف شرع ہیں۔

یہ اللہ کا احسان ہے کہ اصلی اور کھرا اسلام موجود ہے۔ یہ نہ آج تک ختم ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ پنجاب میں نئے نئے مصلح پیدا ہوتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اسلام ختم گیا تھا۔ اور ہم نے اس کو زندہ کیا۔ وہ غلط کہتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کو ہدایت عطا فرمائے آمین! قرآن میں اللہ تعالیٰ کا اعلان موجود ہے کہ ہم نے ہی ذکر (قرآن) کو نازل فرمایا اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔ (اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ) اگر قرآن ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا تو اسلام بھی ہمیشہ رہے گا۔

بزرگان سلف کا یہ ادب نہیں کہ ان کے مزارات پر پھولوں کی چادر لے جا کر چڑھا دی جائے۔ یا طبلہ بجانے والوں کو بلا کر قوالی کرا دی جائے یا جھنڈا ما بیکا کر کھڑا کیا جائے۔ جو ان خود ساختہ رسموں کی مخالفت کرے اس کو بے ادب ٹھہراتے ہیں۔ آج میں حضورؐ کے ارشاد کے ماتحت ہی کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ ترمذی شریف میں آنحضرتؐ کا ارشاد ہے:۔

مَنْ اَحْیَا سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحْیَانِیْ وَمَنْ اَحْیَانِیْ کَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّۃِ (ترجمہ) جس نے میری سنت (طریقہ) کو زندہ کیا پس تحقیق اس نے مجھے زندہ کیا اور جس نے مجھے زندہ کیا وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا) آپ کا طریقہ معلوم کرنے کے لیے قرآن کے مطالعہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے۔ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰی اِلَیَّ (ترجمہ) میرا کام اس کے سوا کچھ نہیں کہ میں اس چیز (قرآن) کا اتباع کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے) گویا کہ کتاب اللہ کا اتباع ہی سنت ہے۔ دیکھا آپ نے کتاب و سنت میں کس طرح چولی دامن کا ساتھ ہے۔ آنحضرتؐ امام الصالحین ہیں۔ آپ کے بعد نمبر دوم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کا ہے نمبر ۳ تابعین۔ نمبر ۴ تبع تابعین۔ نمبر ۵ تمام صالحین الیٰ یومنا ہذا جیسا حضور سے چلتی ہے (ہم سب) انبیاءؑ کو مانتے ہیں لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْہُمْ (ان (انبیاءؑ) میں ہم تفریق نہیں کرتے) یعنی یہ نہیں کہ بعض کو مانیں اور بعض کو نہ مانیں۔ مگر ہمارے امام رحمۃ للعالمین ہی ہیں۔ آپ کا صحیح معنوں میں صحابہ کرام ہی ادب کرتے تھے۔ اس کے بعد تابعین پھر تبع تابعین۔ مفسرین۔ محدثین وغیرہم نے آپ کا ادب کر کے دکھلایا۔ اللہ تعالےٰ ان سب کی قبروں پر کروڑ رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین۔ معلوم ہوا کہ عمل بالقرآن ہی سنت ہے۔ اگر قرآن زندہ ہے تو سنت بھی زندہ ہے۔ اس کے ہم آج سینکڑوں سال بعد عمل بالقرآن کو زندہ کرنے والوں کے لیے دعائے رحمت کرتے ہیں اس میں صحابہ کرام۔ تابعین۔ تبع تابعین۔ مفسرین۔ محدثین اولیاء کرام اور علماء سب آتے ہیں۔ اگر ہم اس سنت کو نظر انداز کر دیں اور اپنا نیا طریقہ ایجاد کر لیں تو سراسر غلط ہوگا۔ یہ ان کا ادب نہیں۔ ان کا ادب یہ ہے کہ ان کے طریقہ کو زندہ رکھا جائے۔ اگر ہم کوئی نیا طریقہ ایجاد کریں گے تو سنت مٹ جائے گی۔ اس کے متعلق آپؐ کا ارشاد ہے۔ مَا اَحْدَثَ قَوْمٌ بِدْعَۃً اِلَّا رُفِعَ مِثْلُہَا مِنَ السُّنَّۃِ (کسی قوم نے کوئی بدعت ایجاد نہیں کی مگر اس کے برابر سنت اٹھالی جاتی ہے) میں اپنے گذشتہ جمعہ کے خطبہ میں جو روزنامہ "نوائے پاکستان" لاہور اور ہفت روزہ "خدام الدین" لاہور (مورخہ ۹ ستمبر ۱۹۵۵ء) میں چھپ چکا ہے چیلنج دے چکا ہوں کہ میں فقہ میں حضرت امام اعظمؒ اور طریقت میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا متبع ہوں۔ گویا کہ میں حنفی بھی ہوں اور قادری بھی ہوں۔ اگر ہمارے بھائی غلط رسموں کو امام اعظمؒ یا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے ثابت کر دیں تو میں ان رسموں کی مخالفت چھوڑ دوں گا۔

اس مضمون کو زیادہ واضح کرنے کے لیے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ نماز کے بعد سنت طریقہ یہ ہے کہ استغفار۔ آیۃ الکرسی۔ ۳۳ دفعہ سبحان اللہ ۳۳ دفعہ الحمد للہ ۳۳ دفعہ اللہ اکبر اور ایک دفعہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یا ۳۴ دفعہ اللہ اکبر پڑھا جائے۔ اس کے مقابلہ میں لاہور میں کیا ہوتا ہے۔ وہ بھی سنیے فجر اور مغرب کی نماز کے بعد بلند آواز سے درود شریف پڑھتے ہیں۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَسَلَّمَ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ۔ درود شریف کا کون منکر ہو سکتا ہے۔ لیکن ہر چیز اپنے اصلی مقام پر ہی صحیح ہوتی ہے۔ درود پڑھنے کے بھی اوقات اور مواقع ہیں۔ اگر نماز میں سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص کی بجائے۔ درود شریف پڑھا جائے تو نماز نہ ہوگی۔ شریعت کے مالک آسمان پر اللہ تعالےٰ اور زمین پر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ انہوں نے جس جگہ جو کچھ پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ اس میں ردو بدل کرنے کا کسی کو اختیار نہیں۔ امام اعظمؒ کے مذہب میں ہے کہ مسجد میں بلند آواز سے ذکر کرنا اس صورت میں منع ہے۔ اگر اس سے نمازی کی نماز یا ذاکر کے ذکر میں خلل پیدا ہونے کا اندیشہ ہو۔ میرا اپنا تجربہ ہے کہ بعض اوقات کسی ایسی مسجد میں نماز مغرب پڑھنے کا موقعہ ہوا جس میں بلند آواز سے درود شریف پڑھا جاتا ہو۔ اور اگر ایک دو رکعت باقی ہوں تو میں خود کئی کئی دفعہ سورہ فاتحہ پڑھنے میں بھول جاتا ہوں۔ یہ نہ حنفی ہیں نہ قادری اور یہ نہ حضورؐ اور نہ صحابہ کرام کے تابع ہیں۔ اگر وہ کا

(باقی صفحہ ۷ پر)

جاتے تو کہتے ہیں کہ ان کو درود شریف پڑھنے سے کوفت ہوتی ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ ایک دفعہ درود شریف پڑھنے سے دس نیکیاں ملتی ہیں۔ دس گناہ معاف ہوتے ہیں۔ دس درجے بلند ہوتے ہیں اور دس دفعہ خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سب سے پہلے ہم کو سنت کو زندہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

اس کے بعد اگر کوئی مسئلہ نہ قرآن میں اور نہ احادیث میں ملے تو بجائے اس کے کہ ہم اپنی رائے پر عمل کریں۔ بہتر ہے کہ امام اعظمؒ کی رائے پر عمل کرلیں۔ بے شمار مسائل ایسے ہیں جو بعد میں پیدا ہوئے۔ اور ان کا قرآن اور احادیث میں ذکر نہیں ہے۔ کیا خواجہ علی ہجویریؒ یہ سکھلا گئے ہیں۔ کہ میری قبر پر پھولوں کی چادر چڑھانا۔ کلاہیں پہنے ڈالنا۔ یہ اُن کا ادب نہیں بلکہ ان کا ادب یہ ہے کہ ان کے طریقہ کو زندہ کیا جائے۔ میں ان کو بہت بڑے اولیاء کرام میں سے سمجھتا ہوں اور کبھی کبھی فاتحہ خوانی کے لیے ان کے مزار پر بھی حاضر ہوتا ہوں۔ ہم جمعرات کو ذکر جہر شروع کرنے سے پہلے گیارہ دفعہ سورہ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب حضور کی وساطت سے حضرت پیران پیرؒ کی روح کو پہنچاتے ہیں۔ یہ ذکر جہر کا طریقہ انہی کا بتلایا ہوا ہے۔ حضور کا ارشاد ہے۔ مَنْ لَّمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللہَ (ترجمہ: جس نے انسان (محسن) کا شکریہ ادا نہ کیا وہ اللہ کا شکر ادا نہ کرے گا) جس طرح دنیا داروں میں غلط رسمیں چل نکلتی ہیں۔ اسی طرح دینداروں میں بھی غلط رسمیں رائج ہو جاتی ہیں مزارات پر پھولوں کی چادریں چڑھانے والوں سے اگر آپ کہیں کہ اس کی بجائے اگر کسی غریب۔ مسکین۔ بیوہ یا یتیم کو وہ روپے دیدیں تو یہ زیادہ اچھا ہے اور اس کا ثواب اس بزرگ کی روح کو پہنچا دیں تو وہ ہرگز نہ مانیں گے۔ اس لیے کہ اس میں کوئی نام و نمود نہیں ہے۔ ہر نیکی کا کام کرکے اگر میت کی روح کو ثواب پہنچایا جائے۔ تو جائز ہے۔ اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے مگر اس کے لیے تین شرطیں ہیں:۔

(۱) نیت میں اخلاص ہو۔ یعنی صرف اللہ کی رضا مقصود ہو غیر اللہ کی رضا کا شائبہ بھی نہ ہو۔

(۲) مال حلال کا ہو۔ اگر حرام کا مال ہوگا تو میت کو ایک دانہ کا بھی ثواب نہ پہنچے گا۔

(۳) مستحقین کو کھلایا جائے۔

نماز نفلی۔ روزہ نفلی۔ حج نفلی اور صدقات و خیرات کا ثواب پہنچتا ہے۔ عام طور پر نہ نیت میں اخلاص ہوتا ہے۔ نہ مال حلال کا ہوتا ہے اور نہ مستحقین کو کھلایا جاتا ہے۔ برادری یا بڑے بڑے لوگوں کو بلا کر کھلایا جاتا ہے۔ تاکہ واہ واہ ہو جائے کہ باپ کو اچھی طرح سنبھالا۔ مستحقین کو کھلانے سے کیا فائدہ ہے۔ وہ سنئے۔ ایک بزرگ تھے ان کی کسی دنیادار سے دوستی تھی۔ وہ اکثر ان کو ملنے کے لیے تشریف لاتے تھے۔ ایک دفعہ کافی عرصہ کے بعد تشریف لائے۔ تو معلوم ہوا کہ ان کا انتقال ہو چکا ہے۔ ان کے مزار پر فاتحہ خوانی کے لیے تشریف لے گئے تو دیکھا کہ انہیں قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔ واپس آکر ان کے ورثا سے فرمایا کہ دیگیں چڑھا دیجئے اور جو آئے کھلاتے جائیے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ دوبارہ قبر پر گئے تو وہ ٹھنڈی ہو چکی تھی۔ کسی اللہ کے بندے کے پیٹ میں لقمہ چلا گیا اس کے منہ سے دعا نکلی جو بارگاہ الٰہی میں مقبول ہو گئی۔

میں جو کچھ عرض کیا کرتا ہوں وہ ذمہ داری سے عرض کرتا ہوں۔ اس میں سبق ہوتا ہے اس کو یاد رکھا کریں۔ اس پر عمل کرنے کی کوشش کیا کیجئے۔ اور اس کو دوسروں تک بھی پہنچا دیا کریں۔ صحابہ کرام ان پڑھ تھے۔ مگر انہوں نے آنحضرتؐ سے جو کچھ سنا اس کو دل پر لکھ لیا۔ خود اس پر عمل کیا اور دوسروں کو پہنچا دیا۔ اسی کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے آسمان سے ان کی تعریف نازل فرمائی۔ اور حضور کی زبان فیض ترجمان سے ان کو جنت الفردوس کی خوشخبریاں دی گئیں۔ بزرگوں کا ادب یہ ہے کہ ان کے طریقہ کو زندہ کیا جائے۔

یہ تو بزرگان سلف کے ادب کے متعلق میں نے عرض کیا۔ ارادہ تو یہ تھا کہ زندہ بزرگوں کے متعلق بھی عرض کروں گا۔ مگر وقت ختم ہو چکا ہے۔ اس لیے اگر اللہ کو منظور ہوا تو پھر کبھی زندہ بزرگوں کے ادب کے متعلق بھی عرض کروں گا۔

کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونا باعث برکت ہے

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے تورات میں پڑھا کہ کھانے کے بعد ہاتھ منہ دھونا باعث برکت ہے۔ میں نے یہ بات رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے ذکر کی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ: کھانے سے پہلے اور اس کے بعد ہاتھ اور منہ کا دھونا باعث برکت ہے۔ جامع ترمذی

مجلسِ ذکر

مُرتّبہ چودھری عبد الرحمٰن خاں صاحب

آج مورخہ ٢٧ محرم ١٣٧٥ھ مطابق ١٥ ستمبر ١٩٥٥ء مخدومنا و مرشدنا حضرت مولینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی -

اللہ کے مقبول بندوں کی صفات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى - اَمَّا بَعْد

عرض یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اپنے مقبول بندوں کی صفات خود بیان فرمائی ہیں - سورہ المؤمنون رکوع ١ پارہ ١٨ میں فرماتے ہیں - قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ الخ سورہ الفرقان رکوع ٦ پارہ ١٩ میں ارشاد فرماتے ہیں وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا الخ - اللہ تعالےٰ ہمیں ان صفات کو اپنے اندر پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے - آمین -

اللہ تعالےٰ کے مقبول بندوں کی شکل وصورت تو یہی ہوتی ہے - مگر اندر کچھ اور ہی ہوتا ہے - فرعون اور موسیٰؑ کی ظاہری شکل وصورت میں کوئی فرق نہ تھا - مگر اندرونی استعداد کے لحاظ سے اگر لاکھوں فرعون بھی ذبح کر دئے جائیں تو وہ سب موسیٰؑ کے جوتے کے تلوے کے ایک ذرہ برابر بھی نہیں ہو سکتے -

مندرجہ بالا ارشادات باری تعالےٰ کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں بھی ان صفات کا ذکر آتا ہے - آپؐ کو اللہ تعالےٰ نے ایک سرٹیفکیٹ دے رکھا ہے - کہ دین کے معاملہ میں آپ جو کچھ فرماتے ہیں - وہ سب وحی الٰہی ہوتا ہے وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى - اس بناء پر آپ کے ارشادات بھی ہمارے لئے اسی طرح واجب الاتباع ہیں - جس طرح اللہ تعالےٰ کے ارشادات - آج میں آپؐ کے ارشاد کی روشنی میں مقبولین بارگاہ الٰہی کی صفات عرض کرنا چاہوں - وہ ارشاد نبوی درج ذیل ہے -

ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی - فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ (خدا تعالےٰ جس شخص کی ہدایت کا ارادہ کرتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لیے کشادہ کر دیتا ہے) پھر فرمایا جب نور سینہ کے اندر داخل ہوتا ہے تو سینہ فراخ اور کشادہ ہو جاتا ہے - پوچھا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا اس حالت کی کوئی علامت ہے جس سے اس کی شناخت کی جا سکے - آپؐ نے فرمایا - ہاں - اس کے بعد آپؐ نے اس نور کی تین علامات بیان فرمائیں - وہ تین علامات یہ ہیں :-

(١) اَلتَّجَافِيْ عَنْ دَارِ الْغُرُوْرِ

ترجمہ :- غرور کے گھر (دنیا) سے دور ہونا)

اس نور کی برکت سے دنیا سے انسان کی طبیعت ہٹتی جاتی ہے - پھر اس کی دل بستگی دنیا سے نہیں رہتی - بلکہ اس سے انسان دور رہتا ہے - سفر میں اگر کسی کو آرام میسر نہ آئے اور اس کو تکلیف ہو تو اس کا دل چاہتا ہے کہ جلدی گھر لوٹ کر جاؤں تاکہ تکلیف سے نجات پائے اور ہر ممکن آرام مل سکے - بعینہٖ یہی حالت اللہ کے مقبول بندوں کی ہوتی ہے - وہ چاہتے ہیں کہ جلدی دنیا کی زندگی ختم ہو - تاکہ محبوب حقیقی سے وصال نصیب ہو - دنیا کو دار الغرور اس لئے فرمایا ہے ہیں - یہاں کی ہر چیز بے وفا ہے ؎

کھلونے دے کے بہلایا گیا ہوں میں

بیوی - بچے - دنیوی ساز و سامان یہ سب کھلونے ہیں - اللہ تعالےٰ نے خود ہی سب کچھ عطا فرمایا اور پھر چاہتے ہیں کہ ان میں دلبستگی نہ ہو - ؎

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ
باز می گوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

یہ سب کھلونے آخرت سے دور ہٹانے کے لیے ہیں - سورہ آل عمران رکوع ٢ پارہ ٣ میں ان کھلونوں کا ذکر آتا ہے - فرماتے ہیں :-

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ○

ترجمہ :- (لوگوں کو مرغوب چیزوں کی محبت نے فریفتہ کیا ہوا ہے - جیسے عورتیں اور بیٹے اور سونے چاندی کے جمع کئے ہوئے خزانے اور نشان کئے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی - یہ دنیا کی زندگی کا فائدہ ہے اور اللہ کے پاس اچھا ٹھکانہ ہے) ان چیزوں کی محبت بھی اللہ نے خود ڈالدی اور پھر فرماتے ہیں - خبردار - ان میں پھنسنا نہ ہو - یہ دھوکہ دینے والی چیزیں ہیں - اگر یہ نہ ہوں تو پھر انسان کا امتحان ہی نہیں - ان چیزوں کی محبت کی وجہ سے اکثر انسان امتحان میں فیل ہو جاتے ہیں - ان چیزوں سے دل ان کی محبت میں ہٹتا ہے - جن کے اپنے دل ان سے ہٹے ہوئے ہوں - اس قسم کے اللہ والوں کی نسل حضورؐ سے لے کر آج تک چلی آ رہی ہے - ایک بزرگ کا قصہ مشہور ہے - خدا جانے درست ہے یا نہیں - لیکن عبرتناک ضرور ہے - ان کے پاس ایک عورت اپنے بچے کو لے کر آئی اور عرض کی کہ حضرت! یہ گڑ بہت کھاتا ہے - اس کو نصیحت فرمایئے کہ گڑ کھانا چھوڑ دے - اس بزرگ نے کل آنے کے لیے فرما دیا - اگلے دن جب وہ اس کو لے کر آئی تو آپ نے فرمایا - بیٹا گڑ کھانا چھوڑ دو - اس عورت کو بہت غصہ آیا اور کہنے لگی کہ اتنی سی بات کل ہی کہہ دیتے - اس بزرگ نے فرمایا کہ کل تک مجھے خود گڑ کھانے کی عادت تھی - اس سے گڑ چھوڑنے کو کہتا تو اثر نہ ہوتا - ؎

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

میرے دادا پیرؒ کے پاس کچھ عورتیں بیعت کے لیے حاضر ہوئیں (عورتوں کی بیعت قرآن سے ثابت ہے - ملاحظہ ہو پارہ ٢٨ الممتحنہ کی آخری سے پہلی آیت) ان میں ایک لڑکی بھی تھی جو بلا وجہ ہنس رہی تھی - حضرت دادا پیرؒ نے فرمایا کہ بیٹی اتنا ہنسو جتنا رو بھی سکو - آپ کا یہ فرمانا تھا کہ اس کی حالت بدل گئی اور اس نے رونا شروع کر دیا - کہتے ہیں کہ پھر وہ ساری عمر روتی رہی -

ایک دفعہ میں چکوال جا رہا تھا - کچھ فوجی میرے ساتھ سفر کر رہے تھے - ان کے ہمراہ ایک مراثی بھی تھا - ان کی فرمائش پر اس نے ایک غزل سنائی جس کا پہلا شعر یہ تھا ○

عاشقاں را سہ علامت اے پسر
آہ سرد و رنگ زرد و چشم تر

حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کی بعینہٖ یہی حالت تھی - بات بات پر آہ سرد بھرنا اور رونا عام تھا - یہ اللہ کے نام کی برکت ہے - اس سے دل موم ہو جاتا ہے اس قسم کے حضرات کی باتوں میں اثر بھی ہوتا ہے

(٢) وَالْاِنَابَةُ اِلٰى دَارِ الْخُلُوْدِ

(ترجمہ) اور ہمیشگی کے گھر کی طرف رجوع کرنا

اس نور کی دوسری علامت یہ ہے کہ دنیا سے طبیعت ہٹ کر آخرۃ کی طرف متوجہ ہونے لگتی ہے -

(باقی صـ١٤ پر)

بقیہ مجلس ذکر (صفحہ ۶ سے آگے)

جانور کسی اور طرف جانا چاہتا ہے۔ مگر مالک اس کو دوسری طرف کھینچتا ہے۔ اسی طرح نفس انسان کو دنیا کی طرف کھینچتا ہے۔ مگر اس نور کی برکت سے اس کا دل دنیا سے ہٹتا جاتا ہے۔

(۳) وَالِاسْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِهٖ

(اور مرنے سے پہلے مرنے کے لئے تیار ہو جانا)

اس نور کی یہ تیسری علامت ہے کہ انسان ہر وقت پا برکاب رہتا ہے۔

جن کو یہ نور عطا نہیں ہوا۔ ان کے متعلق قرآن کا ارشاد ہے قُلْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هَادُوا إِنْ زَعَمْتُمْ أَنَّكُمْ أَوْلِيَاءُ لِلَّهِ مِنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهُ أَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ (سورہ الجمعہ رکوع ۱ پارہ ۲۸)

(ترجمہ) فرما دیجئے۔ اے لوگو! جو یہودی ہو۔ اگر تم خیال کرتے ہو کہ تم ہی اللہ کے دوست ہو سوائے دوسرے لوگوں کے تو موت کی آرزو کرو۔ اگر تم سچے ہو۔ وہ لوگ اس کی کبھی بھی تمنا نہ کریں گے۔ بسبب ان (عملوں) کے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجے۔ اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔ اصل میں یہ ارشاد باری یہود کے متعلق ہے۔ مگر یہ اس پر بھی صادق آتا ہے۔ جس کا دل دنیا میں پھنسا ہوا ہو۔ اور اس کو آخرت کی فکر نہ ہو۔ اگر مقبول بارگاہ الٰہی ہوگا تو رنگ اور ہوگا۔

ان باتوں کی تلقین کرنے والے لاکھوں مگر اس قال کو حال بنانے والا کوئی۔

طمع۔ منع۔ اور جمع۔ ان تینوں کی نفی کا نام فقر ہے اللہ والے سوائے اللہ تعالیٰ کی ذات کے اور کسی سے طمع نہیں رکھتے۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی ذریعہ سے کوئی چیز ان کے ہاں بھجوا دیں تو وہ انکار نہیں فرماتے۔ جو آتا ہے وہ اس کو جمع نہیں فرماتے بلکہ صحیح مصارف میں خرچ فرما دیتے ہیں۔ اب ان کی مثالیں ملاحظہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا تقاضا ہے کہ جو اللہ کے بندے اور بندیاں بعض مجبوریوں کے باعث اللہ والوں کے دروازہ پر نہیں آ سکتے۔ اللہ تعالیٰ اللہ والوں کو ان کے پاس پہنچا دیتے ہیں جیسے جنگل کے درختوں کو اگر کسی اور طرح پانی نہیں پہنچ سکتا تو اللہ تعالیٰ بادلوں کو ان کے سروں پر لا کر برسا دیتے ہیں۔ اسی سلسلہ میں میرے دادا پیرؒ کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ رات ایک جنگل میں بسر کرنی پڑی۔ اس جگہ کے قریب ہی ایک جھونپڑی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ اس جھونپڑی کے رہنے والے بھینسوں کا دودھ بیچ کر گذر اوقات کرتے تھے۔ رات کو جب انہوں نے دودھ دوہا تو جس برتن میں دودھ رکھا تھا اس میں کتا منہ ڈال گیا۔ جب لڑکوں نے اپنی والدہ کو اس کی اطلاع دی تو وہ کہنے لگی کہ یہ دودھ ان فقراء کو دے آؤ۔ حضرتؒ اور آپ کے خدام یہ سب باتیں سن رہے تھے۔ جب دودھ آیا تو کسی نے حضرتؒ سے عرض کی کہ حضرت! دودھ آ گیا ہے فرمایا لے کر رکھ لو۔ جب دودھ اٹھا کر لانے والے واپس چلے گئے تو فرمایا کہ دودھ کو دریا میں گرا دو۔ یہ منع کی مثال ہے۔

حضرت امروٹیؒ کے ہاں ایک دفعہ ایک زمیندار ۵۰۰ روپیہ نذرانہ لے کر آیا۔ اور عرض کی کہ آپ کا بڑا خرچ ہے۔ میں یہ آپ کی امداد کے لیے لایا ہوں اس کا یہ کہنا تھا کہ حضرتؒ غصہ سے لال ہو گئے اور فرمایا کہ مجھے اللہ کی مدد کافی ہے۔ یہ اٹھا لے جاؤ۔ مجھے تمہاری مدد کی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد اس نے بہت منت سماجت کی۔ مگر آپ نے ایک نہ سنی۔ اور ایک پیسہ بھی نہ رکھا۔ یہ ترک طمع کی مثال ہے۔

حضرت مولینا عبداللہ صاحب فاروقی جو آج کل نیلی مسلم ہوٹل۔ انار کلی کی مسجد میں خطیب ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب میں دیوبند میں تعلیم سے فارغ ہوا تو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ سے ایک متمول خاتون نے درخواست کی کہ مجھے اپنے بچوں کی دینی تعلیم و تربیت کے لیے استاد کی ضرورت ہے۔ حضرتؒ نے مجھے بھجوا دیا۔ وہ خاتون میرے کام سے اتنی خوش ہوئی کہ اس نے مجھے کئی ہزار روپے دے کر کہا کہ جہاں تمہارا دل چاہے خرچ کرو۔ میں نے وہ روپیہ لا کر حضرتؒ کے قدموں میں ڈھیر کر دیا۔ تو فرمایا کہ مجھے تو اس کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ ترک طمع کی دوسری مثال ہے۔ طور شاہ جو آج کل ملتان میں رہتے ہیں اور میرے حضرتؒ کے خدام میں سے ہیں۔ انہوں نے ایک جوتا تحفہ بھیجا؟ تو حضرت شیخ الہندؒ نے وہ سر پر رکھ لیا۔ طور شاہ کا جوتا محبوب اور ایک عورت کا کئی ہزار روپیہ نامنظور۔

اب میں پھر اصل مضمون کی طرف آتا ہوں۔ قبر میں جائیں گے تو پتہ چلے گا کہ بیوی بچے۔ مال و زر اور گھر کا ساز و سامان جو بے حد محبوب تھا کچھ بھی ساتھ نہیں آیا۔ تب معلوم ہوگا کہ یہ سب کچھ دھوکا ہی تھا۔ موت کے لیے ہر وقت تیار رہنا چاہئے۔ ممکن ہے کہ اچانک ہی موت آ جائے مثلاً گھر سے کسب معاش کے لئے نکلیں۔ حادثہ پیش آ جائے اور جنازہ ہی گھر آئے۔ اس لیے ہر وقت موت کے لیے تیار رہنے کی ضرورت ہے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ گھر والے سمجھتے ہیں کہ مریض رو بصحت ہو رہا ہے مگر یکایک حالت بگڑ جاتی ہے اور موت آ جاتی ہے۔ اگر موت کی تیاری کی ہوگی تو قبر بہشت کا باغ بن جائیگی ورنہ دوزخ کا گڑھا۔

اپنا خود امتحان لیا کیجئے۔ اگر یہ تینوں چیزیں پیدا ہو رہی ہیں تو اس کو اللہ کا فضل سمجھئے۔ اس حالت میں کہا جائیگا کہ روحانی حالت رو بصحت ہے۔ جب انسان کے اندر یہ ذوق پیدا ہو جاتا ہے۔ تو اس کے قول و فعل میں انقلاب آ جاتا ہے۔ دنیا سے ہم نے اذکار الٰہیہ کے موتی لے کر جانا ہے۔ تاکہ مرنے کے بعد قبر اور حشر میں یہ کام آئیں۔

اللہ جلّ شانہ کے پاک نام سے یہ تینوں چیزیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اللہ کے نام میں بھی تاثیر ہے۔ یہ سارا جہان اسی کے نام کی تاثیر ہے۔ اس میں جو لذت ہے۔ اس کے مقابلہ میں سب لذتیں ہیچ ہیں۔

عبادت کی قبولیت سے طبیعت میں سرور پیدا ہوتا ہے۔ شادی کے متعلق کسی نے کہا ہے کہ عیش شہرو غم دہر یعنی ایک ماہ کے عیش کے لیے ساری عمر کا غم مول لینا شادی ہے۔ گویا ہر راحت میں رنج ہے۔ راحت اور رنج دونوں لازم ملزوم ہیں۔ ایک ذکر الٰہی ایسی چیز ہے جس میں رنج نہیں ہے۔ جتنا زیادہ کرتے جائیے۔ اتنی زیادہ راحت ہوگی۔ اور رنج کم ہوتا جائیگا۔ اولاد نہیں تو غم۔ اولاد ہو تو غم۔ ایک بیٹا تھا تو غم تھوڑا تھا۔ دو ہو گئے تو غم زیادہ ہو گیا۔ اس کے مقابلہ میں اللہ کا نام جتنا بڑھتا جائیگا غم گھٹتا جائیگا۔ باقی چیزیں جتنی بڑھیں گی اتنا ہی غم زیادہ ہوتا جائیگا۔ ع

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

اسباب دنیا جتنے زیادہ گھر لائیں گے اتنے ہی زیادہ غم ہوتے جائیں گے۔

کاملین کی صحبت مدت مدید تک نصیب ہو تو یہ چیزیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ حضرت دین پوریؒ کے ایک خادم تھے۔ جو ولہار اسٹیشن سے دو اڑھائی میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں میں رہتے تھے۔ وہ نواب بہاولپور کے رشتہ دار تھے۔ ان کے ایک ہمسایہ نے حضرت دین پوریؒ کے پاس آ کر شکایت کی کہ آپ کے خادم نے میری کچھ زمین دبا لی ہے حضرتؒ نے ان کو بلایا۔ اس نے لکھ بھیجا کہ حضرتؒ زمین میری نہیں۔ آپ کی ہے۔ جتنی مانگتا ہے دے دیجئے۔ مجھے آنے کی ضرورت نہیں۔ عام زمیندار چپہ چپہ زمین کے لیے لڑتے ہیں۔ یہ اللہ والوں کی صحبت کا اثر تھا۔ کہ ایک زمیندار اپنی ساری زمین دینے کے لیے تیار ہے۔ اور وہ بھی اس صورت میں کہ مدعی کا دعویٰ بھی جھوٹا تھا۔

حضرت امروٹیؒ کا واقعہ ہے کہ کسی شخص نے ان کے لنگر کے لیے کچھ زمین دی۔ اس کے ورثاء نے حضرتؒ کے پاس آ کر اپنا حق (باقی صفحہ ۱۸ کالم ۱ پر)

بقیہ نہیں مل سکا

مجلسِ ذکر

مرتبہ چودھری عبدالرحمٰن خاں صاحب

آج مورخہ ۵ صفر المظفر ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۲ ستمبر ۱۹۵۵ء مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے ذکر کے بعد مندرجہ ذیل تقریر فرمائی :-

اللہ کو سالم دِل والا انسان چاہئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی - اَمَّا بَعْدُ :-

میں آپ سے ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ یہ مجلس دراصل ان احباب کے لیے ہے جن کا مجھ سے بیعت کا تعلق ہے - میرے دو مرشد ہیں - میں دونوں کے در کا بھکاری تھا - دونوں دروازوں سے میرے کاسۂ گدائی میں ٹکڑا پڑتا رہتا تھا - جب تک وہ زندہ رہے جو شخص بھی میرے پاس اللہ کا نام پوچھنے آتا - اگر اس میں استطاعت ہوتی تھی تو میں اسے ان کے پاس ہی بھیج دیتا تھا - حضرت امروٹی فرمایا کرتے تھے کہ بیٹا وہیں اللہ کا نام بتلا دیا کرو - لیکن میں پھر بھی وہیں بھیج دیتا تھا - جب میں نے چودھری خدا بخش صاحب ساکنہ لکھوکے ہر کو بھیجا تو حضرت امروٹی نے ان کے ہاتھ مجھے خط لکھ بھیجا کہ میں نے ان کو یہ بتلایا ہے آگے تم بتلا دینا - میں نے وہ خط شیشے میں جڑوا کر رکھا ہوا ہے - میرے بڑے لڑکے مولوی حافظ حبیب اللہ نے جو آجکل مدینہ منورہ میں ہے - حضرت کو خط لکھا تو جواب میں تحریر فرمایا - کہ اگر میں زندہ رہا تو میں تمہاری تربیت کروں گا - ورنہ اپنے والد سے تربیت کرانا - میں نے وہ خط بھی شیشے میں جڑوا کر رکھا ہوا ہے - میں ان کے ارشاد کی تعمیل کرتا ہوں -

ہم ہر چیز سالم مانگتے ہیں - بیوی ہو تو سالم نہ اندھی نہ گونگی نہ بہری نہ لنگڑی - بیٹا ہو تو سالم - حتیٰ کہ نوکر ہو تو بھی سالم - سالم کے معنی یہ ہیں کہ ہر عضو بھی صحیح سلامت ہو اور ہر عضو میں قوت و طاقت بھی ہو - بعض اوقات عضو سلامت ہوتے ہیں مگر ان میں طاقت نہیں ہوتی - حافظ عبدالرحمٰن صاحب اس مسجد میں امام تھے - ان کی آنکھیں بالکل سلامت تھیں - مگر ان میں نور نہ تھا) وہ متوکل علی اللہ تھے - کسی سے طمع نہ تھی - خود اپنے ہاتھ سے آٹا گوندھ کر روٹی پکا کر کھاتے تھے - نہ وہ کسی سے مانگتے تھے - اور نہ امامت کی تنخواہ لیتے تھے - نہ وہ ختم درود کے قائل تھے - اعلیٰ درجے کے قاری اور حافظ قرآن تھے - درس میں جب کبھی میں کسی آیت کے متعلق پوچھتا تو فوراً بتلاتے تھے - بعض لوگ جب ان کی امامت پر اعتراض کرتے تو میں ان سے کہا کرتا تھا کہ ان جیسے حافظ مجھے بینا امام لا دیجئے تو میں رکھ لوں گا -

آپ جس عقل سے دنیا میں کام لیتے ہیں اسی عقل سے اللہ کے معاملہ میں بھی کام لیجئے - اگر ہم کو ہر چیز سالم چاہیئے تو کیا اللہ تعالیٰ کو سالم بندے نہیں چاہئیں ؟ کیا اللہ تعالیٰ ان بندوں کو پسند کرے گا - جن کے دل گندے ہوں زبان اور آنکھیں گندی ہوں - بیٹا اعضاء کا ہو اور اس کے افعال درست نہ ہوں تو اپنے بیٹے سے باپ محبت نہیں کرتا - باپ کو وہ بیٹا پسند ہے جس کے اعضاء بھی سلامت ہوں اور اعمال بھی اچھے ہوں - انسان کی سلامتی کا منبع دل ہے - ہاتھی کے پاؤں میں سب کا پاؤں - اگر دل سلامت ہے تو سب اعضاء سلامت ہوں گے - اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا :-

یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ - (ترجمہ) اس دن (یعنی قیامت کے دن) نہ مال اور نہ بیٹے نفع دیں گے - مگر (وہ شخص نفع پائیگا) جو سالم دل لائیگا

قلب سلیم وہ ہے جس میں اللہ کے سوا کوئی نہ سمائے - خوف ہو تو اللہ تعالیٰ کا - محبت ہو تو اللہ کی لحاظ ہو تو اللہ تعالیٰ کا - باقی سب پر ان جذبات کا پرتو پڑے گا - ماں باپ کی ہم اس لیے خدمت کرتے ہیں کہ ان کی خدمت کرنے سے اللہ راضی ہوگا - اگر نہ کی تو اللہ ناراض ہوگا - بیوی کی اس لیے خدمت کرتے ہیں کہ اللہ راضی ہو جائے - میں دعا کرتا ہوں کہ میری ان باتوں کا آپ کے دلوں پر اثر ہو اور آپ کی اصلاح ہو جائے آپ کی اصلاح ہو گئی تو ممکن ہے اس کی برکت سے میری بھی نجات ہو جائے - حضورؐ کا ارشاد ہے کہ :- اَلدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ (نیکی کی طرف رہنمائی کرنے والا نیکی کرنے والے کی طرح ہوتا ہے) رہنمائی کرنا میرا فرض ہے اور عمل کرنا آپ کے ذمہ فرض ہے -

قوت ارادی دل میں پیدا ہوتی ہے - ہاتھ پاؤں میں نہیں ہے - اس لئے دل بادشاہ ہے - ہاتھ پاؤں اور باقی اعضاء اس کی فوج ہیں -

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ :-

اِنَّ فِی الْجَسَدِ لَمُضْغَۃً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ اَلَا وَھِیَ الْقَلْبُ (ترجمہ - بے شک انسان کے جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے کہ جب وہ درست ہو جائے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے - اور جب وہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے - خبردار اور وہ دل ہے)

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو سالم دل اللہ تعالیٰ کے لیے وقف کرنے کی توفیق عطا فرمائے - حضورؐ کا ارشاد ہے کہ مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہِ وَاَبْغَضَ لِلّٰہِ وَاَعْطٰی لِلّٰہِ وَمَنَعَ لِلّٰہِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ (ترجمہ - جس نے اللہ کے لیے محبت کی - اللہ کے لیے بغض رکھا - اللہ کے لیے دیا اور اللہ کے لئے دینے سے ہاتھ روکا - تحقیق اس نے اپنے ایمان کو مکمل کر لیا) اس کے ماتحت اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو سب سے منقطع ہو کر ایک اللہ کا ہو کر رہنے کی توفیق عطا فرمائے - آمین -

جس سے وہ تعلق رکھنے کی اجازت دے - اس سے تعلق رکھا جائے - اور جس سے وہ تعلق منقطع کرنے کا حکم دیں - اس سے منقطع کر لیا جائے - اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

وَاِنْ جَاھَدٰکَ عَلٰٓی اَنْ تُشْرِکَ بِیْ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْھُمَا وَصَاحِبْھُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا (ترجمہ - اور اگر وہ (تیرے والدین) کوشش کریں اس بات کی کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک بنائے جس کا تجھے علم نہیں - پس تو ان دونوں کی اطاعت نہ کر - اور ان کے ساتھ دنیا میں حسن سلوک سے زندگی بسر کر) حضورؐ اللہ تعالیٰ کا مافی الضمیر بیان فرماتے ہیں - آپ فرماتے ہیں :-

اللہ کی رضا والد کی رضا میں ہے اور اللہ کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے -

سورہ المجادلہ رکوع ۳ پارہ ۲۸ میں اللہ تعالیٰ اپنے قلب سلیم بندوں کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں :-

لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَوْ کَانُوْٓا اٰبَآءَھُمْ اَوْ اَبْنَآءَھُمْ اَوْ اِخْوَانَھُمْ اَوْ عَشِیْرَتَھُمْ اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْاِیْمَانَ -

(باقی صفحہ ۷ پر)

بقیہ مجلس ذکر

(صلا سے آگے)

(ترجمہ) نہ پائے گا تو ایسی قوم جو اللہ اور آخرۃ کے دن پر ایمان رکھتی ہو۔ کہ وہ دوستی رکھیں ان لوگوں سے جو اللہ اور اس کے رسول کے دشمن ہوں۔ اگرچہ وہ ان کے باپ یا اُن کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے رشتہ دار ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ جن کے دلوں میں ایمان پکا ہو چکا ہے۔

اس قسم کے حضرات کا سب کے ساتھ تعلق اللہ کے واسطے سے ہوتا ہے۔ جو خدا کا دوست ہے۔ وہ ان کا بھی دوست ہوگا۔ اور جو خدا کا دشمن ہے ان سے یہ دوستی نہیں رکھتے۔ گویا کہ اللہ کے تعلق کی بنا پر ان کی دوستی اور دشمنی ہوتی ہے۔ یہ برادری کے ساتھ جہاد ہے۔ کافر کے ساتھ جہاد آسان ہے مگر برادری کے ساتھ جہاد مشکل ہے۔ کافر کے مقابلہ میں ہتھیار سے کر گئے یا اس کو جہنم رسید کر دیا اور یا خود شہید ہو گئے۔ مگر بے دین برادری کے خلاف

نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن

والا معاملہ ہوتا ہے۔

مثلاً برادری بیاہ شادی میں باجا بجانے پر مجبور کرتی ہے ہم زبان سے اتفاق کر سکتے ہیں اور نہ ہتھیار اٹھا کر ان سے مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالے قرآن کی تعلیم اور اللہ والوں کی صحبت کی برکت سے مضبوط ایمان عطا فرماتے ہیں۔ اس صورت میں اللہ کے حکم کے مقابلہ میں کسی کی پروا نہیں رہتی۔ اگر ایمان کمزور ہو تو برادری اللہ کی نافرمانی کرا دیتی ہے

میری معروضات کا آخری نکتہ یہ ہوتا ہے کہ ع

بلے میوہ ز میوہ رنگ گیرد

کامل کی صحبت میں مدت مدید تک رہنے سے ان کے کمالات کا عکس پڑتا ہے۔ کوئی فن ایسا نہیں جو ماہر فن کے پاس ایک دو دن بیٹھنے یا کبھی کبھی اس کی ملاقات کرنے سے حاصل ہو سکے۔ کیا درزی۔ بڑھئی۔ لوہار۔ معمار وغیرہ کوئی بھی فن ایسا ہے۔ جو مدت مدید کی صحبت استاد کے بغیر حاصل ہوتا ہے؟ نہیں۔ ہرگز نہیں۔ آپ جس عقل سے دنیا کے کاموں میں چلتے ہیں اسی عقل سے دین کے معاملہ میں کیوں کام نہیں لیتے۔ جس کی صحبت میں اصلاح ہوتی نظر آئے۔ اس کی صحبت میں مدت مدید تک رہنے سے رنگ چڑھ جاتا ہے۔ دنیوی علوم و فنون میں بھی یہی ہوتا ہے کہ استاد کچھ زبان سے بیان فرما کر سکھاتا ہے اور کچھ اپنے عمل سے۔ روحانی تربیت میں بھی یہی ہوتا ہے۔ کامل کبھی کچھ ارشاد فرما کر اور کبھی اپنے عمل کے ذریعہ طالب کی تربیت فرماتے ہیں۔ اس طرح آہستہ آہستہ انسان من کل الوجوہ سالم ہو جاتا ہے۔ بشرطیکہ کامل کے ساتھ عقیدت ادب اور اطاعت ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ اللعالمین ہیں۔ مگر جن کے اپنے اندر ایمان نہ تھا آپ سے عقیدت نہ تھی۔ اور ادب اور اطاعت نہیں کرتے تھے۔ آپ کی صحبت بھی ان کو کچھ فائدہ نہ پہنچا سکی۔

تہیدستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل

کہ خضر از آب حیواں تشنہ مے آرد سکندر را

اسی قسم کے بدبخت لوگوں کے متعلق قرآن کا ارشاد ہے۔

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ

(ترجمہ) آپ ان کیلئے دعائے مغفرت کریں یا نہ کریں۔ اگر آپ ستر دفعہ بھی انکے لئے دعائے مغفرت کریں تو بھی اللہ ان کو ہرگز نہیں بخشیگا اس پر آپ نے فرمایا کہ اگر ستر مرتبہ سے زیادہ دعائے مغفرت کرنے سے بخشے جاتے تو میں اس سے بھی زیادہ دعائے مغفرت کرتا۔

میں نے ان گنہگار آنکھوں سے اپنے دونوں مربیوں کے ہاں یہی دیکھا کہ عقیدت۔ ادب اور اطاعت کرنے والے چند دنوں میں جھولیاں بھر کر لے گئے اور جنہوں نے عقیدت۔ ادب اور اطاعت نہیں کی وہ ساری عمر صحبت میں رہ کر بھی محروم رہے۔ اینٹ اگر بھٹہ میں ڈالی جائے اور نہ پکے تو وہ پلی کہلاتی ہے۔ کہتے ہیں کہ پلی سے کچی اینٹ اچھی ہوتی ہے کہ وہ مینہ کا مقابلہ پلی سے زیادہ کرتی ہے۔ اسی طرح اگر اللہ تعالے کسی اللہ والے کے ہاں سے جائیں تو وہاں سے پک کر نکلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

تجارت۔ ملازمت۔ زراعت۔ سب کا ایک ہی مقصد ہونا چاہئے کہ حلال کی روٹی کما کر خود بھی کھائیں۔ بیوی بچوں کو کھلائیں اور والدین اگر زندہ ہوں تو ان کی خدمت کریں۔ اس صورت میں یہ سب کام عبادت تصور ہوں گے۔ اگر ایک شخص خدا کو راضی کرنے کے لئے فارغ وقت میں نوافل پڑھتا ہے۔ اور دوسرا اللہ کی رضا کے لئے جنگل میں جا کر نمازیوں کے لئے ڈھیلے لاتا ہے تو اللہ کے ہاں دونوں برابر ہیں۔ کیونکہ دونوں نے اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے گویا کہ نفلی عبادت کی۔

اللہ تعالے ہم کو سالم دل لے کر اس کی بارگاہ میں جانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ اس کی تدبیر ایک ہی ہے کہ قرآن حکیم کی تعلیم ہو اور اللہ والوں کی صحبت ہو۔ اللہ تعالے بھی یہی فرماتے ہیں۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ (ترجمہ

پابند رکھ اپنے آپ کو ان کے ساتھ جو صبح اور شام اپنے رب کی یاد میں مصروف رہتے ہیں۔ وہ اسی کی رضا کے طالب ہیں)

خدام الدین لاہور ۶ ۷ر اکتوبر ۱۹۵۵ء

مجلسِ ذکر

مرتبہ چوہدری عبدالرحمن خان صاحب

آج مورخہ ۱۲ر صفر المظفر ۱۳۷۵ھ مطابق ۹ر ستمبر ۱۹۵۵ء مخدومنا و مرشدنا حضرت مولینا احمد علی مدظلہ نے ذکر کے بعد مندرجہ ذیل تقریر فرمائی :-

سبیل الرشد اور سبیل الغی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى - اَمَّا بَعْدُ :-

دنیا میں دو راستے ہیں - ایک سبیل الرشد اور دوسرا سبیل الغی - دونوں کا ذکر قرآن مجید میں آتا ہے - سورہ الاعراف رکوع ۱۷ میں فرماتے ہیں سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ (ترجمہ - میں ان لوگوں کو جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں - اپنے احکام سے برگشتہ ہی رکھونگا - اور اگر وہ ساری نشانیاں دیکھ لیں - تو بھی ایمان نہ لائینگے اور اگر ہدایت کا راستہ دیکھیں - تو اس کو اپنا طریقہ نہیں بنائیں - اور اگر گمراہی کا راستہ دیکھیں تو اس کو اپنا طریقہ بنالیں - یہ اس سبب سے ہے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلا دیا - اور ان سے غافل رہے)

اللہ کا حکم ماننے کے لئے جھکنا پڑتا ہے اس کی بسم اللہ ہے - حضورؐ کے سامنے مؤدب ہوکر بیٹھنا - جو لوگ حضورؐ کا ادب نہیں کرتے - وہ اللہ کے حکم کے سامنے اکڑتے ہیں - اور ہدایت کی بجائے گمراہی کے راستہ کو اپنا مسلک بناتے ہیں - وہ متکبرانہ الفاظ کہکر ہدایت کے راستہ سے بھاگتے ہیں مثلاً اگر وعظ و نصیحت کی مجلس ہو - اور ان سے شامل ہونے کے لئے کہا جائے - تو طرح طرح کے بہانے بناتے ہیں - اگر کوئی گویا آجائے - تو خود کہیں گے - کہ ہمیں بھی ساتھ لے چلنا - اللہ کے ہر حکم میں دنیا کی عزت اور آخرۃ کی نجات کا راز مضمر ہے - سورہ النحل رکوع ۱۳ پارہ ۱۴ میں فرماتے ہیں - مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (ترجمہ جو شخص نیک کام کرے خواہ مرد ہو یا عورت ہو - بشرطیکہ ایماندار ہو - تو ہم اس کو ضرور بالضرور ستھری زندگی عطا کریں گے - اور ان کے اچھے کاموں کا ضرور بالضرور اجر دیں گے)

دنیادار شادی پر زیر بار ہوجاتے ہیں - آج ہی میں مولوی حمید اللہ کی شادی کرکے آیا ہوں میں نے نہ کچھ دیا - اور نہ لیا - لڑکی والوں نے اگر کچھ دیا - تو اپنی بیٹی کو دیا - ہم نے اگر کچھ دیا تو اپنی بہو کو دیا - دنیادار کے لئے شادی عذاب الٰہی بن جاتی ہے - قناتیں اور شامیانے آرہے ہیں - میزیں اور کرسیاں آرہی ہیں - ہمارا ولیمہ فرش زمین پر ہوگا - ہماری برادری یہاں بیٹھی ہے - کل رات وہاں آرام سے سوئے تھے - آج یہاں آرام سے سوئینگے - نہ شادی کی فکر تھی اور نہ ولیمہ کی فکر ہے - اللہ تعالےٰ جو راستہ سمجھاتے ہیں اس میں دنیا کی بھی عزت - فرحت اور راحت ہوتی ہے - دنیادار احکام الٰہی کی خلاف ورزی کرکے دنیا میں ذلیل و خوار ہوتے ہیں - چنانچہ اوپر والی آیت میں اس کا یہی سبب اللہ تعالےٰ بیان فرماتے ہیں - ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا

یہ دنیا وہ بہشت تو نہیں بن سکتی - جس کے ہمیں قرآن مجید میں وعدے دئے گئے ہیں - البتہ قرآن مجید کے راستے پر چلنے سے ہر ممکن آرام مل سکتا ہے - سبیل الرشد قرآن ہے - جن کو اللہ تعالیٰ ایمان عطا فرماتے ہیں - وہ اللہ کی ہر بات کو مانتے ہیں - میں نے لڑکیوں کی شادیاں بھی اسی طرح کی تھیں - مولوی عبدالمجید صاحب سوہدرہ والوں نے مجھے خط لکھا - کہ مجھے رشتہ کی ضرورت ہے - میں نے ان کو لکھا کہ مجھے ملئے - وہ آئے تو میں نے ان کو بتلایا کہ لڑکی فلاں فلاں کتابیں پڑھی ہوئی ہے انہوں نے کہا کہ مجھے اسکول کی پڑھی ہوئی نہیں چاہئے - میں نے کہا کہ اسکول میں نہیں پڑھی اپنی والدہ سے پڑھی ہے - انہوں نے کہا کہ میں اپنے گھر والوں کو لاکر دکھا لوں - میں نے کہا کہ گھر والوں کو دکھانے کی کوئی ضرورت نہیں - انہوں نے کہا کہ پھر آپ کے گھر والے دیکھ لیں - میں نے کہا ہمارے گھر والوں نے دیکھی ہوئی ہے - اگر رشتہ منظور ہو - تو لے لیں - ورنہ کسی سے ذکر نہ کریں - کہ فلاں رشتہ احمد علی نے پیش کیا تھا اور میں نے انکار کیا - کہنے لگے نہیں کروں گا - پھر میں نے کہا کہ میری لڑکی ہے - انہوں نے کہا مجھے منظور ہے - میں نے کہا کہ میں ابھی نکاح پڑھا دیتا ہوں - اور لڑکی کو رخصت کردیتا ہوں - انہوں نے کہا کہ میں نے ایک جلسہ پر باہر جانا ہے - وہاں سے واپس آؤنگا - تو نکاح کردیجئے گا - اس کے بعد انہوں نے کہا کہ زیور وغیرہ کیا لاؤں - میں نے کہا کچھ لانے کی ضرورت نہیں جو آپ نے دینا ہے گھر جاکر دے دیجئے گا - ہم نے جو دینا ہے وہ بند کرکے دیدیں گے -

سورہ لقمان رکوع ۲ پارہ ۲۱ میں اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے - وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ سے مراد انبیاءؑ ہیں - چنانچہ داؤدؑ کے متعلق سورہ ص رکوع ۲ پارہ ۲۳ میں فرماتے ہیں - فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ (ترجمہ پس انہوں (داؤدؑ) نے اپنے رب سے مغفرۃ مانگی اور سجدہ میں گر پڑے اور رجوع کیا)

میری تقریر کا آخری مرکزی نکتہ یہی ہوتا ہے - بے میوہ بے میوہ رنگ گیرد - جن پہ قرآن اور سنت کا رنگ چڑھا ہوا ہے - ان کی صحبت میں یہ رنگ پیدا ہوتا ہے -

دنیادار پر اللہ کی مخالفت سے بار پڑ جاتا ہے اور دیندار سے بار اتر جاتا ہے - مشکوٰۃ شریف میں باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ فصل ثالث میں اسی موضوع کے متعلق ایک حدیث ہے - عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ضرب اللہ مثلاً صراطاً مستقیماً وعن جنبتی الصراط سوران فیہما ابواب مفتحہ وعلی الابواب ستور مرخاۃ و عند راس الصراط داع یقول استقیموا علی الصراط ولا تعوجوا فوق ذلک داع یدعو کلما ھم عبد

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے خود سنا، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ارشاد فرماتے تھے کہ میری امت میں سے کچھ لوگ شراب پئیں گے اور (اپنے دل کو مطمئن حاصل ہو گیا تو یہ احکام واپس لے لیے گئے۔) (صحیح مسلم)

شراب کے استعمال سے متعلق دس آدمیوں پر لعنت

حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے شراب کے سلسلے میں دس آدمیوں پر لعنت کی: (۱)ایک (انگور وغیرہ) شراب نچوڑنے والے پر (اگرچہ کسی دوسرے کے لیے نچوڑے) (۲)اور خود اپنے واسطے نچوڑنے والے پر۔ (۳)اس کے پینے والے پر۔(۴) پلانے والے پر۔(۵) اس پر جو شراب کو لے کر جائے۔(۶)اس پر جس کے لیے وہ لے جائی جائے۔ (۷) اس کے بیچنے والے پر۔(۸)اس کے خریدنے والے پر۔ (۹)اس پر جو کسی دوسرے کو ہدیہ اور تحفہ میں شراب دے۔ (۱۰) اس پر جو اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت کھائے۔

جامع ترمذی

بقیہ مجلس ذکر

(صفحہ ۹ سے آگے)

أن تفتحه شيئاً من تلك الأبواب قال ويحك لا تفتحه فإنك إن تفتحه تلجه ثم فسره فأخبر أن الصراط هو الإسلام وأن الأبواب المفتحة محارم الله وأن الستور المرخاة حدود الله وأن الداعي على رأس الصراط هو القرآن وأن الداعي من فوقه هو واعظ الله في قلب كل مؤمن ۝

ابن مسعود فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے سیدھے راستے کی ایک مثال بیان کی اور اس کے دونوں طرف دیواریں ہیں اور دیواروں میں کھلے ہوئے دروازے ہیں اور دروازوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں اور راستہ کے سرے پر ایک داعی کھڑا ہوا ہے جو پکار کر کہتا ہے راستہ پر سیدھے چلے آؤ ادھر ادھر نہ مڑو۔ اور اس دیوار کے اوپر ایک اور داعی ہے جب کوئی بندہ ان دروازوں میں سے کسی دروازہ کا پردہ ہٹانا چاہتا ہے تو وہ پکار کر کہتا ہے۔ افسوس ہے تجھ پر اس کو نہ کھول۔ اگر تو اس کو کھولے گا تو اس کے اندر داخل ہو جائیگا۔ یہ مثال بیان فرما کر حضورؐ نے اس کی تفسیر اس طرح فرمائی کہ سیدھا راستہ تو اسلام ہے اور جو دروازے کھلے ہوئے ہیں ان سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کو خدا نے حرام قرار دیا ہے اور جو پردے پڑے ہوئے ہیں وہ اللہ کی حدود ہیں۔ اور وہ داعی جو راستہ کے آخر پر کھڑا ہوا ہے وہ قرآن ہے۔ اور جو داعی جو راستہ کے اوپر کھڑا ہے وہ اللہ کا واعظ ہے جو ہر مومن کے دل میں موجود ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو صراط مستقیم کی طرف رہنمائی فرمائے اور اس پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مجلسِ ذکر

مرتبہ چودھری عبدالرحمٰن خاں صاحب

آج مؤرخہ ۱۲ صفر المظفر ۱۳۷۵ھ مطابق ۶ اکتوبر ۱۹۵۵ء مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی ذکر کے لیے تشریف نہ لا سکے۔ مگر آپ نے گھر ہی سے چند ارشادات لکھ کر بھیج دیئے جو ذکر کے بعد احباب کو پڑھ کر سنا دیئے گئے۔ یہ ارشادات قارئین کرام اسی صفحہ پر ملاحظہ فرمائینگے۔ حضرت کی غیر حاضری میں مولوی عبیداللہ انور صاحب نے ذکر میں حاضرین کی رہنمائی فرمائی۔

غالباً قارئین کرام حضرت کی غیر حاضری کی وجہ بھی معلوم کرنا چاہیں گے۔ ان کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ حضرت ۳ر اکتوبر ۱۹۵۵ء کی صبح ضلع شیخوپورہ کے ایک گاؤں میں تشریف لے گئے تھے۔ اسی روز شام کو واپسی تھی۔ واپسی پر کچھ راستہ تانگے میں طے کرنا تھا۔ گھوڑا راستہ میں ڈر کر بدکا اور تانگا الٹ گیا۔ حضرت کے کچھ چوٹیں آگئیں۔ واپسی پر حضرت کے معالج نے جہاں چھوٹے چھوٹے زخم تھے۔ وہاں دوائی لگادی اور جہاں زیادہ تھا۔ وہاں پٹی کر دی۔ اور بائیں طرف کی پسلیوں پر چوٹ زیادہ تھی۔ وہاں مالش کی۔ دوائی دی اور ٹیکہ بھی کر دیا۔ کئی روز سے ٹیکے لگ رہے ہیں۔ مالش بھی ہو رہی ہے۔ مگر اب تک صحت اس قابل نہیں کہ درس دے سکیں۔ اس کے علاوہ کچھ آپ کو دانتوں کی بھی تکلیف تھی۔ دو دو ایک نکلوانے پڑے۔ ذکر میں شمولیت نہ فرمانے کی یہ دوسری وجہ ہے۔

الحمدللہ۔ فکر کی کوئی وجہ نہیں۔ قارئین کرام سے استدعا ہے کہ وہ حضرت کے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ ان کو صحت کلی اور عاجل عطا فرمائے۔ تاکہ ہم ان کے مواعظ حسنہ سے مستفیض ہوتے رہیں۔

حیوٰۃ طیبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اَمَّا بَعْدُ

ہمارا ایمان ہے کہ انسان کی زندگی کے لیے دو جہاں ہیں۔ ایک یہ جس میں اب زندگی بسر کر رہے ہیں اسے دُنیا کہا جاتا ہے۔ دوسرا وہ جس میں مرنے کے بعد قدم رکھنا ہے۔ اسے آخرۃ کہا جاتا ہے۔ دوسرے جہاں کے پھر دو حصے ہیں ایک حصّہ قبر میں دفن ہونے کے بعد میدان حشر میں کھڑے ہونے تک اور دوسرا حصّہ میدان حشر سے شروع ہو کر ابد الآباد (ہمیشہ ہمیشہ) تک۔

تینوں حصّوں میں خوشگوار زندگی

اس شخص کی بسر ہوگی جس سے اللہ تعالےٰ راضی ہوگا۔ قرآن مجید میں اللہ جل شانہٗ نے اعلان فرمایا ہے :-

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَ ھُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً ج وَلَنَجْزِیَنَّھُمْ اَجْرَھُمْ بِاَحْسَنِ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ہ

(سورۃ النحل رکوع ۱۳ پارہ ۱۴)

ترجمہ :- (جس نے نیک کام کیا۔ مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان بھی رکھتا ہے۔ تو ہم اسے ضرور اچھی زندگی بسر کرائیں گے اور ان کا حق انہیں بدلے میں دیں گے۔ ان کے اچھے کاموں کے عوض میں جو کرتے تھے۔)

اللہ تعالیٰ کا ہر فرمان سچا ہے

اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں اعلان ہے۔

تَمَّتْ کَلِمَتُ رَبِّکَ صِدْقًا وَّ عَدْلًا (سورہ الانعام رکوع ۱۳ پ ۸)

(ترجمہ) اور تیرے رب کی باتیں سچائی اور انصاف کی انتہائی حد تک پہنچی ہوئی ہیں۔

لہٰذا

میں دعوے سے کہتا ہوں کہ جو شخص دُنیا اور آخرۃ کی زندگی خوشگوار بنانا چاہے وہ قرآن مجید کو اپنا دستور العمل بنائے اور جس طرح قرآن مجید ہر مقابلہ میں راہنمائی فرمائے۔ اسی طرح ہر معاملہ کو درست کرتا جائے۔ انشاء اللہ یقیناً دُنیا بھی اس کے لیے راحت کا گہوارہ بن جائے گی اور آخرۃ کی بہتری کی توقع ہو جائے گی۔

وما علینا الا البلاغ!

بقیہ افتتاحیہ
شامت اعمال

(صـ۳ سے آگے)

ہم حکومت۔ عوام۔ خواص سب سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ سیلاب سے عبرت حاصل کریں۔ فوراً آدمی پر جائز و ناجائز کی قدغن لگائیں۔ بیکسوں کی آہوں کو آسمان پر جانے سے روکیں۔ اور ہر ممکن طریق سے اللہ تعالےٰ کو راضی کریں۔ اگر ہم جادۂ مستقیم پر گامزن ہو جائیں تو ہماری دنیا بھی بہتر اور آخرت بھی عمدہ۔ ورنہ ہمیں نہ اس جہان میں چین میسر ہوگا نہ دوسرے جہان میں۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہماری خطاؤں کو معاف فرمائے۔ ہمیں اپنے احکام پر چلنے اور حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کو نبھانے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں مورد غیض و عتاب نہ ٹھہرائے بلکہ انعام و اکرام کا مستحق بنائے۔ (آمین)

مجلسِ ذکر

آج بھی مؤرخہ ۲۶ صفر ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۳ اکتوبر ۱۹۵۵ء کی شام کو مخدومنا و مرشدنا حضرت مولٰنا احمد علی صاحب مدظلہٗ العالی ذکر کے لیے تشریف نہ لا سکے۔ تشویش کی کوئی وجہ نہیں۔ احباب کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ حضرت کی طبیعت رو بصحت ہے۔ ٹیکے۔ مالش اور دوائی باقاعدہ استعمال ہو رہے ہیں۔ مگر بتقاضائے عمر آہستہ آہستہ صحت بحال ہو رہی ہے۔ آپ کے معالج نے احتیاطاً آپ کو زیادہ چلنے پھرنے سے منع کر رکھا ہے۔ گذشتہ جمعرات کی طرح آج بھی حضرت نے چند مواعظ حسنہ سپرد قلم فرما کر بھجوا دیئے۔ جن کو مولٰنا عبیداللہ صاحب انور نے پہلے تو حاضرین کو پڑھ کر سنا دیا۔ اور اس کے بعد ایک مختصر سی تقریر میں ان کی تشریح فرمائی۔ لاہور کے چند احباب کے علاوہ چوہڑکانہ ضلع شیخوپورہ سے بھی ایک دوست شمولیت کے لیے تشریف لائے ہوئے تھے۔ حضرت کی غیر حاضری میں اکثر احباب ذکر کے لیے تشریف نہیں لاتے۔ ان کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ ذکر کے لیے ضرور تشریف لایا کریں۔

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ حضرت کے لئے دعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالٰے آپ کو صحتِ کلّی اور عاجل عطا فرمائے۔ امین (ادارہ)

نفاق اعتقادی مُہلک رُوحانی مرض ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّہٗ قَالَ لَمَّا تُوُفِّیَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ اُبَیٍّ جَآءَ ابْنُہٗ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَعْطَاہُ قَمِیْصَہٗ وَ اَمَرَہٗ اَنْ یُّکَفِّنَہٗ فِیْہِ ثُمَّ قَامَ یُصَلِّیْ عَلَیْہِ فَاَخَذَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ بِثَوْبِہٖ فَقَالَ تُصَلِّیْ عَلَیْہِ وَ ھُوَ مُنَافِقٌ وَقَدْ نَھَاکَ اللّٰہُ اَنْ تَسْتَغْفِرَ لَھُمْ قَالَ اِنَّمَا خَیَّرَنِیَ اللّٰہُ فَقَالَ اِسْتَغْفِرْ لَھُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَھُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَھُمْ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَھُمْ فَقَالَ سَاَزِیْدُہٗ عَلَی سَبْعِیْنَ قَالَ فَصَلّٰی عَلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَصَلَّیْنَا مَعَہٗ ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَیْہِ وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْھُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ اِنَّھُمْ کَفَرُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَمَاتُوْا وَھُمْ فٰسِقُوْنَ (بخاری شریف جلد ثانی صفحہ ۶۷۳)

ترجمہ: ــــــ ابن عمرؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا۔ جب عبداللہ بن اُبی نے وفات پائی اس کا بیٹا عبداللہ بن عبداللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں آیا۔ آپ نے اسے اپنا پیراہن عطا فرمایا۔ اور اسے حکم دیا کہ عبداللہ بن اُبی کو اس میں کفنا دے پھر آپ اس پر نماز (جنازہ) پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے۔ پھر عمرؓ بن خطاب نے آپ کا کپڑا پکڑ لیا۔ پھر عرض کی۔ آپ اس پر نماز (جنازہ) پڑھتے ہیں۔ حالانکہ وہ منافق ہے۔ اور حالانکہ آپ کو اللہ نے ان (یعنی منافقین) کے لیے مغفرت کی دعا مانگنے سے منع فرمایا ہے۔ (آپ نے فرمایا۔ مجھے اللہ نے اختیار دیا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا) (اللہ نے یہ فرمایا ہے) تو ان کے لئے بخشش مانگ یا نہ مانگ۔ اگر تو ان کے لیے ستر مرتبہ بھی بخشش مانگے گا تو بھی اللہ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا۔ پھر آپ نے فرمایا۔ عنقریب میں اس کے لیے ستر مرتبہ سے بھی زیادہ دعائے مغفرت کروں گا۔ (ابن عمرؓ) نے فرمایا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نماز (جنازہ) پڑھی۔ اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ پڑھی۔ پھر آپ پر یہ آیت نازل ہوئی وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْھُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ اِنَّھُمْ کَفَرُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَمَاتُوْا وَھُمْ فٰسِقُوْنَ۔

(ترجمہ) ان (یعنی منافقین) میں سے کوئی بھی مرے آپ کبھی اس پر نماز (جنازہ) نہ پڑھیں۔ اور نہ اس کی قبر پر تشریف لے جائیں۔ بیشک انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا کفر کیا ہے۔ اور فاسق (یعنی کافر) ہونے کی حالت میں مرے ہیں۔

عبرتیں

پہلی

مذکورالصدر واقعہ میں جنازہ پڑھنے والے جو حضرات ہیں اس قسم کے جنازہ پڑھنے والے دنیا میں نہ پہلے کسی جنازے کو نصیب ہوئے ہوں گے۔ اور نہ آئندہ کبھی نصیب ہو سکتے ہیں۔ سیدالانبیاء خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی معیت میں جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰے علیہم اجمعین۔ جن کی اللہ تعالٰے بھی اپنی مقدس کتاب قرآن مجید میں تعریف فرماتا ہے (کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔) تم سب جماعتوں سے بہتر ہو۔ جو دنیا میں ہدایت کے لئے بھیجی گئی تھیں۔ اس مقدس جماعت کے نماز جنازہ پڑھنے سے بھی اس میت کے حق میں مغفرت کی دعا قبول نہیں ہوئی۔ کیونکہ اس کے اندر ایمان موجود نہیں تھا۔

دوسری

جب تک میت کے اندر ایمان نہ ہو جنازہ پڑھنے والوں کی دعائے مغفرت ہرگز قبول نہیں ہوتی۔

تیسری

اگرچہ عبداللہ بن ابی (رئیس المنافقین) اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کا بدترین دشمن تھا۔ مگر پھر بھی رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے طیب خاطر سے اس کا جنازہ پڑھا۔ یہ الگ چیز ہے کہ وحی کے ذریعے آپ کو بعد میں روک دیا گیا تھا۔ اب چونکہ وحی نازل نہیں ہو سکتی۔ اس لئے بظاہر خواہ کتنے ہی دنیاوی اختلافات کیوں نہ ہوں۔ مگر ہر مسلمان کے جنازہ میں ہر مسلمان کو شامل ہونا چاہئے۔ ہاں اگر حق پرست علماء کرام کسی شخص کے اعتقادات باطلہ کی بناء پر اس پر کفر کا فتویٰ دے چکے ہوں جیسے مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے متبعین کے متعلق فتویٰ صادر ہے۔ ایسے آدمی کے جنازے میں ہرگز شامل نہیں ہونا چاہئے۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ

مجلسِ ذکر

(مرتبہ چودھری عبدالرحمٰن خان صاحب)

آج مؤرخہ ۴ ربیع الاول ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۰ اکتوبر ۱۹۵۵ء کی شام کو ۱۷ دن کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی مسجد میں تشریف لائے اور ذکر میں شمولیت فرمائی۔ ذکر کے بعد آپ نے جو تقریر فرمائی وہ قارئین کرام کی ضیافت طبع کے لیے درج ذیل ہے۔ آپ کی طبیعت اگرچہ اب پہلے سے بہت اچھی ہے۔ مگر کمزوری اور بائیں پہلو میں درد کی شکایت بدستور باقی ہے۔ اگرچہ درد میں پہلے سے بفضلہ تعالیٰ بہت افاقہ ہے۔ قارئین کرام سے استدعا ہے کہ اپنی دعاؤں میں حضرت کی صحت کلی و عاجل کی دعا کو ضرور شامل فرما لیا کریں۔

انسان کی تربیت (بمعنی انسانیت) سوائے کسی کامل کی نگرانی کے نہیں ہو سکتی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا۔ مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

اما بعد۔ عرض یہ ہے کہ اگر انسان کسی کامل کو نگراں بنائے۔ تو وہ اس کی انسانیت کی تربیت کر دکھائے گا۔ ورنہ اس کے بغیر تربیت ہونی ناممکن ہے۔ اوّل تو کامل کا ملنا مشکل ہے۔ میں ہمیشہ آپ سے عرض کیا کرتا ہوں کہ موتی ملنے ارزاں لیکن اللہ والے ملنے موتیوں سے بھی گراں ہیں۔ موتی تو کافروں کے گھروں میں بھی ہوتے ہیں تقسیم سے پہلے لاہور میں کئی ہندو جوہری تھے مگر کامل جو تربیت کر سکے وہ مسلمانوں میں بھی لاکھوں میں کوئی ہوگا۔ میں ۳۷-۳۸ سال سے لاہور میں رہتا ہوں اور لاہور کو اچھی طرح سے جانتا ہوں۔ اگر کوئی مجھ سے پوچھے کہ کوئی تربیت کرنے والا بتلاؤ۔ تو میں ایک بھی نہیں بتلا سکتا کہ وہ فلاں جگہ بیٹھا ہے۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے افسوس! صد افسوس!

کامل ہونے کیلئے شرائط

کامل کے لئے پہلی شرط ہے کہ کتاب سنّت کا عالم ہو۔ دیوبند کا فارغ التحصیل اور مستند عالم نہ ہو۔ اتنا تو ہو کہ قرآن اور حدیث شریف کا ایک معتدبہ حصّہ پڑھ چکا ہو۔ اکثر گدی نشین عالم نہیں ہوتے گویا کہ بسم اللہ ہی غلط ہے جن کے دروازوں پر لوگ جا کر جھکتے ہیں نہیں ہے کر عالم نہیں ہوتے" علم اور چیز ہے۔ ہدایت اور چیز ہدایت کے متعلق قرآن کا ارشاد ہے

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ

(سورہ آل عمران رکوع ۴ پارہ ۳)

ترجمہ:۔ (اے محمدؐ ان سے) فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبّت کرتے ہو تو میرا اتباع کرو (اس صورت میں) اللہ تم سے محبّت کرنے لگے گا) اتباع سنّت کہاں ہے۔ یہاں اتباع سنت کا نام کفر ہے۔ یہ ہے میرا پاکستان اور یہ ہے میرا لاہور

ع او خویشتن گم است کرا رہبری کند

شیطان کبھی ادھر سے جاتا ہے اور کبھی اُدھر سے جاتا ہے وہ انسان کی گمراہی کا اللہ تعالےٰ کو چیلنج دے کر آیا ہے

فَبِعِزَّتِکَ لَاُغْوِیَنَّھُمْ اَجْمَعِیْنَ اِلَّا عِبَادَکَ مِنْھُمُ الْمُخْلَصِیْنَ

(ترجمہ) تیری عزت کی قسم ہے کہ میں ان سب کو گمراہ کردوں گا سوائے ان کے جو ان میں سے تیرے خالص بندے ہوں گے (وہ میرے دام سے بچ جائیں گے)

دوسری شرط ہے عامل ہونا۔ ہر عالم عامل نہیں ہوتا۔ سرکاری اسکولوں اور کالجوں کو تو جانے دیجئے۔ یہ تو علم کے کھاتے ہی سے خارج ہیں۔ علم سے مراد ہے علم الٰہی اور علم نبوی۔ اس علم کے عالم کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ کَفَضْلِیْ عَلٰی اَدْنَاکُمْ

ترجمہ:۔ عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی میری فضیلت تم میں سے ادنےٰ درجے کے مسلمان پر)

اس علم کا ذکر مندرجہ ذیل اشعار میں کیا گیا۔ یہ اشعار امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔

شَکَوْتُ اِلٰی وَکِیْعٍ سُوْءَ حِفْظِیْ
فَاَوْصَانِیْ اِلٰی تَرْکِ الْمَعَاصِیْ
لِاَنَّ الْعِلْمَ نُوْرٌ مِّنْ اِلٰہٍ
وَنُوْرُ اللّٰہِ لَا یُعْطٰی لِعَاصِیْ

فرماتے ہیں کہ میں نے امام وکیع ابن جراح رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے حافظہ کی خرابی کی شکایت کی پس (انہوں نے) مجھے گناہ ترک کرنے کی وصیّت فرمائی۔ کیونکہ علم اللہ تعالےٰ کے نوروں میں سے ایک نور ہے اور اللہ تعالےٰ کا نور گنہگار کو نہیں عطا کیا جاتا۔ امام وکیع ابن جراح رحمۃ اللہ علیہ ائمہ جرح و تعدیل میں سے ایک بہت بلند پائے کے امام ہیں۔ اور وہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد تھے۔ کیا یہاں نور اللہ سے مراد بی اے کی ڈگری ہے۔ جو تقسیم سے پہلے انگریز بے ایمان گورنر دیا کرتے تھے۔ نہیں۔ نور اللہ سے مراد علم قرآن ہے۔

بی۔اے ہونے کے بعد اپنے آپ کو عالم کہنے سے اللہ تعالےٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں آپ عالم نہیں بن جاتے جس طرح ایک سیاہ فام بچے کو اگر ماں کہدے کہ یہ میرا چاند ہے۔ تو وہ چاند یا چاند سا نہیں ہو جاتا۔

اکثر صاحبزادے علم کتاب و سنت سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔ اس بے بہرگی کے باعث بعض گدی نشینوں کی اولاد کو دیکھا گیا ہے کہ ریشمی کپڑے اور کانوں میں سونے کی بالیاں پہنتے ہیں۔ ان کو علم کی کیا ضرورت ہے؟ قبر میں جانے کے بعد غیر تعلیم یافتہ ہونے کا پتہ چلے گا۔ جب امراض روحانی پھوٹ کر باہر نکل آئیں گے۔ یہ منبع ہدایت سمجھے جاتے ہیں۔ اگر علم ہو تو ہدایت یافتہ ہونا بھی ضروری ہے۔ ہر عالم ہدایت یافتہ نہیں ہوتا۔ اللہ تعالےٰ چاہے تو سب کچھ کلمہ کن سے کر سکتا ہے وہ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ہے لیکن اس نے ہر کام کو اسباب کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے۔ تربیت کے لئے ہادی کامل کے ہاتھ میں

(باقی صفحہ ۲۵ پر)

بقیہ مجلس ذکر

(ص ۱ سے آگے)

ہاتھ دینا ضروری ہے۔ اگر کوئی بہروپیہ گدڑی پہن کر اور لمبی رکھ کر آجائے تو مستورات اس کے گرد جمع ہو جاتی ہیں۔ خواہ اندر سے پورا شیطان ہی ہو۔ ع

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نباید داد دست

نگرانی وہی کر سکتا ہے جو عالم کے ساتھ عامل بھی ہو۔ بہت سے عالم بے عمل ہوتے ہیں۔

تیسری شرط ہے کہ صاحب استقامت ہو۔ اللہ والے فرمایا کرتے ہیں۔

اطلبوا الاستقامۃ ولا تطلبوا
الکرامۃ فان الاستقامۃ
فوق الکرامۃ

کرامت صاحب کرامت کو دیدی نہیں جاتی۔ کوئی بات خلاف قانون عادت نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہو تو معجزہ کہلاتی ہے۔ اور ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہو تو کرامت کہلاتی ہے معجزہ نبی کے اختیار میں نہیں ہوتا اور کرامت ولی کے اختیار میں نہیں ہوتی۔ قرآن مجید میں اللہ تعالے فرماتے ہیں۔ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ (ترجمہ :- (اے محبوب) فرما دیجئے کہ نشانیاں (معجزات) اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ استقامت صاحب استقامت کو دیدی جاتی ہے۔ وہ دن کو بھی صاحب استقامت ہوتا ہے اور رات کو بھی۔ باطل کی آندھیاں آتی ہیں۔ مگر صاحب استقامت اپنے آپ کو بھی اور اپنے متعلقین کو بھی بچا لیتا ہے۔ لارڈ کرزن کی خلافت کمیٹی کا جلسہ ہو رہا تھا حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ بھی جلسہ میں تشریف فرما تھے۔ ڈپٹی کمشنر نے بلا کر ان پر رعب ڈالنا چاہا۔ حضرت امروٹیؒ کا مزاج جلالی تھا۔ اس سے فرمانے لگے کہ تم نے ہمارے گھر کو تو آگ لگا دی اور اب ہمیں رونے بھی نہیں دیتے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب سلطان ترکی مع اپنی بیگمات اور صاحبزادیوں کے انگریزوں کی قید میں تھے۔ ڈپٹی کمشنر کو برا بھلا کہہ کر اٹھ کر چلے آئے اور اس سے فرمایا کہ جو تمہارا جی چاہے کر لو۔ ہم جیسے کیسے ہیں۔ ایک دفعہ میں حضرت امروٹیؒ کے حضور میں حاضر تھا۔ ایک پنجابی آیا۔ حضرتؒ نے اس سے پوچھا کیسے آئے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ ویسے ہی آیا ہوں۔ اس کے بعد اس سے پوچھا کہ کچھ پڑھے ہوئے ہو۔ اس نے پہلے تو نفی میں جواب دیا لیکن آخر کار تسلیم کر لیا کہ کچھ تھوڑی بہت اردو جانتا ہوں۔ حضرتؒ نے اس سے فرمایا کہ [illegible] کا ذہن بیٹھا ہوا اچھا طرح دیکھ لو۔ یہ صاحب استقامت ہیں۔ لوگ تو انگریز سے ڈرتے تھے۔ مگر حضرتؒ کھری کھری سناتے تھے۔ مجھ پر حضرتؒ کی پان چڑھائی ہوئی ہے۔ مجھے بھی انگریز اپنا دشمن سمجھتا تھا۔ ایک دفعہ میاں محمد رشید وانہیں دعوت کر کے مجھے ایک جج صاحب کے ہاں لے گئے۔ جج صاحب نے فرمایا۔ کہ میں آپ سے ملنا چاہتا تھا۔ مگر آپ کے ہاں نہیں آنا چاہتا تھا۔ کیونکہ آپ کے ہاں جو آتا ہے وہ انگریزوں کی نظر میں مخدوش سمجھا جاتا ہے۔

انسان انسان نہیں بنتا جب تک کامل کا پوری طرح اتباع نہ ہو۔ جو کامل نہیں وہ دربار الٰہی میں نہیں پہنچا سکتا ۔

اِذَا كَانَ الْغُرَابُ دَلِيْلَ قَوْمٍ
سَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى دَارِ الْكِلَابِ

(ترجمہ) جب کوا کسی قوم کا رہنما ہو تو ان کو ایسی جگہ لے جائے گا جہاں کتے (مردار کھا رہے ہوں)

بہت سے عالم گمراہ ہوئے ہیں۔ اگر کتابیں پڑھ لیں تو کیا ہوا۔ باطل کے مقابلے میں صاحب استقامت ہی آتا ہے۔ بعض بے سمجھ کہہ دیتے ہیں کہ مولوی آپس میں لڑتے ہیں۔ اگر حق کے لئے مولوی نہ لڑتے تو حق مٹ گیا ہوتا۔ سب سے پہلی لڑائی مسلمانوں سے حضرت صدیق اکبرؓ نے کی۔ انہیں زکوٰۃ سارا قرآن مانتے ہیں۔ نمازیں پڑھتے ہیں صرف الزکوٰۃ کا انکار کرتے ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ان کی حمایت کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ حضرت عمرؓ بھی حضرت صدیق اکبرؓ سے جھگڑا کرتے ہیں۔ کیف تقاتلھم (آپ ان سے کس طرح لڑ سکتے ہیں) حضرت صدیق اکبرؓ ان کو ڈانٹتے ہیں اَجَبَّارٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَخَوَّارٌ فِي الْاِسْلَامِ (کیا آپ جاہلیت میں بہادر تھے اور اب اسلام میں داخل ہو کر بزدل بنتے ہیں) پھر فرماتے ہیں :- وَاللّٰهِ لَاُقَاتِلَنَّ هُمْ لَوْ مَنَعُوْنِيْ عِقَالًا اَيُنْقَصُ الدِّيْنُ وَاَنَا حَيٌّ

یہ صاحب استقامت ہیں۔ ان کی استقامت اسلام کو بچا لے گئی۔

چوتھی شرط ہے کہ کامل کی صحبت میں مدت مدیدہ کر تربیت پا چکا ہو۔ جتنی صحبت ممتد ہوگی اتنا ہی نشیب فراز تربیت سے واقف ہوگا۔ طبیب اور ڈاکٹر کے لئے ضروری ہے کہ کچھ عرصہ کسی کے مطب میں رہ کر اپنی تربیت کرائے۔ مسیح الملک حکیم محمد اجمل خاں مرحوم کے ہاں کئی حکیم زیر تربیت رہتے تھے۔ وہ حکیم صاحب مرحوم کے تجویز کردہ نسخہ کو بغور پڑھتے اور نقل کر لیتے تھے ڈاکٹروں کے ہاں بھی یہی ہوتا ہے۔ پہلے ان کو کچھ عرصہ کے لئے ہاؤس سرجن کی حیثیت سے کام کرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح طالب صادق کے لئے ضروری ہے کہ وہ شیخ کامل کی صحبت میں مدت مدید تک رہ کر اپنی تربیت کرائے۔ جتنی صحبت کم ہوگی اتنا ہی نشیب و فراز تربیت سے کم واقفیت ہوگی۔ میں نے اپنے رسالہ "پیر اور مرید کے فرائض" میں شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے ان باتوں کو بوضاحت لکھا ہے۔

ان سب شرائط کو دیکھ کر کسی کے ہاتھ میں ہاتھ دے۔ پھر کالمیت فی ید الغسال ہو کر رہے تو انشاء اللہ العزیز رنگ چڑھ جائے گا۔ اسی درجہ کے کاملین کے لئے ہے ۔

بے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

اس شعر میں بھی یہی مفہوم ادا کیا گیا ہے ع

مولوی ہرگز نشد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزی نشد

کامل کا غلام بن کر رہنا پڑتا ہے۔ تب رنگ چڑھتا ہے۔ کامل نایاب نہیں۔ کمیاب ضرور ہیں۔ اللہ تعالے نے بیج کے طور پر رکھے ہوئے ہیں اگر کامل مل جائے تو اس کی صحبت میں آنے والا ہر شخص طالب صادق نہیں ہوتا۔ مجھ سے ایک شخص کا بیعت کا تعلق تھا۔ اس کی شادی بھی میرے کہنے پر ہوئی تھی۔ اور میں نے اپنی لڑکی سمجھ کر دی تھی۔ وہ لڑکی کو ستانے لگا۔ تو لڑکی کی والدہ نے مجھ سے شکایت کی لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ اس سے کچھ نہ کہنا ورنہ لڑکی کو زیادہ ستائے گا۔ جب تکلیف بہت زیادہ ہو گئی تو لڑکی کی والدہ کے کہنے پر میں نے اس شخص کو بلا کر کہا کہ تمہیں یاد ہے کہ رشتہ میرے کہنے پر ہوا تھا۔ اور میں نے اپنی لڑکی بنا کر اس سے تمہارا نکاح کیا تھا۔ اس دن کے بعد آج تک میں نے اس کی شکل نہیں دیکھی۔ ۲۰ سال کی بیعت تھی۔ اب تو طالب اس قسم کے ہیں اب شیخ کو ہر بات سہنی پڑتی ہے کہ طالب ناراض نہ ہو جائیں۔ طالب صادق کو چاہیئے کہ اشارہ پر چلے۔ اس کو کہنے کی ضرورت نہ ہو۔ اب طالب یہ سمجھتے ہیں کہ ہم آتے ہیں احسان کرتے ہیں۔ پہلے ٹھوک بجا کر دیکھ لے۔ پھر اپنی ہستی فنا کر دے۔ حضرت امروٹیؒ جلالی مزاج تھے وہ مارا بھی کرتے تھے۔ حضرت دین پوریؒ صاحب جمال تھے۔ صاحب جمال کہتے کچھ نہیں۔ وہ ناراض ہو جاتے ہیں تو جڑ کٹ جاتی ہے۔ ایسے تباہ شدہ ان گنہگار آنکھوں نے دیکھے ہیں ع

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

(باقی صفحہ ۲۰ پر)

بقیہ نہیں مل سکا

مجلسِ ذکر

(مرتبہ :- چودھری عبدالرحمٰن خاں صاحب)

آج مؤرخہ ۱۰ ربیع الاوّل ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۷ر اکتوبر ۱۹۵۵ء ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی :-

---

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ :-

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى - اَمَّا بَعْد

عرض یہ ہے کہ میں ہمیشہ آپ سے عرض کیا کرتا ہوں، کہ اگرچہ میں بہت گنہگار ہوں اور مجھ میں کوئی وجہ ترجیح نہیں ہے - نہ کوئی علمی اور عملی فضیلت ہے - اور نہ زہد و تقویٰ کا کوئی کمال ہے لیکن چونکہ میرے ذمہ ایک فرض عائد کیا گیا ہے - اس لئے آپ کی رہنمائی کے لئے کچھ نہ کچھ عرض کر دیا کرتا ہوں - انسان کے اندر دو چیزیں ہیں - جسم اور روح جسم کی تربیت والدین کرتے ہیں - باپ کما کر لاتا ہے اور ماں پکا کر کھلاتی ہے - دونوں کی تربیت سے بچہ قد آور جوان بن جاتا ہے - روح کی تربیت ہادی کرتے ہیں - درحقیقت انبیاء ہی ہادی ہوتے ہیں - ان کے بعد ان کے تربیت یافتہ حضرات ہادی بن کر روحانیت کی تربیت کرتے ہیں - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی نہ آئے گا - اب ان کے دروازے کے غلام روحانیت کے لئے ہادی بن کر آئیں گے - میری آج کی تقریر کا عنوان ہے

تقوےٰ اور زہد میں فرق

تقویٰ کا مصدر ہے الوقی والوقایۃ جس کے معنی ہیں فارسی میں نگہداشتن اور اردو میں اپنے آپ کو بچانا - تقویٰ ہر مسلمان کے لئے فرض عین ہے - کس چیز سے بچانا؟ ہر اس چیز سے اپنے آپ کو بچانا جو تعلق باللہ میں خلل انداز ہو - یہ ہے تقوےٰ - اس میں ساری منہی عنہ چیزیں آجاتی ہیں - مثلاً زبان سے ایسے الفاظ نہ نکالنا جس سے اللہ تعالےٰ ناراض ہو - یہ زبان کا تقویٰ ہے - آنکھ سے غیر محرم عورت کو نہ دیکھنا اور نہ ایسی جگہ جانا جس سے خدا ناراض ہو یہ آنکھ کا تقوےٰ ہے - قدم اٹھا کر ایسی جگہ نہ جانا جس سے خدا ناراض ہو - یہ پاؤں کا تقوےٰ ہے مثلاً سینما گھر - ریشمی کپڑا نہ پہننا یہ لباس کا تقوےٰ ہے لباس کی ایسی وضع سے بچنا جو ممنوع ہے - یہ بھی تقوےٰ ہے - مثلاً ٹخنہ سے نیچے پتلون شلوار یا تہبند پہننا - تقوےٰ ہر مرد و زن کے لئے لازمی ہے -

زہد خاص ہے اور تقوےٰ عام ہے - زہد کے دو درجے ہیں -

ایک وہ زاہد جو مباحات میں اپنے آپ کو بچاتا ہے - مثلاً ایک شخص تین کی بجائے ایک روٹی کھاتا ہے - تاکہ تہجد کے لئے اٹھ سکے - یہ شخص اللہ کی رضا کے لئے مباحات میں تقلیل کرتا ہے - دوسرے شخص کو اللہ نے توفیق دی ہے کہ نفیس اور قیمتی کپڑا پہنے - ریشم نہ ہو اور ٹخنہ سے نیچے نہ ہو - اگر توفیق ہو تو سو روپیہ گز کا کپڑا پہن سکتے ہیں - اسلام اس سے منع نہیں کرتا - بشرطیکہ آمدنی حلال کی ہو - لیکن وہ کھدر پہنتا ہے - یہ بھی مباحات میں تقلیل ہے -

زہد کا دوسرا درجہ خاص ہے - وہ یہ ہے کہ حلال حرام کی تمیز ہو اور پھر انسان منہی عنہ سے بچے میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ اللہ والوں کے جوتوں کے تلے کی خاک کے ذرّوں میں جو موتی ملتے ہیں - وہ بادشاہوں کے تاجوں میں نہیں ہوتے - ان میں سے ایک موتی یہ ہے - کہ حلال حرام کی تمیز ہو جاتی ہے - اور یہ اللہ ہو کے پاک نام کی برکت ہے - باطن کی بینائی سے حلال حرام کی تمیز ہوتی ہے - عام مسلمان اس قسم کے زہد کے مکلف نہیں کابل میں ایک مجذوب تھے - لوگ پھلوں کے ٹوکرے لئے ان کے دروازہ پر کھڑے رہتے کہ وہ باہر نکلیں تو پیش کریں - وہ جب نکلتے تو فرماتے جیرید پیشِ سگاں باندازید (لے جاؤ کتوں کے آگے ڈال دو) اس قسم کے کاملین کو پتہ لگتا ہے کہ یہ چیز حلال ہے یا حرام - یہ حضرات باطن کی بناء پر مباحات کو نظر انداز کرتے ہیں - موتی ملنے ارزاں - مگر اس قسم کے کامل ملنے اس سے بھی گراں ہیں - پھر کامل سے ہر طالب فیض نہیں اٹھا سکتا - اس کے لئے عقیدت - ادب اور اطاعت کی ضرورت ہے - ان کے بغیر ساری عمر ان کی صحبت میں رہ کر بھی دنیا سے محروم جانیوالے ان گنہگار آنکھوں نے دیکھے ہیں ؏ -

تہیدستانِ قسمت راچہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ مے آرد سکندر را

اس قسم کے کامل حرام اور مشتبہ چیزوں سے پرہیز کرتے ہیں - اس لئے نہیں کہ ان کی زبان کو لذیذ چیزوں سے لذّت حاصل نہیں ہوتی - بلکہ عبادت میں خلل پڑنے کے باعث وہ ان سے پرہیز کرتے ہیں - حضرت ابو بن ادہم بہت بڑے اولیاء کرام میں سے تھے - انہوں نے بادشاہت چھوڑ کر اللہ کے دروازہ کی غلامی قبول کر لی تھی - مکہ معظمہ میں قیام تھا - جنگل سے لکڑیاں لاتے اور بازار میں فروخت کرتے - وقت یہ آواز لگایا کرتے تھے -

مَنْ يَّشْتَرِى الطَّيِّبَ بِالطَّيِّبِ

(کون ہے جو حلال مال سے حلال مال کو خریدتا ہے)

ایک دفعہ انہوں نے بازار سے کچھ کھجوریں خریدیں - ان کو کھانے کے بعد ذکر کی لذّت سلب ہو گئی - اللہ سے کنکشن ٹوٹ گیا - بہت پریشانی ہوئی - اللہ کی بارگاہ میں گریہ زاری کی تو القاء ہوا کہ فلاں دن جو کھجوریں تم نے خریدی تھیں کچھ کھجوریں دکاندار کی تھیں - تمہاری نہ تھیں - کہتے ہیں کہ دکاندار نے جب کھجوریں تول کر ان کو دیں - تو دو کھجوریں پلڑے سے نیچے گر پڑیں - انہوں نے سمجھا کہ میری ہیں - دراصل وہ دکاندار کی تھیں - ان کو کھانے سے اللہ ناراض ہو گیا اور لذّت سلب ہو گئی - حالانکہ قانون یہ ہے کہ "میری امت سے خطا و نسیاں اٹھا لئے گئے ہیں" (حدیث) مثلاً روزہ تھا - یاد نہ رہا - اگر اس صورت میں کسی نے پانی پی لیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا - یہ ہے خطا - رمضان میں ایک شخص وضو کر رہا تھا - بھول کر حلق کے اندر پانی چلا گیا - یہ نسیان ہے - اس قسم کے زاہد بھی مباحات سے بچتے ہیں -

یہ باطن کی بینائی کے باعث ان سے بچتے ہیں - بعض بے سمجھ کہہ دیتے ہیں کہ تصوّف بدعت ہے - یہ لوح محفوظ سے آیا ہے - اس کی بڑی بڑی برکتیں ہیں - میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ ان کو سمجھ عطا فرمائے - آمین

(باقی صفحہ ۱ پر)

بقیہ مجلس ذکر (صـ۶ سے آگے)

سفر واقعی تکلیف دہ چیز ہے۔ عربی کا مقولہ ہے کہ السَّفَرُ سَقَرٌ وَ لَوْ كَانَ مِيلًا (سفر دوزخ (کا نمونہ) ہے اگرچہ ایک میل ہی ہو)
لیکن اگر خدا کی راہ میں ہو تو ایک ایک قدم پر نیکی عطا ہوتی ہے۔ پنجاب کی طرح میرے احباب سندھ میں بھی ہیں۔ ان کے مجبور کرنے پر میں ۲۹ر اکتوبر ۱۹۵۵ء کی صبح کو پاکستان میل سے سندھ جا رہا ہوں۔ انشاء اللہ العزیز ۱۲ر نومبر کو واپس آجاؤں گا۔ اس دوران میں دو جمعراتیں آئیں گی۔ یہ مسجد آپ کا مرکز ہے۔ میرے باہر جانے کے بعد مقامی حضرات کو چاہیئے کہ مرکز کو اسی طرح آباد رکھیں۔ اگر گھر کا بڑا سفر پر چلا جائے یا مر جائے تو کیا باقی گھر والے گھر چھوڑ جاتے ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں۔ پہلے اسی مسجد میں اگر کوئی اہل حدیث آمین بالجہر کہہ دیتا تھا۔ تو حنفی اس سے لڑتے تھے۔ شب برات پر یہاں چراغاں ہوتا تھا۔ میں سب کچھ دیکھتا اور خاموش رہتا تھا۔ میں دل میں دعا کرتا رہتا تھا۔ اور اللہ سے کہتا تھا کہ اے اللہ تیرا قرآن خود بخود راستہ بنالے گا۔

اسلام کا منبع ہے قرآن۔ قرآن کو حضورؐ سے صحابہ کرام نے لیا۔ صحابہ کرام سے تابعین اور تابعین سے تبع تابعین نے لیا۔ اسلام کا علمی منبع قرآن اور عملی نمونہ حضورؐ ہیں۔ اس کی اشاعت میں مفسرین محدثین علمائے کرام اور صوفیاء عظام سب نے حصہ لیا۔ چاروں ائمہ کرام حق پر ہیں۔ حدیث شریف سے ثابت ہے کہ ہر صدی میں ایک مجدد آئے گا۔

اللہ تعالےٰ ان سب کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین!

۳۹ سال سے میں اسی اسلام کی دعوت دے رہا ہوں۔ دہلی میں میرے اُستاد حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے مجھ سے عہد لیا تھا کہ میں اپنی زندگی اشاعت قرآن کے لئے وقف کردوں۔ الحمد للہ کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے اس عہد پر قائم رہنے اور اس کو نبھانے کی توفیق عطا فرمائی۔ دہلی میں انہوں نے پانچ علماء اور پانچ گریجوایٹوں کو قرآن پڑھایا تھا۔ ان پانچ علماء میں ایک میں تھا۔

انگریز مجھے دہلی سے ہتھکڑی لگا کر لایا تھا اس نے مجھے مجبور کر کے لاہور رکھا۔ اگر میرا اپنا اختیار ہوتا۔ تو میں دہلی یا سندھ جاتا۔ لاہور کبھی نہ رہتا۔ انگریز شاید یہ سمجھتا تھا کہ اس کا لاہور میں کوئی حامی و مددگار نہیں۔ اور یہ لاہور کی گلیوں میں پھر کر مر جائیگا اس کو کیا معلوم تھا کہ میرے سینہ میں قرآن ہے۔ قرآن ص۴

۴ اپنا راستہ خود بنا لیتا ہے۔ آج میں آپ سے خانۂ خدا میں عہد لینا چاہتا ہوں کہ آپ مرتے دم تک اسی محمدی اسلام کی خدمت کرتے رہیں گے۔ اور اس کو زندہ رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہیں گے اسی کی طرف میں آپ کو بلاتا رہا ہوں۔ جو علمی طور پر خدمت کر سکتے ہیں۔ وہ درس قرآن دیں۔
مجھے اُستاد مولانا سندھیؒ ملے اور شیخ امروٹیؒ۔ ان حضرات کی دُعاؤں سے اللہ تعالےٰ نے مجھے اشاعت قرآن کی توفیق دی۔ میں ہزاروں کو قرآن پڑھا چکا ہوں۔ ان کے علاوہ ایک ہزار سے زائد عالم درج رجسٹر ہیں۔
پہلے اس مسجد میں دن کو گیدڑ جوتیاں اُٹھا کر لے جاتے تھے۔ ایک یہ گنہگار بندہ آکر بیٹھ گیا۔ اللہ تعالےٰ نے یہیں منگل بنا دیا۔ بڑے بڑے بادِ مخالف کے جھونکے آئے اور گذر گئے۔
آخر میں میں آپ سے پھر درخواست کرتا ہوں کہ آپ کو اللہ تعالےٰ نے جو مرکز عطا کر رکھا ہے اس سے وابستگی کو اپنے لئے لازم سمجھئے۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغ

رات کو کھانے کے بعد ہاتھ دھو کر سونا چاہیے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: جو کوئی رات کو اس حال میں سو جائے کہ اس کے ہاتھ میں کھانے کی چکنائی کا اثر اور اس کی بو ہو اور اس کی وجہ سے اسے کوئی تکلیف پہنچ جائے (مثلاً کوئی کیڑا کاٹ لے) تو وہ بس اپنے ہی کو ملامت کرے (اور اسے اپنی ہی غلطی اور غفلت کا نتیجہ سمجھے۔ مقصد یہ کہ سونے سے پہلے ہاتھوں کو دھونے کا اہتمام کرنا چاہیے۔) جامع ترمذی

مجلس ذکر

(مرتبہ چودھری عبد الرحمٰن خان صاحب)

مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی سندھ کے ۱۶ روزہ سفر کے بعد بخیر و عافیت ۱۷ نومبر ۱۹۵۵ء کی رات کو پاکستان میل سے واپس تشریف لائے۔ آج مورخہ یکم ربیع الثانی ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۷ نومبر ۱۹۵۵ء آپ نے مجلس ذکر میں شمولیت فرمائی۔ اور ذکر کے بعد مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

طیب اور خبیث

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا۔ مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔

اما بعد۔ میں ہمیشہ آپ سے عرض کیا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ جس سے چاہے کام لے لے۔ اس نے اپنے بندوں کی رہنمائی اپنے ذمہ لے رکھی ہے۔ اس کے لئے جس کو چاہے۔ ذریعہ بنائے۔ مجھے اللہ تعالےٰ نے اپنے دونوں مربیوں کی صحبت نصیب فرمائی۔ ان کی دعاؤں کی برکت سے اللہ تعالےٰ نے مجھے یہ نعمت عطا فرمائی۔ کہ میں اپنے آپ کو آپ میں سے کسی سے افضل نہیں سمجھتا دعا کیجئے کہ اللہ تعالےٰ کسی گناہ کے باعث مجھ سے یہ نعمت چھین نہ لے۔ عجب۔ کبر۔ اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں محبوب نہیں ہیں۔ یہ نعمت اللہ والوں کے ہاں سے ہی ملتی ہے۔ دوسری کسی جگہ سے نہیں ملتی۔ عطر عطر فروش کی دکان سے ہی ملیگا۔ بزاز کے ہاں سے نہیں ملیگا۔ ہم اللہ کے دروازہ پر کچھ لینے آتے ہیں۔ یہاں جو کچھ ملتا ہے وہ دوسری جگہ نہیں ملتا۔ یہ قبر میں بھی ساتھ جائیگا۔ یہاں ہدایت ملتی ہے۔ ہدایت نصیب ہو گئی۔ تو یہ قبر میں بھی ساتھ جائے گی۔ حشر میں بھی کام آئے گی۔ اس کے بعد جنت میں پہنچائے گی۔

؎ صدقے میں تیرے ساقی مشکل آسان کر دے
ہستی میری مٹا دے خاک بے جان کر دے

ان سے عقیدت۔ ادب۔ اور اطاعت ہو۔ تو مدت مدید تک ان کی صحبت میں رہنے کے بعد یہ نعمت نصیب ہوتی ہے۔ میں اپنی ذمہ داری کو محسوس کرتا ہوں آپ اللہ تعالےٰ کے بندے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں۔ میری حیثیت ایک پوسٹمین کی سی ہے۔ منی آرڈر بھیجنے والے اور وصول کرنے والے اور ہوتے ہیں پوسٹمین تو دونوں کے درمیان واسطہ ہوتا ہے۔ میں تو اللہ تعالےٰ اور حضورؐ کی طرف سے آپ کی رہنمائی کے لئے کچھ عرض کر دیتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ ہی یہاں لاتے ہیں۔ اور وہی بولنے کی توفیق دیتے ہیں۔ میں کچھ پڑھکر نہیں آتا۔ اللہ تعالےٰ جو چاہتے ہیں۔ زبان سے کہلوا دیتے ہیں۔

آج میں کچھ طیب اور خبیث کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ ہر چیز یا طیب ہوتی ہے۔ یا خبیث۔ بعض مال طیب ہوتا ہے۔ اور بعض خبیث۔ یہ اگر حلال ذریعہ سے آئے تو طیب۔ جیسے بیع و شریٰ میں مشتری بائع کو اپنی خوشی سے روپیہ دے کر چیز خریدتا ہے۔ ہبہ اور ہدیہ میں بھی خوشی کا دخل ہوتا ہے۔ حضرت ابراہیم ادھم رح جنگل سے لکڑیاں لاکر مکہ معظمہ میں ان کو فروخت کرتے اور یہ فرمایا کرتے تھے۔ مَنْ یَّشْتَرِی الطَّیِّبَ بِالطَّیِّبِ (کون ہے۔ جو طیب مال کو طیب مال سے خریدتا ہے!) چوری۔ ڈاکہ۔ فریب دھوکہ بازی۔ یہ حرام ذرائع ہیں۔ ان سے حاصل کیا ہوا مال خبیث ہوتا ہے۔ مال بظاہر طیب ہوتا ہے۔ لیکن ذریعہ اس کو خبیث بنا دیتا ہے۔ ان ذرائع میں مالک کی خوشی شامل نہیں ہوتی۔ بعض وقت بظاہر خوشی سے دیتا ہے۔ لیکن دل میں ناراض ہوتا ہے جیسے رشوت میں۔

مال پر اعمال کا ترتب ہوتا ہے۔ بعض اعمال طیب اور بعض خبیث۔ مال سے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ اگر مال طیب ہوگا۔ تو جذبات طیبہ پیدا ہوں گے۔ جذبات طیبہ سے اعمال طیبہ پیدا ہوتے ہیں۔ اس سے خدا راضی ہوگا خدا راضی ہوگا۔ تو دنیا میں حیوۃ طیبہ نصیب ہوگی۔ اور مرنے کے بعد قبر بہشت کا باغ بن جائے گی۔ اگر مال خبیث ہوگا۔ تو جذبات اور اعمال خبیث ہوں گے۔ اس سے خدا ناراض ہوگا۔ خسر الدنیا والاخرۃ

ہر شخص خبیث چیز کو ناپسند کرتا ہے۔ خبیث عربی لفظ ہے۔ اس کا اردو ترجمہ گندا ہے۔ مثلاً میٹھی چیز ہو۔ رات کو جس برتن میں رکھی تھی۔ وہ ننگا پڑا رہا اور اس میں سے چوہے کھاتے رہے۔ فرض کرو۔ برتن بھی گندا تھا۔ اور سورج نکلنے کے بعد اس پر مکھیاں بھنبھنا رہی ہوں۔ کوئی شریف آدمی ایسی باسی اور گندی چیز کو کھانا پسند نہیں کرتا۔ ہم ہر طیب چیز کو پسند کرتے ہیں۔ انسان ہو تو طیب۔ جس نے کبھی مسواک نہ کی ہو۔ اس کے منہ سے بو آتی ہو۔ اس کے کپڑے بھی گندے ہوں۔ اس کو کوئی بھی پسند نہ کرے گا۔ کیا اللہ تعالےٰ کو بندے ستھرے چاہئیں؟ کیا اس نے جنت خبیثوں کے لئے بنائی ہے۔ وہ تو بہت نازک مزاج محبوب ہے۔ ذرا سی بات پر ناراض ہو جاتا ہے۔

ایک شخص نے مجھ سے اپنا واقعہ بیان کیا۔ آپ میں سے کچھ حضرات اس کو جانتے ہیں۔ میں آپ کو اس کا نام نہیں بتلاؤں گا۔ اس کا بیان ہے۔ کہ میں اللہ اللہ کیا کرتا تھا۔ اس کی برکت سے میرے دل میں ایک چراغ روشن تھا۔ ایک دن میں پانی والے تالاب کی طرف سے آرہا تھا۔ سنہری مسجد کے قریب ایک ہندو نوجوان لڑکی پر میری نظر کا پڑنا تھا۔ کہ چراغ بجھ گیا۔ پھر آج تک روشن نہیں ہوا۔ وہ تو ایسا نازک مزاج محبوب ہے۔ کہ غیر پر نظر بھی پڑ جائے تو ناراض ہو جاتا ہے۔ میلان طبع اپنے بس کی بات نہیں۔ یہ دوسری بات ہے۔ کہ انسان طبیعت کو برائی سے روک لے۔ جیسے منہ زور گھوڑا ہو۔ وہ تو زور لگائے گا۔ مگر سوار اس کو روکیگا۔

اعمال طیبہ سے عامل مقبول بنتا ہے۔ اور اعمال خبیثہ سے عامل مردود ہو جاتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ طَیِّبٌ لَا یَقْبَلُ اِلَّا طَیِّبًا (بے شک اللہ پاک ہے۔ اور پاک ہی چیز کو قبول فرماتا ہے) اللہ تعالےٰ کو تو انسان بھی طیب اور اعمال بھی طیب مقبول ہیں۔ سورہ نور رکوع ۳ پارہ ۱۸ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ (ترجمہ: خبیث عورتیں خبیث مردوں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لئے ہیں۔ اور پاک عورتیں پاک مردوں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے ہیں) بعض عورتیں ایسی عفت مآب ہوتی ہیں۔ کہ وہ اپنے سایہ کو بھی غیر مرد سے چھپاتی ہیں۔ چنانچہ دہلی میں پرانے زمانہ کے شرفاء کے ہاں یہی تمدن تھا۔ کہ عورتیں ڈولی میں گھر سے باہر جاتی تھیں کہار ڈولی کو ڈیوڑھی میں رکھ کر باہر چلے جاتے تھے عورت جب اندر بیٹھ جاتی۔ تو وہ اندر آتے۔ اور ڈولی اٹھاتے۔ جس گھر میں جانا ہوتا تھا۔ وہاں بھی لے جاکر اسی طرح ڈیوڑھی میں رکھ کر خود باہر چلے جاتے۔ تو عورت ڈولی سے نکل کر اندر چلی جاتی۔ اب تو جس نے ایمان بچانا ہو۔ وہ آنکھیں نیچی کرلے۔ نوجوان لڑکیاں ہار سنگار کرکے بے پردہ ہر جگہ لوگوں کے ایمان خراب کرتی پھر رہی ہیں۔

انسان کے جسم پر غذا کا اثر ہوتا ہے۔ کابل کا پٹھان چونکہ دنبے کھاتا ہے۔ دنبے میں چربی بہت ہوتی ہے۔ اس لئے دنبے کھانے والا کابل کا پٹھان پوہ ماگھ کے مہینوں میں بھی اندر گرمی محسوس کرتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں ایک پاکستانی ان ایام میں اندر بھی سردی سے

ٹھہرتا ہوگا ۔ اسی طرح مال میں بھی اثر ہے ۔ اگر مال طیب ہوگا ۔ تو اس کا اثر بھی طیب ہوگا ۔ حاجی مولا بخش صاحب ایک یونٹ بننے تک حکومت سندھ میں وزیر تھے ۔ وہ اللہ اللہ کرتے ہیں ۔ وہ اس سے پہلے بھی وزیر رہ چکے ہیں ۔ ان کا بیان ہے ۔ کہ ایک نواب صاحب نے اپنا ایک نمائندہ میرے پاس بھیجا ۔ اور اس نے مجھ سے آکر کہا ۔ کہ آپ نواب صاحب کا کام کر دیں ۔ تو وہ آپکی خدمت کر دیں گے ۔ میں نے اس سے کہا کہ میں نواب صاحب کا کام کر دوں گا ۔ لیکن لونگا کچھ نہیں ۔ اس سے اس کی تسلی نہ ہوئی ۔ اس نے پھر وہی کہا میں نے پھر وہی جواب دیا ۔ تیسری دفعہ جب اس نے کہا تو میں نے اس سے کہا کہ میں اپنی بیوی سے زنا نہیں کروانا چاہتا ۔ جو لوگ رشوت لیتے ہیں ۔ ان کی بیویاں زنا کراتی ہیں ۔ دیکھئے کہ مال خبیث انسان کو اعمال خبیثہ کی طرف لے جاتا ہے ۔ ان کا ایک اور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ ان کی بیوی لاہور آئی تو انارکلی میں اس کا بٹوا کہیں گر گیا ۔ بٹوے میں کچھ سونا اور نوٹ تھے ۔ اس نے جب واپس جا کر واقعہ سنایا ۔ تو ان کے لڑکے کہنے لگے ۔ کہ اباجی ! آپ تو کہا کرتے ہیں ۔ کہ میری آمدنی حلال کی ہے ۔ اس لئے کبھی ضائع نہیں جا سکتی ۔ یہ بٹوا کیسے ضائع ہو گیا ۔ حاجی مولا بخش صاحب کا بیان ہے کہ میں خاموش ہو رہا ۔ خدائی قدرت دیکھئے ۔ کہ چند روز کے بعد مولا بخش شکارپور کے پتہ پر ایک کارڈ آیا پولیس وہ کارڈ ان کو دے گیا ۔ اس میں لکھا ہوا تھا ۔ کہ ایک بٹوا ملا ہے ۔ وہ اگر آپ کا ہے ۔ تو اشیاء کی فہرست بتلا کر لے سکتے ہیں ۔ چنانچہ انہوں نے ان کو فہرست بھیجی تو سب کچھ جو بٹوے میں تھا مل گیا ۔ اتفاقاً اس میں ان کے نام کا چھپا ہوا کارڈ تھا ۔ جس پر صرف اس کا نام اور شکارپور لکھا ہوا تھا ۔ بٹوہ ایک ہندو وکیل کی لڑکی کو ملا ۔ اس نے اپنے باپ کو دیدیا ۔ اگر وہ چاہتے ۔ تو ہضم کر سکتے تھے ۔ میں آپ سے ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ میرا ایمان ہے ۔ کہ گورنمنٹ کے ہر محکمہ میں اللہ کے نیک بندے موجود ہیں ۔ مگر طوطی کی نقار خانے میں کون سنتا ہے ۔ ان کی تعداد بمشکل سو میں سے پانچ ہوگی ۔

خبیث اللہ تعالیٰ کے دروازہ سے مردود ہوتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جنت نہیں بنائی ۔ وہ تو اس نے اپنے پاکیزہ بندوں کے لئے مہمان خانہ بنایا ہے ایک ہی گھر میں بعض انسان طیب اور بعض خبیث ہوتے ہیں ۔ اس دنیا میں خبیثوں اور طیبوں کی مخلوط آبادی ہے ۔ آگے چل کر تفریق کر دی جائے گی ۔ سورہ التحریم رکوع ۲ پارہ ۲۸ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ترجمہ اللہ تعالیٰ کافروں کے لئے نوح اور لوط کی بیویوں کی مثال بیان فرماتے ہیں ۔ یہ دونوں ہمارے نیک بندوں میں سے دو کے نکاح میں تھیں ۔ پس ان دونوں نے (دین کے معاملہ میں) ان دونوں (نیک بندوں) کی خیانت کی پس وہ دونوں ان دونوں کو اللہ کے عذاب سے کچھ بھی نہ بچا سکے ۔ اور ان سے کہا گیا ہے ۔ کہ دوزخ میں داخل ہونے والوں کے ساتھ تم دونوں بھی داخل ہو جاؤ) دونوں خاوند امام الطیبین ہیں ۔ اور ان کی بیویاں امامۃ الخبیثین ۔ لیکن میاں اور بیوی ایک ہی گھر میں رہتے رہے ۔ آگے چل کر طیبین کی بستی میں کوئی خبیث نہ ہوگا ۔ اور خبیثین کی بستی میں کوئی طیب نہ ہوگا ۔ اس قاعدہ کلیہ کی ایک استثنیٰ ہے ۔ بعض انسانوں کو جن کے اندر نور توحید ہوگا دوزخ میں علاج کے لئے کچھ عرصہ رکھا جائیگا وہ گناہوں کی سزا بھگت کر نور توحید کی برکت سے دوزخ سے نکل آئیں گے اور جنت میں داخل کر دئے جائیں گے ۔ جس طرح مریض ہسپتال میں رکھا جاتا ہے ۔ ہسپتال کی طرح دوزخ میں بھی مختلف وارڈ ہوں گے ۔ وہاں ان کی کھالیں جل جائیں گی اور وہاں سے نکلنے کے بعد نہر الحیوٰۃ میں ڈالے جائیں گے اور وہاں سے نکال کر بہشت میں پہنچا دئے جائیں گے

بعض چیزیں بظاہر طیب اور بعض باطن میں بھی طیب ہوتی ہیں ۔ اسی طرح بعض بظاہر خبیث اور بعض بظاہر طیب اور باطن میں خبیث ہوتی ہیں ۔ جیسے بکری اور لیلا بظاہر طیب اور سؤر اور کتا بظاہر خبیث ہیں ۔ اس کے لئے ہر مسلمان مکلف ہے ۔ کہ بظاہر طیب چیزوں کو استعمال کرے اور بظاہر خبیث چیزوں سے بچے ۔ بکری اور لیلے کا گوشت کھائے ۔ اور سؤر اور کتے کا گوشت نہ کھائے ۔ باطن میں طیب اور خبیث کی تمیز فقط اللہ والوں کو ہوتی ہے ۔ اگر کسی طالب صادق کو شیخ کامل مل جائے ۔ اور اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہو جائے ۔ تو یہ تمیز پیدا ہو جاتی ہے ۔ یہ کوئی نہیں کہہ سکتا ۔ کہ کتنے عرصہ کے بعد یہ تمیز پیدا ہوگی ۔ بکری چوری کی ہو ۔ اور آپ قصاب سے پیسے دے کر اس کا گوشت لائیے ۔ جن اللہ والوں کو یہ تمیز عطا شدہ ہے ۔ وہ بتلا دیں گے ۔ کہ یہ گوشت حرام ہے ۔ باطن کی آنکھوں سے اس حرمت کا پتہ چلتا ہے ۔ اس کو حرمت لغیرہ کہتے ہیں ۔ بکری اصل میں حلال تھی ۔ لیکن چوری نے اس کو حرام بنا دیا ۔ کوئی بھی کلمہ گو مسلمان کا اس کا مکلف نہیں ۔ لیکن اس کا اثر تو ضرور ہوگا ۔ اگر کوئی شخص سنکھیا کو کونین سمجھ کر کھالے ۔ تو بے شک وہ خودکشی کا مجرم تو نہ ہوگا ۔ لیکن سنکھیا اپنا اثر تو دکھائے گا ۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے باطن کی دید دیتا ہے ۔ وہ باطن میں حرام اور مشتبہ چیزوں سے بھی بچتے ہیں ۔ ان کو ان سے بو آتی ہے ۔ کابل میں کسی زمانہ میں ایک مجذوب رہتا تھا ۔ لوگ ان کے ہاں پھلوں کے ٹوکرے لے کر جاتے ۔ یہ پھل بظاہر طیب لیکن حقیقت میں خبیث تھے ۔ اس لئے وہ فرماتے ۔ ہمبر پلیدش سگاں

انداز یہ آخر کسی سے تو لے کر کھاتے ہوں گے ۔ خدا نے دید دے رکھی ہے ۔ کہ کونسی چیز کھانی ہے اور کونسی نہیں کھانی ۔ لیکن دانستہ حرام کھانے والے بھی موجود ہیں ۔

میر سراج الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہاولپور میں چیف جج تھے ۔ انہوں نے مجھے ایک دفعہ بتلایا کہ میں نے ساری عمر سائیکل بھی نہیں رکھی ۔ ہمارے ہاں معمولی ڈاکٹر اور وکیل موٹریں رکھتے ہیں ۔ میر صاحب دورے پر جاتے ۔ تو نوکر کو حکم تھا ۔ کہ مجھ سے پیسے لیکر ہر چیز لاکر پکایا کرو ۔ ایک دفعہ نوکر نے لکڑیوں کے پیسے نہ لئے تو اس سے پوچھا ۔ کہ لکڑی کہاں سے آئی اس نے بتلایا ۔ کہ جنگل میں پڑی ہوئی تھیں میں اٹھا لایا میر صاحب نے اس دن دوسری جگہ جانا تھا ۔ وہاں نہیں گئے ۔ آس پاس کے لوگوں سے دریافت کرکے مالک کو پیسے دئے تو آگے گئے ۔ ان کی حلال کمائی کی برکت سے اللہ نے ان کو میر عبدالجمیل صاحب بیٹا عطا فرمایا وہ آج کل بہاولپور میں جج ہیں ۔ ایک دن ان کو نواب صاحب نے بلایا ۔ تو جو کوٹ پہن کر گئے ۔ وہ پھٹا ہوا تھا ۔ تو نواب صاحب خفا ہوئے ۔ تو عرض کی ۔ کہ اتنی تنخواہ ملتی ہے ۔ اتنی اباجی کو دیتا ہوں ۔ اتنی بچتی ہے ۔ اس میں سے میں کوٹ بھی نہیں بنوا سکتا ۔ یہ میرے پاس بہترین کوٹ ہے ۔ ایک دفعہ نواب صاحب نے ایک ملزم کے متعلق سفارش لکھ بھیجی ۔ ان کو بھی پتہ چل گیا ۔ جو سفارشی چٹھی لایا تھا ۔ اس کو باہر بٹھا کر ملزم کو سزا دے دی ۔ اس کے بعد اس کو بلایا ۔ نواب صاحب کو معلوم ہوا ۔ تو وہ بہت ناراض ہوئے ۔ ان سے عرض کی کہ میں نے تو انصاف کا تقاضا پورا کرکے اس کو جیل بھیج دیا ہے ۔ آپ مالک ہیں ۔ اس کو رہا کر دیں یہ جرأت حلال چیزوں سے ہی پیدا ہو سکتی ہے ۔

حضور کا ارشاد ہے ۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ کہ انا عند ظن عبدی بی (میرا بندہ مجھ میں جیسا گمان کرے میں ویسا ہی ہوں ۔ چور سمجھتا ہے ۔ کہ چوری کروں گا ۔ تو رزق ملیگا ۔ اس کو اسی ذریعہ سے دیتا ہے دوسرا حلال کے ذریعہ سے لینا چاہتا ہے ۔ اسی کو اس طرح دیتا ہے ۔ رزق ماں کے پیٹ میں جو تھے مہینے ہی لکھ دیا جاتا ہے ۔ اس سے زیادہ نہ کوئی کھا سکتا ہے اور نہ ایک دانہ چھوڑ کر مریگا ۔ اے مسلمان ۔ تیرا تو یہ ایمان ہے ۔ لیکن افسوس ۔ صد افسوس مسلمان سیدھے راستے سے بہت دور ہٹ گیا ہے

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو مال خبیث سے بچائے اور مال طیب گھر میں لانے کی توفیق عطا فرمائے ۔ اللہ کے پاک نام کی برکت سے یہ توفیق نصیب ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اپنی اصلاح کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ قرآن ایک مشین ہے جس سے انسان کی زندگی کا کانٹا بدل دیا جاتا ہے ۔ کانٹا بدلنے والے اللہ والے ہوتے ہیں ۔

مجلسِ ذکر

(مرتبہ چودھری عبدالرحمٰن خان صاحب)

آج مؤرخہ ۸ رجمادی الثانی ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۴ر نومبر ۱۹۵۵ء مخدومنا ومرشدنا حضرت مولینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے ذکر کے بعد مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

عالمِ وحدت اور عالمِ کثرت

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی - اَمَّا بَعْد :-

عرض یہ ہے کہ فلسفہ شریعت پر بحث کرنے والے حکماء نے جہان کی چار قسمیں بیان فرمائی ہیں :-

(۱) عالم ناسوت (۲) عالم ملکوت (۳) عالم جبروت (۴) عالم لاہوت -

۱- عالم ناسوت - یہ جہان جس میں ہم رہتے ہیں اس کو عالم ناسوت یا عالم مادیات کہتے ہیں -

۲- عالم ملکوت - جہاں ملائکہ عظام رہتے ہیں - اس کو عالم ملکوت کہتے ہیں -

۳- عالم جبروت

۴- عالم لاہوت

آج میں عالم ناسوت اور عالم ملکوت کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں - ہم عالم ناسوت میں رہتے ہیں اور یہاں عالم ملکوت سے آئے ہوئے ہیں - یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ - قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ - وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا -

(ترجمہ) (اے محمدؐ) آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ روح میرے پروردگار کے امر (حکم) سے ہے - اور نہیں دیا گیا تم کو علم مگر تھوڑا -

روح عالم ملکوت سے آئی ہوئی ہے - میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ حقیقت میں انسان روح کا نام ہے - اس گوشت پوست اور ہڈیوں کے ڈھانچے کا نام انسان نہیں ہے - جسم انسان کا لفافہ ہے - کھانا پینا - سونا وغیرہ یہ لفافہ کی ضروریات ہیں - موت کے وقت یہ عقدہ حل ہو جاتا ہے - روح کو اللہ تعالےٰ نے اس ڈھانچہ میں لا کر قید کر دیا ہے - موت کا مطلب یہ ہے کہ روح کو اس قید سے آزاد کر دیا جائے جیسے پرندے کو پنجرے سے آزاد کر دیا جائے تو وہ فوراً اڑ جاتا ہے -

عالم ملکوت میں روح کا تعلق فقط اللہ تعالےٰ کی ذات سے تھا - اسی تعلق میں ہم مخمور اور مست تھے - وہاں نہ ہمارا کوئی باپ - نہ ماں - نہ بہن نہ بھائی تھا - یہاں ہمارے بے شمار تعلقات ہیں - ماں - باپ بہن بھائی وغیرہ سب سے تعلق ہے - گویا کہ ہم عالم وحدت سے عالم کثرت میں آئے ہوئے ہیں - عالم وحدت میں فقط اللہ سے تعلق تھا - عالم کثرت میں بظاہر سب سے تعلق ہو لیکن حقیقت میں فقط اللہ کی ذات سے تعلق رہے - یہی اللہ تعالےٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا ہے - یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم میں اسی کا ذکر کیا گیا ہے - قلب سلیم (یعنی سالم دل) کا یہی مطلب ہے کہ اللہ کے سوا کسی سے تعلق نہ ہو - یہی انسان کا امتحان ہے - اسی میں کامیابی انسان کا کمال ہے

عالم وحدت میں نہ سبزی - گوشت - نہ پھل - نہ روٹی - نہ پانی اور نہ دوائی کی ضرورت تھی - نہ بیوی اور نہ اولاد سے تعلق تھا - یہاں سب چیزوں کی ضرورت ہے اور سب سے محبت ہے - یہی امتحان ہے کہ دل میں اللہ کے سوا کسی کی محبت نہ ہو - اذان میں اسی چیز کی یاد پانچ دفعہ تازہ کرائی جاتی ہے - اذان میں اوّل اور آخر اللہ اکبر کا یہی مطلب ہے کہ ہمارا اس جہان میں آنے سے پہلے بھی فقط اللہ ہی سے تعلق تھا - اس جہان سے رخصت ہونے کے بعد بھی فقط اسی سے تعلق ہوگا - درمیان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو پیش نظر رکھ کر دروازہ الٰہی پر آنے کی دعوت ہے - یہی مسلمان کا پروگرام زندگی ہے اور یہی اسلام کا خاصہ ہے - اس کے بعد حی علی الفلاح میں بتلا دیا کہ نتیجہ فلاح (امتحان میں کامیابی) ہوگا -

تحصیلدار - نائب تحصیلدار - قانونگو اور پٹواری کی ضرورت اس شخص کو پڑتی ہے - جس کا تعلق ڈپٹی کمشنر سے نہ ہو - جس کا براہ راست ڈپٹی کمشنر سے تعلق ہو اس کو ان کے ہاں جانے کی ضرورت ہی نہیں - ڈپٹی کمشنر خود ہی ان سے کہہ کر کام کرا دے گا - اسی طرح جس کا کمشنر سے تعلق ہو اس کو ڈپٹی کمشنر سے ملنے کی کیا ضرورت ہے - وزیر اعلیٰ کے ملنے والے کو کمشنر کا ممنون احسان ہونے کی ضرورت نہیں - جس کا گورنر سے تعلق ہوگا - وہ ان سب سے بے نیاز ہوگا - جس کا تعلق خدا سے ہو اس کو کسی چھوٹے کی کیا ضرورت ہے - حدیث شریف میں آتا ہے - نمازی نماز میں اپنے پروردگار سے سرگوشی کرتا ہے - کَاَنَّمَا یُنَاجِیْ رَبَّہٗ مناجات کے معنی سرگوشی ہے - مستورات اور بچوں کو بھی گھروں میں اذان کی آواز پہنچ جاتی ہے - یہ اذان اسلام کا خلاصہ ہے - ہر مرد و زن اور بچہ تک اس کی آواز پہنچ جاتی ہے - اسی لئے اذان بلند جگہ پر دی جاتی ہے - انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام سب اللہ تعالےٰ کے مقبول و مرحوم بندے ہیں لیکن حاجت روائی کے لئے ہم فقط اللہ تعالےٰ کا ہی دروازہ کھٹکھٹائیں گے - حضورؐ کا ارشاد ہے من احب اللہ و ابغض للہ و اعطی للہ و منع للہ فقد استکمل الایمان ؟ (جس نے اللہ کے لئے کسی سے محبت کی اور اللہ ہی کے لئے (کسی سے) دشمنی رکھی اور اللہ کے لئے دیا اور اللہ کے لئے دینے سے ہاتھ روکا بیں تحقیق اس نے اپنا ایمان کامل کر لیا) تکمیل ایمان کے لئے حب - بغض - عطا اور منع اللہ کے لئے مخصوص کرنے کو ضروری قرار دے دیئے ہیں -

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اپنی تخلیق کا مقصد سمجھنے اور اس کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے - آمین ! اس کے لئے صحبت کی ضرورت ہے - عربوں کی اسلام سے پہلے کیا حالت تھی - شراب - جوا وغیرہ سب اخلاقی برائیاں ان کے اندر پائی جاتی تھیں - شاذ و نادر ہی ان برائیوں سے بچے ہوئے تھے - جیسے صدیق اکبرؓ اور ابوذر غفاریؓ ہیں - بعد میں اللہ تعالےٰ نے ان کو خیر امۃ کا لقب عطا فرمایا - کنتم خیر امۃ اخرجت للناس (الآیۃ) یہ انقلاب کس طرح

بسم اللہ کے بغیر کھانا کھایا جائے تو شیطان کھانے میں شریک ہو جاتا ہے

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ: شیطان اپنے لئے کھانے کو جائز کر لیتا ہے (یعنی اس کے لئے کھانے میں شرکت اور حصہ داری کا امکان اور جواز پیدا ہو جاتا ہے) جب کہ اس کھانے پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔ صحیح مسلم

ان کے اندر آیا، قرآن کی تعلیم اور حضورؐ کی صحبت سے۔ ہمارے پاس بھی قرآن وہی ہے۔ لیکن ہمارے ہاں وہ صحبت نہیں رہی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو جو صحبت نصیب تھی وہ تابعین کو نہ ملی۔ جو تابعین کو حاصل ہوئی تبع تابعین اس سے بھی محروم ہو گئے۔ صحبت کی کمی ہوتی آ رہی ہے۔ بعض جدید تعلیم یافتہ دین کی ریسرچ کرتے ہیں۔ ان کو علم ہے۔ وہ جانتے سب کچھ ہیں۔ مگر صحبت نہ ہونے کے باعث ؎

نہ صورت نہ سیرت نہ خال و خط
بجبوب ناشں نہاد نہ غلط

اوّل تو صحبت نہیں رہی۔ اگر مل جائے تو ہر شخص کو اس سے فائدہ اٹھانے کی توفیق نہیں ہوتی۔ صحبت سے ہر شخص اپنی استعداد کے مطابق فائدہ اٹھاتا ہے۔ کاشت کار تو زمین میں یکساں بیج ڈال دیتا ہے۔ لیکن زمین اپنی استعداد کے مطابق اس کو اگاتی ہے۔ بیج کہیں کم اور کہیں زیادہ اگتا ہے۔

حضرت امروٹیؒ کے خدام میں سے ایک شخص مولوی محمد شریف رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ وہ پست قد تھے۔ اور داڑھی لمبی تھی۔ وہ حضرت حافظ محمد صدیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی رہ چکے تھے۔ ایک دفعہ ان کے مکان میں آگ لگ گئی۔ لوگ مکان سے سامان باہر نکال کر رکھتے جاتیں اور وہ اٹھا اٹھا کر اندر آگ میں ڈالتے جائیں اور فرماتے جائیں کہ جس نے دیا تھا جب وہی جلانا چاہتا ہے تو تمہیں اس کو بچانے کا کیا حق ہے۔ وہ حضرت امروٹیؒ کے عاشق تھے۔ ایک دفعہ راتوں رات پیدل چل کر حضرت کے ہاں پہنچ گئے۔ جب کسی نے ان سے پوچھا کہ مولوی صاحب کس سواری پر آئے ہو تو فرمانے لگے کہ عشق کے گھوڑے پر سوار ہو کر آیا ہوں۔

ان کو سامان سے نہیں اللہ تعالیٰ کی ذات سے تعلق تھا۔ اس لئے آگ میں اٹھا اٹھا کر ڈالتے جاتے تھے۔ کہ شاید اللہ تعالیٰ اسی میں راضی ہے۔ دنیا دار کے گھر میں آگ لگ جائے تو آسمان سر پر اٹھا لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

(لِکَیْلَا تَاْسَوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰکُمْ) سورۃ الحدید رکوع ۳ پارہ ۲۷

(ترجمہ:۔ تاکہ جو چیز تم سے جاتی رہے تم اس پر رنج نہ کرو۔ اور جو چیز تم کو عطا فرمائی ہے اس پر اتراؤ نہیں) اگر وہ چھین لے تو ان کو غم نہیں ہوتا۔ ایک دوسرے بزرگ کا واقعہ ہے ان کا نام خلیفہ محمد خانؒ تھا۔ رات کو ان کے بیٹے کا انتقال ہو گیا۔ ساری رات بیٹے کے سرہانے بیٹھے رہے۔ جو پوچھنے آتا اس سے فرما دیتے کہ آرام آ گیا ہے۔ صبح لوگوں کو انتقال کی اطلاع دی اور جنازہ کی تیاری کے لئے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے ہم کو وحدت سے کثرت میں لا کر ڈال دیا ہے اور چاہتے ہیں کہ یہاں بھی عالم وحدت کا سا رنگ ہو۔ اس کے لئے صحبت کی ضرورت ہے

بے میوہ ز میوہ رنگ گیرد

حقہ نوشوں کی صحبت میں آہستہ آہستہ حقہ کی عادت پڑ جاتی ہے۔ چلم بھر کر دینے اور حقہ چلانے سے کئی بچے حقہ پینے لگ جاتے ہیں۔ اسی طرح بھنگ نوشوں کی صحبت کا بھی اثر ہوتا ہے۔ اگر بری صحبت میں بیٹھ کر انسان بد ہو سکتا ہے تو نیکوں کی صحبت میں اس کے اندر نیکی کا رنگ پیدا ہو گا۔ شجرہ طریقت اسی لئے ہوتا ہے۔ آپ کے شجرہ میں ایک میں ہی گنہگار آ گیا ہوں۔ باقی مجھ سے اوپر حضورؐ تک سب اولیاء کرام ہی ہیں۔ اولیاء کرام کی صحبت میں رہ کر ہی یہ باتیں سیکھی اور سمجھی ہیں۔ گھوٹ کر کوئی نہیں پلاتا۔ طالب صادق کو کامل سے عشق ہوتا ہے۔ حضرت امروٹیؒ نے سکرات کی حالت میں فرمایا کہ میرا منہ ابا کی طرف کر دو۔ ابا سے ان کی مراد شیخ (حافظ محمد صدیقؒ) سے تھی۔ دین پور شریف اور امروٹ شریف میں اگر کسی شخص کا نام شیخ کا ہوتا تو اس کا نام نہ لیتے تھے۔ اس کو نالے مٹھو (یعنی میٹھے نام والا) کہتے تھے۔

یہ شیخ کا ادب تھا۔ پہلے زمانہ میں ہمارا تمدن یہ تھا کہ عورتیں خاوند کا نام نہ لیتی تھیں۔ یہ ادب تھا۔ عقیدت اور اطاعت خدا کی نعمتیں ہیں۔ یہ ہوں تو کامل سے فیض ہوتا ہے ورنہ ؎

تہی دستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آب حیواں تشنہ مے آرد سکندر را

عقیدت۔ ادب اور اطاعت کے لحاظ سے ہی درجے ہوتے ہیں۔

حاصل یہ نکلا کہ وحدت سے کثرت میں ڈال دیا جانا ہی ہمارا امتحان ہے۔ اور کثرت میں رہ کر بھی ہم نے وحدت والا تعلق اللہ سے قائم رکھنا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

مجلسِ ذکر

مرتبہ :- چودھری عبدالرحمٰن خان صاحب

آج مؤرخہ ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۷۵ھ مطابق یکم دسمبر ۱۹۵۵ء مخدومنا و مرشدنا حضرت مولٰینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے ذکر کے بعد مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

اصلاحِ قال سے زیادہ اصلاحِ حال کی ضرورت ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی
اَمَّا بَعْدُ :-

میری آج کی تقریر کا عنوان ہے کہ اصلاحِ قال سے زیادہ اصلاحِ حال کی ضرورت ہے۔ بالفاظ دیگر صورت کی بجائے سیرت کو بہتر بنانے کی ضرورت ہے۔ سورۃ المنٰفقون رکوع ۱ پارہ ۲۸ میں منافقین کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں :-

وَاِذَا رَاَیْتَہُمْ تُعْجِبُکَ اَجْسَامُہُمْ ط وَاِنْ یَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِہِمْ ط کَاَنَّہُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَۃٌ

(ترجمہ) اور جب آپ ان کو دیکھیں۔ تو ان کے جسم (شکل و صورت) آپ کو خوشنما معلوم ہوں۔ اور اگر یہ باتیں کرنے لگیں تو آپ ان کی باتوں کو (غور سے) سُنیں، وُہ ان لکڑیوں کی طرح ہیں جو (دیوار کے) سہارے سے لگائی ہوئی ہیں۔

منافقین کی ظاہری شکل و صورت بڑی سُہنی تھی لیکن اگر اندر دیکھا جائے تو بالکل خالی نظر آتے تھے کسی دُنیوی غرض کی بناء پر مسلمان ہو کر اسلام کا ساتھ دے رہے تھے۔ لیکن دل میں اسلام کی محبت نہیں تھی۔ منافقین صورت کے لحاظ سے پکے مسلمان معلوم ہوتے تھے جب باتیں کرتے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی کان لگا کر سنتے تھے۔ لیکن اندر اسلام کا کچھ بھی رنگ نہ چڑھا ہوا تھا۔ ان کی مثال خشک لکڑی کی سی ہے۔ جس کو دیوار کے ساتھ لگا دیا جائے تو کھڑی رہیگی۔ ورنہ زمین پر گر پڑے گی۔ اندر ایمان کی روح نہیں ہے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ ان سے ناراض ہیں۔ اصلاح حال نہ ہو تو اصلاح قال سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ یہ تو اللہ تعالےٰ کا فرمان ہے۔ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی سن لیجئے۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضورؐ کے پاس ایک شخص بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص سامنے سے گذرا۔ حضورؐ نے اس سے پوچھا کہ اس کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے۔ اس نے عرض کی کہ معزز لوگوں میں سے ہے کہ اگر رشتہ مانگے تو دے دیا جائے۔ کسی سے سفارش کرے تو قبول کی جائے۔ آپ یہ سنکر خاموش رہے۔ تھوڑی دیر بعد دوسرا شخص گذرا تو اس کے متعلق آپ کے دریافت فرمانے پر اس نے عرض کیا کہ یہ من فقراء المسلمین (یعنی مسلمانوں کے فقراء میں سے) ہے۔ اگر یہ رشتہ مانگے تو کوئی دینے کو تیار نہ ہوگا۔ سفارش کرے تو قبول نہ ہوگی۔ بات کہے تو کوئی نہ سُنے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر ساری زمین پہلے شخص کی مانند لوگوں سے بھری ہوئی ہو تو یہ ایک شخص ان سب سے بہتر ہے۔

میں کہا کرتا ہوں کہ بعض اولیاء اللہ ایسے ہوتے ہیں جو پبلک پلیٹ فارم پر آ کر اصلاح خلق اللہ کا کام نہیں کرتے ان کا وجود اللہ تعالےٰ کی رحمت کو جذب کرتا ہے۔ وُہ بظاہر اس طرح رہتے ہیں کہ دنیادار ان کے منہ پر تھوکنا بھی پسند نہ کریں۔ لیکن وہ گُدڑی میں لعل ہوتے ہیں۔ اگر اس قسم کے اللہ والے لاہور میں نہ ہوں تو کُرہ کی طرح لاہور ایک منٹ سے پہلے پہلے غرق ہو جائے۔ چونکہ یہاں کو بڑے زیادہ آبادی ہے۔ اس لئے گناہ بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ وہ اللہ تعالےٰ کے عذاب کو روکے رہتے ہیں۔ کفار کہتے تھے :-

اِنْ کَانَ ھٰذَا ھُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِکَ فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَۃً مِّنَ السَّمَآءِ (سورہ انفال رکوع ۱۴ پارہ ۹)

ترجمہ :- اگر یہ (قرآن) ٹھیک تیری طرف سے ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا۔

اللہ تعالےٰ جواب میں فرماتے ہیں :- وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَہُمْ وَاَنْتَ فِیْہِمْ

ترجمہ :- اللہ تعالےٰ ان کو ہرگز عذاب نہ کرے گا جبتک آپ ان میں موجود ہیں)

ہم اس دَور میں سے آج گذر رہے ہیں۔ جس کی ہر بات اُلٹی ہے اور جس کے متعلق بھگت کبیر نے کہا ہے

ع رنگی کو نارنگی کہیں دودھ کو کھویا
چلتی ہوئی کو گاڑی کہیں دیکھ کبیرا رویا

ہماری اکثریت کی عقل ماری گئی ہے اللہ تعالےٰ نے اپنے بندے بیج کے طور پر رکھے ہوئے ہیں ؎

خاکساران جہاں را بحقارت منگر
تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

یہی وجہ ہے کہ میں کہا کرتا ہوں کہ یہ اندھوں کا جہان ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اندھے سارے ہیں بینا کوئی۔ آپ کہتے ہیں بینا سارے اور اندھا کوئی۔

فَاِنَّہَا لَا تَعْمَی الْاَبْصَارُ وَلٰکِنْ تَعْمَی الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ - (ترجمہ) پس بے شک آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ سینوں میں جو دل ہیں وہ اندھے ہو جاتے ہیں)

ہماری اکثریت چونکہ رشوت۔ شراب۔ زنا۔ وغیرہ روحانی امراض کے باعث مسخ ہو چکی ہے۔ اس لئے ان پر ان باتوں کا اثر نہیں ہوتا۔ وہ احمق ہیں۔ عقلمند وہ ہے جس کی نگاہ دور رس ہو۔ احمق نفع عاجل کو دیکھتا ہے۔ جیسے چور۔ اس نے حلوائی کی دکان سے رات کو مٹھائی کا تھال چرایا۔ صبح پولیس تفتیش کے لئے آئی اور کھوج لگا کر چور کو گرفتار کر لیا۔ مٹھائی تو ہضم ہو گئی مگر تھال پکڑا گیا ؎

خبر دیتی ہے شوخی نقش پا کی
ابھی اس راہ سے گزرا ہے کوئی

مقدمہ چلا اور دو سال کے لئے جیل میں بھیج دیا گیا۔ یہ حماقت ہے۔

دنیا کے بڑے بڑے فلاسفروں اور عقلاء کی ڈگریاں قبر کے دروازے تک کارآمد ہیں۔ اس کے بعد سب اندھے ہیں۔ دل میں ایمان ہو۔ اور قرآن کے نور کا سرمہ بنا کر آنکھوں میں ڈالا جائے۔ تو نظر قبر حشر بلکہ اس کے بعد جنت اور دوزخ پر ہوگی پھر یقین ہوتا ہے کہ اگر گناہ کیا تو قبر جہنم کا گڑھا بنیگی حضورؐ کے دروازے سے دھکے ملیں گے۔

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشّٰہِدِیْنَ -

اللہ تعالےٰ بھی سچے اور حضورؐ بھی سچے عقل فقط حضورؐ کے سر میں تھی جس کا آپ کے سینۂ اطہر سے جتنا تعلق ہوگا اس کو اتنی ہی عقل ہوگی۔ آپؐ کے بعد عقل فقط اللہ والوں کو ہوتی ہے تمہارے سلاطین۔ اُمراء۔ وزراء۔ بیرسٹرایٹ لاء سب احمق ہیں۔ بدمعاشیاں کرتے ہیں مگر یہ نہیں سمجھتے کہ یہ چوروں اور ڈاکوؤں کی زندگی ہے۔ وارنٹ گرفتاری (یعنی موت) آیا تو سب شوخی اور شیخی کرکری ہو جائے گی۔ ان کے مقابلہ میں حضورؐ کے

دروازے کا غلام ہے۔ جس کی جوتی ٹوٹی ہوئی ہے۔ کپڑے پھٹے ہوئے ہیں۔ وُہ عقلمند ہے۔

پاگل پاگلوں کو پسند کرتے ہیں۔ ایک قصہ مشہور ہے۔ کہ ایک بادشاہ کو کسی نجومی نے بتلایا کہ فلاں وقت ایک ہوا چلے گی۔ جس کو وہ لگ جائے گی وہ پاگل ہو جائے گا۔ بادشاہ نے جب اس سے پوچھا کہ اس سے بچنے کی بھی کوئی تدبیر ہے۔ نجومی نے جواب دیا کہ ہاں ——— کسی تہ خانہ میں جو اس دن چھپ جائے گا وُہ بچ جائے گا۔

جب وُہ وقت آیا تو بادشاہ اور وزیر تہ خانہ میں چلے گئے۔ وہ دونوں بچ گئے۔ باقی سب رعایا پاگل ہو گئی۔ کپڑے پھاڑ ڈالے اور ننگے ہو کر ناچنے لگے۔ جب بادشاہ اور وزیر کو کپڑے پہنے ہوئے دیکھیں۔ تو ان کا مذاق اُڑائیں اور اُن کو پاگل بتائیں۔ چند دن کے بعد وہ دونوں تنگ آ گئے۔ انہوں نے نجومی سے پھر دریافت کیا کہ اب کوئی ایسی تدبیر بتلاؤ کہ ہم بھی پاگل ہو جائیں۔ اس نے کہا کہ اس دن کا مٹکے میں بچا ہوا پانی ہو تو پی لیجئے۔ چنانچہ انہوں نے پانی پیا اور پاگل ہو گئے۔ اب جب وُہ ان کے ہم رنگ ہو کر پاگلوں میں گئے تو سب کہنے لگے۔ بادشاہ سلامت آ گئے ؎

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز
کبوتر با کبوتر باز با باز

ہم میں سے جو پاگل ہیں وہ اپنے جیسے پاگلوں کو ہی پسند کرتے ہیں۔ وُہ کسی عالم دین۔ حافظ قرآن یا اللہ کے نیک بندے کو کوئی عہدہ دینے کے لئے تیار نہیں۔

اللہ تعالےٰ اور حضورؐ کے ارشادات میں پیش کر چکا ہوں کہ قال سے زیادہ اصلاح حال ضروری ہے۔ اب اللہ والوں کے ارشادات بھی سن لیجئے ؎

قال را بگذار و بنگر سوئے حال
بر اشہد تو خندہ زند اسہد بلال رضؓ

فرماتے ہیں قال کو چھوڑ کر حال کی فکر کرو۔ اگرچہ تو تلفظ کے لحاظ سے اشہد ان لا الہ الّا اللہ و اشہد ان محمد رسول اللہ کہتا ہے۔ اور حضرت بلال رضؓ اشہد کی بجائے اسہد ہی کہتے تھے۔ لیکن توحید اور عشق نبوی علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی روح ان کے اندر زیادہ تھی۔ اس لئے ان کا اسہد تیرے اشہد سے اچھا تھا۔

ایک دوسرے بزرگ کا ارشاد ہے ؎

قال را بگذار مرد حال شو
پیش مرد کامل پامال شو

یعنی قال کو چھوڑ کر صاحب حال ہو جا۔ یہ تب ہو سکے گا جب تو کسی کامل کے سامنے اپنی ہستی کو فنا کر کے بیٹھے گا۔

حال کی اصلاح کے لئے ضروری ہے کہ :-

(۱) خُدا کی ذات ہی انسان کی مطلوب۔ محبوب اور مقصود ہو جائے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے :-

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ

(ترجمہ) اور ایمانداروں کو اللہ سے شدید ترین محبت ہوتی ہے۔

اشد اسم تفضیل مذکر کا صیغہ ہے۔ اس سے آگے محبت کا کوئی درجہ نہیں ہے۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کو ضروری سمجھا جائے۔ یہ جب ہی ہو سکتا ہے۔ کہ آپؐ سے عشق کے درجہ کی محبت ہو۔

عن انسؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم لا یؤمن احدکم حتّی اکون احب الیہ من والدہٖ وولدہٖ والنّاس اجمعین (متفق علیہ)

(ترجمہ) حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ آپؐ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا کہ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے باپ بیٹے اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

(اشد کی طرح یہاں بھی احب اسم تفضیل کا صیغہ ہے) یہ اصلاح حال ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی رضا ہر حال میں مطلوب۔ محبوب اور مقصود ہو جائے۔

(۳) آپس میں محبت اللہ واسطے ہو۔ حضورؐ کا ارشاد ہے

عن معاذ بن جبلؓ قال سمعت رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم یقول قال اللّٰہ تعالیٰ وجبت محبّتی للمتحابّین فیّ والمتجالسین فیّ والمتزاورین فیّ والمتباذلین فیّ

(رواہ مالک)

(ترجمہ) معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ کو یہ فرماتے سنا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ آپس میں میری رضامندی اور خوشنودی کے لئے محبت کرتے ہیں۔ ان سے مجھ کو محبت کرنا ضروری ہے۔ اور جو لوگ محض میری رضا کے لئے باہم بیٹھتے ہیں۔ اور میری تعریف کرتے ہیں۔ اور ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور اپنا مال خرچ کرتے ہیں ان سے بھی مجھ کو محبت کرنا واجب ہے۔

اپنا امتحان خود لیا کیجئے کہ بیوی پیاری ہے یا خُدا۔ اولاد زیادہ محبوب ہے یا خدا۔ افسر کا ڈر زیادہ ہے یا خدا کا اگر اصلاح حال ہو چکی ہے تو اللہ تعالےٰ اور حضورؐ کے مقابلہ میں کسی چیز کی بھی پرواہ نہ ہو گی۔

اب اس آئینہ کو لے کر اسکولوں۔ کالجوں۔ دفاتر اور عدالتوں میں چلے جایئے۔ اور دیکھئے کہ مسلمان کی کیا حالت ہے۔ کوچ اور صوفہ سیٹ پیارا ہے۔ بیوی پیاری۔ زنا اور شراب زیادہ پیارے ہیں۔ اللہ اور حضورؐ کے حکم کی پرواہ ہی نہیں۔ اپنی یہ حالت ہے اور ان کے نزدیک حاملین دین یعنی علمائے کرام بے ایمان ہیں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ ان کو ہدایت عطا فرما۔ آمین! ہر چیز کی ایک منڈی ہوتی ہے۔ ہدایت کی منڈیاں مساجد ہیں۔ یہ بدبخت مسجد میں آنے اور ٹوٹی چٹائیوں پر سربسجود ہونے کو اپنی کسر شان سمجھتے ہیں۔ اگر مسجد میں آنا ان کی کسر شان ہے۔ تو اللہ والوں کے جوتے کی کسر شان ہے ان کی کوٹھیوں پر جانا۔ نعم الامیر علی باب الفقیر۔ بئس الفقیر علی باب الامیر۔ تمہیں ہدایت کوٹھیوں میں نصیب نہ ہو گی۔ دروازہ الٰہی پر آؤ گے تو ہدایت نصیب ہو گی۔ تمہاری دروازہ الٰہی پر آنے سے عزت بڑھے گی۔ اللہ والوں کی تمہاری کوٹھیوں پر جانے سے بے عزتی ہو گی۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اصلاح حال کے لئے ہر ممکن کوشش کرنے کی توفیق فرمائے۔ آمین

مجلسِ ذکر

(مرتبہ چودھری عبدالرحمن خان صاحب)

آج مورخہ ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۷۵ھ مطابق ۸ دسمبر ۱۹۵۵ء ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

عقل (دماغ)
قلب (دل)
جوارح (اعضاء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ۔ اما بعد:

اللہ تعالےٰ جو کچھ مجھ سے آپ کی خدمت میں کہلواتا ہے۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ امین یا الٰہ العالمین ۔ میں جو کچھ عرض کیا کرتا ہوں۔ اپنی ذمہ داری کو محسوس کرکے عرض کیا کرتا ہوں ۔

اللہ تعالےٰ کی طرف سے جو صحیح علم آتا ہے۔ وہ سب سے پہلے انسان کی عقل میں آتا ہے۔ علم الٰہی کا انسان کی عقل میں آنا یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے۔ اس سے انسان کی رہنمائی ہوتی ہے ۔

مسلمانوں کی اکثریت کو یہ نعمت نصیب نہیں۔ اکثریت بدقسمت ہے ۔ ان کی عقل ٹھوکریں کھاتی ہے ان میں سے کسی کی زندگی کا مقصد ہے ۔ جائدادیں بنانا کسی کا روپیہ جمع کرنا ۔ کسی کا گریڈ بڑھانا ۔ کسی کا زیادہ سے زیادہ رقبہ زمین پر قبضہ جمانا ۔ کسی کا الیکشن لڑنا اور بڑا آدمی بننا ۔ دن رات یہی فکر رہتی ہے ۔ کہ اس کے لیے کیا کریں ۔ کس سے کہیں ۔ اور اس راستہ میں جو مشکلات ہیں ۔ ان کو کس طرح حل کیا جائے ۔ شیطان نے سیدھے راستے سے ہٹا دیا ہے ۔ مرنے کے بعد جب قبر میں جائیں گے ۔ تو آنکھیں کھلیں گی ۔

دو نقطوں کے درمیان خط مستقیم ایک ہی ہوتا ہے صراط مستقیم بھی ایک ہی ہے جو ہمیں دروازہ محمدیؐ سے گزار کر سیدھا دربار الٰہی میں لے جاتا ہے اس کے لئے ہمیں اھدنا الصراط المستقیم کی دعا سکھلائی گئی ہے ٹیڑھے راستے بے شمار ہیں ۔ روپیہ جمع کرنا ۔ الیکشن میں روپیہ برباد کرنا وغیرہ سب ٹیڑھے راستے ہیں ۔

اللہ تعالےٰ کے نازل کئے ہوئے علم کا مجموعہ قرآن ہے ۔ یہی ہدایت کا راستہ ہے ۔ ان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ۔ اکثریت کو اس کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی ۔ نہ مردوں کو اور نہ عورتوں کو ضرورت ایجاد کی ماں ہے ۔ اگر ضرورت محسوس ہو ۔ تو اس علم الٰہی کو بھی حاصل کرنے کی کوشش کریں ۔ اگر ڈاکٹر کسی مریض سے کہے ۔ کہ تیرا چہرہ بے رونق ہے تیرے جسم میں خون نہیں ہے ۔ تو یہ گالی نہیں ۔ بلکہ اس کی مریض پر شفقت ہے ۔ میں اکثریت کو بدقسمت غصہ سے نہیں کہتا ۔ اس خیال سے کہہ رہا ہوں ۔ کہ شاید ان کو اللہ تعالےٰ سمجھ دیدیں ۔ اور یہ خوش قسمت ہوجائیں اب تک ان کی عقل میں نہیں آیا ۔ کہ قرآن ضروری ہے ۔ بیوی بیمار ہو ۔ تو اس کو ڈاکٹر کے پاس لے جاتے ہیں ۔ وہ بے پردہ علیحدہ کمرہ میں اس کو دیکھتا ہے بیماری کا احساس ہے ۔ تو سب کچھ برداشت کرتے ہیں ۔ قرآن کی ضرورت ہی نہیں ۔ اس لئے اس کا علم حاصل نہیں کرتے ۔

علم الٰہی پہلے عقل میں آتا ہے ۔ پھر دل میں اُترتا ہے ۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے ۔ اسی لئے ارشاد فرمایا ہے ۔ اِنَّ فِی الْجَسَدِ لَمُضْغَةً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ اَلَا وَهِیَ الْقَلْبُ (ترجمہ بے شک (انسان کے) جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے ۔ جب وہ درست ہوجاتا ہے تو سارا جسم درست ہوجاتا ہے اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے ۔ خبردار ۔ اور وہ دل ہے) دل ٹھیک ہے ۔ تو سب اعضا ٹھیک ۔ دل بادشاہ ہے ۔ اور سب اعضا اس کی فوج ہیں ۔ دل حاکم ہے ۔ سب اعضا اس کے تابع ہیں ۔ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے ۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ (ترجمہ بے شک اللہ تعالےٰ انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہوتا ہے) حدیث شریف میں آتا ہے ۔ کہ انسانوں کے دل اللہ تعالےٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں ۔ جدھر چاہتا ہے ۔ پھیر دیتا ہے ۔ جدھر دل پھریگا ۔ سارے اعضا ادھر ہی پھر جائیں گے

نمبر اول بدقسمت وہ لوگ ہیں ۔ جن کی عقل میں قرآن نہیں آیا ۔ نمبر دوم بدقسمت وہ لوگ ہیں ۔ جن کی عقل میں سب کچھ ہے ۔ لیکن قلب میں نہیں اُترا ۔ بی اے یا ایم اے تک عربی پڑھ چکے ہیں ۔ ریسرچ کرنے اور ایک رسالہ لکھنے کے بعد یونیورسٹی ان کو پی ایچ ڈی کی ڈگری عطا کردیتی ہے ۔ ڈاکٹر ہوگئے ۔ نوکر ہوئے تو بڑی بڑی تنخواہیں پانے لگے یا بیرسٹر ہیں اور ہزاروں روپیہ ماہوار کماتے ہیں ۔ لیکن ع

نہ صورت نہ سیرت نہ خال و خط
بمجبوب نامش نہادند غلط

قبر میں پی ایچ ڈی کی ڈگری کی کوئی قیمت نہیں ۔ نمبر اول اللہ کا فضل یہ ہے ۔ کہ قرآن عقل میں آئے نمبر دوم فضل یہ ہے ۔ کہ دل میں آئے ۔ نمبر سوئم فضل یہ ہے ۔ کہ اعضا میں بھی آئے ۔ میں ہمیشہ آپ سے کہا کرتا ہوں ۔ کہ بے بلے میوہ ز میوہ رنگ گیرد ۔ اس کے متعلق آج میں شہادت پیش کرنا چاہتا ہوں حضرت مولینا محمد حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی سلمہ اللہ تعالےٰ حضرت الیسع علیہ السلام کی تاریخ لکھتے ہوئے اپنی کتاب قصص القرآن جلد دوم صفحہ ۱۳۱ ۔ ۱۳۲ پر تحریر فرماتے ہیں ۔

"حضرت الیسع علیہ السلام حضرت الیاس علیہ السلام کے نائب اور خلیفہ ہیں ۔ اوائل عمر میں ان ہی کی رفاقت میں رہتے تھے ۔ اور ان کے انتقال کے بعد اللہ تعالےٰ نے بنی اسرائیل کی رہنمائی کے لئے حضرت الیسعؑ کو نبوت سے سرفراز فرمایا ۔ اور انہوں نے حضرت الیاسؑ ہی کے طریقہ پر بنی اسرائیل کی رہنمائی فرمائی" چند سطور کے بعد حضرت مولینا فرماتے ہیں ۔ اور یہ چیز قابل غور ہے ۔

"موعظت

بنی اسرائیل کے ان نبیوں اور پیغمبروں کے واقعات سے جو کہ جلیل القدر انبیاء علیہ السلام کے شرف صحبت اور مخلصانہ اتباع میں خلافت کے بعد منصب نبوت سے سرفراز ہوئے ۔ یہ ثابت ہوتا ہے ۔ کہ صحبت نیکاں حصول خیر کے لئے اکسیر اعظم ہے ۔ رومی نے سچ کہا ہے ۔

ع یک زمانہ صحبتے با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

کھانا کھانے کے آداب

حضرت عمر بن ابی سلمہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں (بچپن میں) رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی آغوش شفقت میں پرورش پا رہا تھا تو (کھانے کے وقت) میرا ہاتھ پلیٹ میں ہر طرف چلتا تھا تو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مجھے نصیحت فرمائی کہ (کھانے سے پہلے) بسم اللہ پڑھا کرو اور اپنے داہنے ہاتھ سے اور اپنے سامنے ہی سے کھایا کرو۔ صحیح مسلم

اگر ریاضات اور طاعات کا سلسلہ ہزاروں سال بھی رہے۔ مگر کسی کامل کی صحبت سے محرومی ہو۔ تو بے شبہ یہ ایک بہت بڑی خامی ہے۔ جس کا مداوا صحبت کامل کے علاوہ اور کچھ نہیں۔"

اس لئے میں عرض کیا کرتا ہوں۔ کہ اگر ایک شخص اپنے طور پر کتنی ہی ریاضت کرے کہ کامل کی صحبت اس کو نصیب نہیں۔ تو زیادہ فائدہ نہ ہوگا۔ ایک شخص کامل سے کچھ سبق پوچھ جائے۔ اور گھر جا کر اس کو خوب پکائے۔ پک جانے پر دو سال بعد پھر آئے۔ تو اس کو وہ فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ جو اس شخص کو حاصل ہوگا۔ جس نے مدت مدید تک شیخ کی ہر نقل و حرکت کا بغور مطالعہ کیا ہے۔ اس کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد میں نے اپنے رسالہ پیر اور مرید کے فرائض" میں نقل کیا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ اپنے القول الجمیل میں فرماتے ہیں کہ پانچویں شرط مرشد کے لئے یہ ہے۔ کہ مدت مدید بڑے بڑے کاملوں کی صحبت میں گزاری ہو۔ عرصہ دراز تک ان کی صحبت میں ادب سیکھا ہو۔ ان سے انوار حاصل کئے ہوں

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو تینوں درجے عطا فرمائے۔ قرآن عقل میں آ جائے۔ دل میں بھی اُتر جائے اور اعضا پر اثر ہو۔ اس کے لئے صحبت کی ضرورت ہے۔ آپ درس قرآن میں آتے ہیں۔ قرآن سنتے ہیں آہستہ آہستہ اللہ تعالےٰ نے سمجھ بھی دے دی۔ اور عمل کی توفیق بھی عطا فرمائی۔ جو نہیں آتے۔ ان کی حالت یہ ہے۔ کہ ان کے دین کی بنیاد کتاب و سنت پر نہیں۔ بلکہ محض ڈھکوسلوں پر ہے۔ کچھ سنی سنائی باتوں کو انہوں نے اسلام کا نام دے رکھا ہے۔ آپ کے گھروں اور برادری میں ایسے لوگ ملیں گے جن کو کتاب و سنت کا صحیح علم ہی نہیں ہے عقل میں دین ہے۔ لیکن قلب میں نہیں اترا۔ بعض ایسے بھی ہیں۔ کہ دل تک دین الہٰی جس کا منبع قرآن اور عملی نمونہ سنت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رنگ پہنچا ہے۔ لیکن اعضا میں نہیں آیا۔ عقل میں علم الہٰی آئے۔ تو صحبت سے دل اور اعضاء میں اترتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ ہمیں حکم دیتے ہیں وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ الخ جن حضرات کی صحبت میں رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ان کو اللہ کی رضاء ہی مطلوب محبوب اور مقصود ہوتی ہے حکم دیتے ہیں۔ کہ ان سے نظر نہ ہٹنے پائے۔ اسی لئے میں آپ سے کہا کرتا ہوں۔ کہ روٹی کمانے کے لئے جہاں آپ کا دل چاہے جائیے۔ دفتر ہو دوکان ہو۔ یا کارخانہ۔ لیکن شام کو فارغ ہو کر جب گھر آئیں۔ تو بازار یا بیٹھک میں فضول باتوں

میں وقت ضائع کرنے کی بجائے اگر کوئی اللہ اللہ کرنے والی جماعت ہو۔ تو ان میں بیٹھئے۔ اگر ایسی جماعت نہ ملے۔ تو کسی ایسے فرد کی صحبت میں خاموشی سے بیٹھئے۔ اگر کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ تو نقصان سے تو بچ جائیں گے۔ اگر کوئی فرد بھی نہ ملے۔ تو گھر میں تنہا بیٹھئے۔ فضول باتوں سے کیا فائدہ؟ میں دیکھتا ہوں۔ کہ لوگ بیٹھکوں میں DISCUSS کرتے ہیں۔ گویا کہ ان کی رائے سے ہی سیاست کی گتھی حل ہوگی۔

آپ کے بیوی بچے غلط راستے پر جا رہے ہیں۔ ان کو راہ راستہ کی طرف رہنمائی کرنا آپ کے ذمہ فرض ہے یا تو ان کو خود قرآن پڑھائیے۔ یا

آپ کے بیوی بچے غلط راستے پر جا رہے ہیں ان کو راہ راستہ کی طرف رہنمائی کرنا آپ کے ذمہ فرض ہے۔ یا تو ان کو خود قرآن پڑھائیے یا کسی عالم قرآن کو ان کے پاس لے جائیے یا ان کو کسی عالم قرآن کے پاس لائیے۔ ع

دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست
در پریشاں حالی و درماندگی ...

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو ہدایت عطا فرمائے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

مجلس ذکر

مرتبہ چودھری عبدالرحمٰن خان صاحب

آج مورخہ ۲۹ر ربیع الثانی ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۵ر دسمبر ۱۹۵۵ء مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے ذکر کے بعد مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

عزّت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ۔ اما بعد :-

عرض یہ ہے کہ میں ہر جمعرات کو بطور سبق پہلے ان احباب کی خدمت میں خاص طور پر کچھ عرض کر دیا کرتا ہوں جن کا تعلق سلسلہ راشدیہ قادریہ سے ہے وہ حضرات دور دور سے وقت نکال کر تشریف لاتے ہیں۔ میرا فرض ہے کہ ان کی اصلاح کے لئے کچھ عرض کروں۔ دوسرے احباب بھی تشریف لاتے ہیں۔ ع

چشم ما روشن دل ما شاد!

میرا دل تو چاہتا ہے کہ سب مسلمان آئیں۔ میں جو کچھ عرض کیا کرتا ہوں کتاب و سنت کی روشنی میں عرض کیا کرتا ہوں۔ ان سے باہر نہیں جاتا۔ اگر سب مسلمان میری معروضات کو سنیں۔ دل میں جگہ دیں اور عمل میں لائیں تو مجھے اللہ کے فضل و کرم سے پوری امید ہے کہ ان کی دنیا کی زندگی سنور جائے گی۔ مرنے کے بعد قبر بہشت کے باغوں میں سے باغ بن جائے گی حشر کے دن حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی برکت سے دوزخ سے بچا کر جنت میں پہنچا دیا جائیگا۔

امیر ہو یا غریب ہر شخص عزت کا خواہاں ہے عزت کی دو قسمیں ہیں (۱) کھری یا سچی عزت (اصلی) (۲) کھوٹی یا جھوٹی عزت (نقلی) اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ (سورۃ الذریٰت رکوع ۳ پ ۲۷)

ترجمہ :- ہم نے ہر چیز کے جوڑے بنائے ہیں۔

کھری عزت وہ ہے۔ جو بارگاہِ الٰہی سے عطا ہو۔ جو عزت نیچے سے ملے وہ کھوٹی ہے کھری نہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ منافقین کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں :- اَيَبْتَغُونَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا (سورۃ النساء رکوع ۲۰ پارہ ۵)

(ترجمہ) کیا وہ (منافقین) ان (کفار) کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں پس بے شک عزت ساری اللہ کے لئے ہے)

منافقین چاہتے تھے کہ یہود کے ساتھ دوستی رکھیں گے تو عزت پائیں گے۔ اللہ تعالےٰ اس کی تردید فرماتے ہیں۔ نبی اکرم رسول اللہؐ جن سے آپ ناراض ہیں سے اللہ ناراض ہیں۔ یہود آپ سے دشمنی رکھتے تھے۔ اس لئے وہ اللہ تعالےٰ کے بھی دشمن ہوئے۔ جو لوگ اللہ اور رسول اللہ کے ساتھ دشمنی رکھیں ان کو عزت کس طرح مل سکتی ہے۔ عزت ساری اللہ تعالےٰ کے قبضہ میں ہے۔ اسی کے ہاں سے مل سکتی ہے۔ دشمنانِ خدا کے ہاں سے ہرگز نہیں مل سکتی۔ سورۃ النساء رکوع ۲۱ پارہ ۵ میں منافقین کی حالت بیان فرماتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے۔ مُذَبْذَبِينَ بَيْنَ ذَٰلِكَ لَا إِلَىٰ هَٰؤُلَاءِ وَلَا إِلَىٰ هَٰؤُلَاءِ ط (ترجمہ :- وہ دونوں کے درمیان تذبذب میں ہیں۔ نہ ادھر کی طرف اور نہ ان کی طرف منافقین گومگو حالت میں ہیں)

قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ ط بِيَدِكَ الْخَيْرُ ط إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ○ (سورۃ آل عمران رکوع ۳ پ ۳)

(ترجمہ) تو کہہ اے اللہ تو سلطنت کا مالک ہے تو جسکو چاہے سلطنت دیتا ہے اور جس سے چاہے چھین لیتا ہے۔ اور جسکو چاہے تو عزت دیتا ہے اور جس کو چاہے تو ذلیل کرتا ہے تیرے ہاتھ (قبضہ) میں ہے سب خوبی بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے) اس آیت میں ہمیں یہ عقیدہ سکھلایا گیا ہے کہ عزت اور ذلت اللہ تعالےٰ کے اختیار میں ہے۔ جو عزت اللہ تعالےٰ کی طرف سے آئے۔ حقیقت میں وہی عزت ہے اور جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے نہ آئے۔ وہ صورت میں عزت ہوگی۔ لیکن حقیقت میں ذلت ہوگی۔ جو شخص محلہ گاؤں یا بستی میں نمبردار ہو یا مال و دولت کا مالک ہو۔ اور ہر ایک پر بیجا تشدد اور ظلم کرے تو لوگ ایسے شخص کی بھی عزت کرتے ہیں۔ مگر یہ بناوٹی عزت ہوگی۔ دل میں نفرت ہوگی۔ ہر سرکاری عہدہ دار اور افسر کو لوگ سلام کرتے ہیں۔ کیا وہ دل میں اس کی عزت رکھ کر سلام کرتے ہیں۔ نہیں۔ بلکہ وہ سلام ایک منافقانہ اعزاز ہوتا ہے۔ بڑا زمیندار ہو یا سیٹھ سب میں یہی قدر مشترک ہوگا۔ ان کی عزت اللہ کی طرف سے نہیں ہوتی۔ اس لئے کھوٹی ہوتی ہے۔

عزت خدا کے ہاں سے کن کن کو نصیب ہوتی ہے ؟

يَقُولُونَ لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ ط وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ (سورۃ المنافقون رکوع ۱ پ ۲۸)

ترجمہ :- وہ (منافقین) کہتے ہیں۔ اگر ہم (مدینہ) واپس ہوئے تو اس (مدینہ) سے سب سے معزز شخص سب سے ذلیل کو ضرور ضرور نکال دے گا۔ اور عزت اللہ۔ اس کے رسولؐ اور مومنوں کے لئے ہے۔ اور لیکن منافق نہیں جانتے)

اس آیت میں منافقین کا ذکر ہے۔ ایک دفعہ مدینہ سے باہر کسی سفر کے موقعہ پر انصار اور مہاجرین میں تیز کلامی ہوگئی۔ جو برتن بھی ہر وقت پاس رہیں تو کبھی نہ کبھی ٹکرا جاتے ہیں۔ وہاں عبد اللہ بن ابی رئیس المنافقین بھی موجود تھا۔ وہ بے ایمان اپنے آپ کو سب سے معزز شخص کہتا ہے۔ اور حضورؐ اور صحابہ کرامؓ کو سب سے ذلیل بتاتا ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک الکفر والطغیان۔ اس کی اس بیہودہ گوئی کا جواب اللہ تعالےٰ کی طرف سے کیا ملا ؟ کہ :-

عزت نمبر اول اللہ تعالےٰ کے لئے ہے۔ نمبر دوم رسول اللہؐ کے لئے۔ اور نمبر سوم مومنوں کے لئے ہے۔ مومن دولت مند ہو یا غریب۔ ہر ایک کی اللہ بارگاہ میں عزت ہے۔ مومن کس کو کہتے ہیں ؟ جو اللہ کی ہر بات دل سے مانتا ہے۔ خواہ دولت مند ہو یا غریب۔ سوکھے ٹکڑے کھانے والے۔ فرش زمین پر سونے والے۔ پھٹی ہوئی گودڑی اوڑھنے والے۔ چھپر کے نیچے سونے والے کی جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ دل سے پڑھتا ہے۔ اس کی بارگاہِ الٰہی میں عزت ہے۔ کیونکہ وہ اپنے آپ کو مخلوق اور اللہ کو اپنا خالق تسلیم کرتا ہے۔ وہ جلب نفع کے لئے اور دفع ضرر کے لئے خدا ہی کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے۔ وہ ماسوا اللہ سے کٹ کر ایک اللہ کا ہو جاتا ہے۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ۔ اسی کو اپنا معبود اور حاجت روا مانتا ہے۔ وہ مومن جس کی ظاہری اقتصادی حالت یہ ہے۔ اس کی اللہ تعالےٰ کے ہاں عزت ہے۔ لیکن اگر دل میں ایمان نہیں تو بادشاہ کی بھی اللہ تعالےٰ کے ہاں کوئی عزت نہیں۔ اسلام میں شہنشاہ کا لفظ اللہ تعالےٰ کی ذات کے لئے مخصوص ہے۔ ہمارے ہاں بادشاہ کے لئے امیر المومنین یا خلیفۃ المسلمین کا لقب ہے۔

مجلسِ ذکر

مرتبہ چودھری عبدالرحمٰن خان صاحب

آج مؤرخہ ۶ جمادی الاوّل ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۲ دسمبر ۱۹۵۵ء مخدومنا و مرشدنا حضرت مولٰنا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی :-

نیکوں کی دوستی

شاہ عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ترجمے کے حاشیہ میں ایک عجیب چیز لکھی ہے۔ وہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔ شاہ صاحب رح کا ترجمہ بہترین ہے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی کچھ اصلاح فرمائی ہے۔ اصلاح کے یہ معنے نہیں کہ اس میں کچھ غلطیاں تھیں وہ انہوں نے درست کی ہیں۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ شاہ صاحبؒ کی اُردو بہت پرانی ہے۔ اس میں بعض متروک الاستعمال لفظ کو شیخ الہندؒ نے نکال دیا ہے۔ ⅘ حصہ شاہ صاحب کا ہی ترجمہ لیا۔ صرف ⅕ حصہ میں تبدیلی فرمائی ہے شیخ الہندؒ کے دل میں شاہ صاحبؒ کا ادب اتنا تھا کہ فرمایا کرتے تھے اگر قرآن اُردو میں نازل ہوتا تو شاہ صاحبؒ کی زبان میں نازل ہوتا۔ شاہ صاحبؒ کا کمال یہ ہے کہ عربی محاورات کے مقابلہ میں اُردو کے وہ محاورات استعمال فرماتے ہیں۔ جن سے مطلب بالکل واضح ہو جاتا ہے۔

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا (سورۃ النساء رکوع ۶ پ ۵)

(ترجمہ) پھر کیا حال ہوگا جب بلاویں گے ہم ہر امت میں سے احوال کہنے والا اور بلاویں گے تجھ کو ان لوگوں پر احوال بتانے والا)

اس آیت کے متعلق شاہ صاحب رح کا حاشیہ ملاحظہ ہو۔

”یعنی ہر امت اور ہر عہد کے لوگوں کا احوال اس وقت کے پیغمبر سے اور معتبر نیک بختوں سے بیان کروا دیں گے منکروں کا انکار اور اطاعت والوں کی اطاعت بیان ہوگی۔“

وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا (سورۃ القصص رکوع ۷ پ ۲۰)

(ترجمہ- اور جدا کریں گے ہم ہر فرقہ میں سے ایک احوال بتلانے والا)

اس کے متعلق فرماتے ہیں ”احوال بتلانے والا پیغمبر یا ان کے نائب یا جو نیک بخت تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن ہر دور کے انسانوں کا اس دور کے اللہ کے مقبول بندے بطور گواہ پیش ہوں گے۔

اگر یہ شبہ ہو کہ قیامت کے دن سب لوگ پریشان ہوں گے تو گواہی کیسے دیں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ کے بعض بندے ایسے بھی ہوں گے جن پر قیامت کے دن کی پریشانی کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ اس کے متعلق پہلے قرآن مجید اور اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پیش کروں گا۔

قولہٗ تعالٰے :-

لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○

(سورۃ الانبیاء رکوع ۷ پارہ ۱۷)

(ترجمہ- انہیں بڑا بھاری خوف بھی پریشان نہیں کرے گا اور ان سے فرشتے آملیں گے۔ یہی وہ تمہارا دن ہے۔ جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا)

اس آیت کے متعلق شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے حاشیہ میں فرماتے ہیں۔

”یعنی اس دن جب خلقت کو سخت گھبراہٹ ہوگی اللہ تعالٰے ان کو رنج و غم سے محفوظ رکھے گا۔

حضورؐ کے ارشادات :-

(۱) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَيْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ بِجَلَالِيْ اَلْيَوْمَ اُظِلُّهُمْ فِيْ ظِلِّيْ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلِّيْ (رواہ مسلم)

(ترجمہ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالٰے قیامت کے دن فرمائے گا۔ وہ دوست کہاں ہیں جو میری عظمت کے سبب سے ایک دوسرے کے دوست تھے۔ آج میں انہیں اپنے سایہ میں جگہ دوں گا جس دن سوائے میرے سایہ کے اور کوئی سایہ نہیں ہے۔

(۲) عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ لَاُنَاسًا مَّا هُمْ بِاَنْبِيَآءَ وَلَا شُهَدَآءَ يَغْبِطُهُمُ الْاَنْبِيَآءُ وَالشُّهَدَآءُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِمَكَانِهِمْ مِنَ اللّٰهِ۔ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تُخْبِرُنَا مَنْ هُمْ قَالَ هُمْ قَوْمٌ تَحَابُّوْا بِرُوْحِ اللّٰهِ عَلٰى غَيْرِ اَرْحَامٍ بَيْنَهُمْ وَلَا اَمْوَالٍ يَتَعَاطَوْنَهَا فَوَاللّٰهِ اِنَّ وُجُوْهَهُمْ لَنُوْرٌ وَاِنَّهُمْ لَعَلٰى نُوْرٍ لَا يَخَافُوْنَ اِذَا خَافَ النَّاسُ وَلَا يَحْزَنُوْنَ اِذَا حَزِنَ النَّاسُ وَقَرَاَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (رواہ ابوداؤد ورواہ فی شرح السنۃ)

(ترجمہ- حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے بندوں میں سے ایسے لوگ بھی ہوں گے۔ نہ وہ نبی ہیں نہ وہ شہید ہیں۔ اللہ کی بارگاہ میں ان کے مرتبے کے سبب سے انبیاءؑ اور شہداء بھی ان کی ریس کریں گے۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ہمیں خبر دیجئے۔ وہ کون لوگ ہوں گے۔ آپ نے فرمایا۔ وہ لوگ ہیں۔ جو اللہ کی محبت کے سبب سے ایک دوسرے سے محبت رکھتے تھے۔ نہ ان میں آپس میں رشتہ داری تھی۔ اور نہ مالوں کا کوئی لین دین تھا۔ پس خدا کی قسم ہے بے شک ان کے منہ پر اللہ کے نور ہوں گے۔ وہ نور کے اوپر ہوں گے۔ وہ نہیں ڈریں گے۔ جب لوگ ڈریں گے۔ اور انہیں غم نہیں ہوگا۔ جب لوگ مغموم ہوں گے۔ اور آپؐ نے یہ آیت پڑھی۔ الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیہم ولاھم یحزنون ○

ترجمہ:- بے شک اللہ کے دوست (وہ ہیں) جن کو نہ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے)

(۳) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظِلِّهٖ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ۔ اِمَامٌ عَادِلٌ وَّشَابٌّ نَشَاَ فِيْ عِبَادَةِ اللّٰهِ وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسْجِدِ اِذَا خَرَجَ مِنْهُ حَتّٰى يَعُوْدَ اِلَيْهِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَاَةٌ ذَاتُ حَسَبٍ وَّجَمَالٍ فَقَالَ اِنِّيْ اَخَافُ اللّٰهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَاَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهٗ (متفق علیہ) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ سات شخص ہیں جن کو اللہ تعالٰے اس روز اپنے سایہ میں رکھے گا۔ جس روز کہ خدا کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا (۱) امام عادل (۲) وہ جوان جو اپنی جوانی کو خدا کی عبادت میں صرف کرے۔ (۳) وہ شخص جس کا دل مسجد میں لگا ہوا ہے جب وہ مسجد سے باہر نکلتا ہے تو جب تک مسجد میں واپس نہ آجائے بے چین

رہتا ہے (۴) وہ دو شخص جو خدا کے لیئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہوں۔ اکٹھے ہوں تو اس بنا پر۔ جدا ہوں تو اس بنا پر (۵) وہ شخص جو یاد کرتا ہے خدا کو تنہا اور اس کی آنکھیں ذکر الہیٰ سے جاری رہتی ہیں (۶) وہ شخص جس کو ایک شریف النسب اور حسین بلائے پس اس نے کہا کہ میں خدا سے ڈرتا ہوں (۷) وہ شخص جو خیرات کرتا ہے اسطرح کہ بائیں ہاتھ کو معلوم نہ ہو۔

قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالےٰ نے خود لے رکھا ہے۔ اس کی حفاظت علماء کرام اور صوفیائے عظام کر رہے ہیں۔ علماء قال اور صوفیائے حال کے محافظ ہیں اسی لئے میں عرض کیا کرتا ہوں کہ اگر کوئی صوفی آسمان پر اُڑتا ہوا نظر آئے۔ لاکھوں مرید پیچھے لگا کر لائے۔ اگر اس کا حال کتاب و سنت کے خلاف ہے تو اس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا بھی گناہ ہے۔ اس کی بیعت کرنا حرام ہے۔ اگر ہو جائے تو توڑنا فرض عین ہے۔ پنجاب میں جو ڈھیں بڑھا لے اس کو لوگ سائیں یعنی نیک کہنے لگتے ہیں۔ خواہ اندر پورا شیطان ہو۔ آپ نے شیخوپورہ کے ایک پیر کا واقعہ اخبارات میں پڑھا ہوگا۔ اکثر افسر اس کے معتقد ہو گئے۔ بعد میں جب اغوا کے جرم میں پکڑا گیا۔ تو انھیں افسروں کے سامنے پیش ہونا تھا۔ کرنل لارنس پیر کرم شاہ بن کر آ گیا تو لوگ اس پر لٹو ہو گئے۔

ہم کلمہ گو ہیں۔ اس لئے اللہ سے پوچھیں گے کہ نیک کون ہیں۔ ہمیں قرآن مجید کے اتباع کا حکم دیا گیا ہے۔ اِتَّبِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ الایۃ (سورہ الاعراف رکوع ۱ پارہ ۸) ترجمہ:۔ اس چیز کی پیروی کرو جو تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل کی گئی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے نمونہ ہیں۔ لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ الایۃ (سورہ الاحزاب رکوع ۳ پارہ ۲۱) ترجمہ:۔ تحقیق تمہارے لئے رسول اللہ (کی زندگی) بہترین نمونہ ہے) حضورؐ کے ساتھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو شامل فرما دیا ہے:۔ وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الْھُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِہٖ جَھَنَّمَ ط وَسَآءَتْ مَصِیْرًا (سورۃ النساء رکوع ۱۷ پارہ ۵) ترجمہ:۔ اور جو کوئی مخالفت کرے رسول کی جبکہ کھل چکی اس پر سیدھی راہ اور چلے مسلمانوں کے رستہ کے خلاف تو ہم اس کو حوالہ کریں گے وہی طرف جو اس نے اختیار کی اور ڈالیں گے ہم اس کو دوزخ میں اور وہ بہت بری جگہ پہنچا) یہاں مومنین سے مراد نمبر اول صحابہ کرام ہیں۔ میں کہا کرتا ہوں کہ جس کو کوئی کام نہ ملے۔ وہ لنگوٹی کھول کر ننگا ہو جائے۔ اور پاگلوں والی باتیں کرنے لگے۔ تو لوگ اس کے گرد جمع ہو جائیں گے۔ وہ سمجھنے لگیں گے کہ مجذوب ہے۔ یہ یاد رکھئے کہ ہر پاگل مجذوب نہیں ہوتا۔ اور نہ ہر مجذوب پاگل ہوتا ہے۔

اللہ تعالےٰ کے ہاں نیک وہ ہیں جو حضورؐ اور صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلیں۔ ان سے پوچھیں گے کہ اشاعت دین میں کون تمہارے معاون اور کون مخالف ہیں

بقیہ کالم اوّل

ہ تھے۔ اس قسم کے نیک بخت حضورؐ کے بعد ہر دور میں ہوں گے

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو ان نیک بختوں کے زمرہ میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العٰلمین آمین!

مسلمانوں کے دل میں شراب کی نفرت بٹھانے کے لیے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا اہتمام

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے منع فرمایا: (نبیذ بنانے کے لئے) کچی خشک کھجوروں اور آدھ پکی کھجوروں کے ملانے سے، اور اسی طرح خشک انگور اور پکی کھجورں کے ملانے سے اور کچی کھجوروں اور پکی تازہ کھجوروں کے ملانے سے اور ارشاد فرمایا کہ ان سب چیزوں کی علیحدہ علیحدہ نبیذ بنایا کریں۔ (ان چیزوں کو ملا کر پانی میں ڈالنے سے نشہ کی کیفیت جلدی پیدا ہو جانے کا امکان ہوتا ہے۔ اس لئے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ابتداء میں بطور احتیاط کے یہ ممانعت فرمائی تھی اور حکم دیا تھا کہ ان چیزوں کی نبیذ علیحدہ علیحدہ ہی بنائی جائے۔ اور غالباً یہ حکم بھی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اسی زمانہ میں دیا تھا جب شراب کی قطعی حرمت کا حکم نازل ہوا تھا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم امت کی تربیت کے لئے ایسے احکام دے رہے تھے جن کا مقصد یہ تھا کہ اہل ایمان شراب اور نشہ کے ادنیٰ شبہ سے بھی نفرت کرنے لگیں۔)